

الحمد لله الذي هدانا لهذا

ما كنا لنهتدي لولا أن هدانا الله

الحمد لله الذي هدانا لهذا

ما كنا لنهتدي لولا أن هدانا الله

الحمد لله الذي هدانا لهذا

الحمد لله الذي هدانا لهذا

دماغ الطنوں

جلاء العمول

۵۲۶۶۳

فیض عالم مسیحا



فیض نگر

کتاب فیض القرآن

پوسٹ آفس بڑھنگ

تحصیل میرپور (آزاد کشمیر)

فہرست مضامین دامنظنون فی تحقیق جلال العیون

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۶۲	سیدہ فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کا ملوک	۱	جلال العیون کا تعارف
۷۱	حضرت علیؓ نے کینز آزاد کی	۲	مترجم جلال العیون کا تعارف
۷۲	سید زینبؓ بنت رسول اللہ	۳	شیعہ مذہب اور تبلیغ
۷۶	ایک درد مند انہ اپیل	۷	لغت تبرا اور سب
۷۹	مقام قبر سیدہ فاطمہؓ	۱۰	آئمہ رب ہیں
۸۰	سیدہ فاطمہؓ کی عمر	۱۵	دوسرا پہلو
۸۱	سیدنا علیؓ کی پیدائش	۱۸	صحابہ کرام کی تعداد
۸۵	پیدا ہوتے ہی قرآن پڑھا	۲۰	سلمانؓ اور مقدادؓ کا ایمان
۸۶	حبیب کون ہے؟	۲۳	تاویل قرآن پر قتال
۸۷	سیدنا علیؓ کا قاتل شیعہ تھا	۲۸	نبیؐ اور علیؓ کی بے بسی
۸۸	ابن ملجم نے آپؐ کی بیعت کی	۳۱	صحابہ کرامؓ کو گالیاں
۹۰	حضرت علیؓ کی نصیحتیں	۳۳	صدیق اکبرؓ
۹۰	نبیؐ کی وصیت علیؓ کو اور علیؓ کی	۵۰	نام
۹۹	وصیت حسینؓ کو	۵۰	سیدنا علیؓ کی پرورش
۱۰۱	سیدنا علیؓ کا خلافت پانے پر پہلا فرمان	۵۱	ولادت سیدہ فاطمہؓ
۱۰۳	سیدنا علیؓ کا موت سے خوف	۵۲	سیدہ کا نکاح
۱۰۵	شہادت یا ڈرامہ	۵۵	پھر کا سامان اور سیدنا ابوبکرؓ
۱۰۵	حضرت علیؓ کی قبر	۵۹	زفاف

جلد حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب _____ دامنظنون
 مؤلف _____ حکیم فیض عالم صدیقی
 تقدیم _____ ابن ابی فیض
 تعداد صفحات _____ ۲۲۸
 ناشر _____ علامہ فیض عالم اکیڈمی
 نبی سرورؐ (سندھ)
 بار _____ اول
 تعداد _____ ۱۰۰
 قیمت _____ ۳۹۹



صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۰۷	اگر یہ صلح نہ ہوتی	۱۰۷	علی نبی کے ساتھ دفن ہوتے
۱۱۱	سیدنا علیؑ اور حسینؑ کو شیعوں نے	۱۱۱	حضرت علیؑ کی جگہ شیطان قتل ہوا
۱۳۹	شہید کیا اور حسنؑ کو زخمی کیا	۱۱۱	حضرت علیؑ کی اصلی قبر
۱۴۱	سیدنا حسنؑ کی وفات	۱۱۵	خلافت پیغمبری کا انقطاع
۱۴۱	آپ کی ازواج مطہرات	۱۱۶	سیدنا علیؑ کی اولاد و جانشینان
۱۴۳	سیدنا حسنؑ کی موت طبعی تھی	۱۲۱	حسینؑ کی پیدائش
۱۴۵	دفن کے متعلق آپؑ کی وصیت	۱۲۱	حسینؑ کی پیدائش پر نبیؐ اور علیؑ
۱۴۶	سیدنا معاویہؓ و سیدنا حسینؑ	۱۲۳	اور سیدنا فاطمہؓ بھی ناخوش تھیں
	خروج کے لئے معاویہ کی		سیرت علیؑ کا شیعہ کتب کی رو سے
۱۴۷	موت کا انتظار	۱۲۶	ایک اجمالی خاکہ
۱۴۸	گورنر مدینہ و لید اور سیدنا حسینؑ	۱۲۷	وراثت
۱۵۱	سیدنا حسینؑ کی مدینہ سے رخصتی	۱۲۷	نبیؐ غافل ہو گئے۔
۱۵۴	عراق سے خطوط		ارشادات رسالتؐ کے
۱۵۸	مکہ سے حج سے قبل روانگی	۱۲۸	متعلق سیدنا حسنؑ
۱۶۰	آپ کا رجوع	۱۲۹	سناوت سیدنا حسنؑ
۱۶۲	کربلا میں پہنچ کر واپسی کا ارادہ	۱۳۱	معاویہؓ اور حسنؑ
۱۶۳	کربلا کی شادابی	۱۳۲	حضرت حسنؑ کی بیعت
۱۶۴	کربلا میں ورود کی تاریخ	۱۳۳	شیعان حسنؑ
۱۶۴	قاتل حسینؑ کون؟	۱۳۶	شرائط صلح

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۶۵	امام چہارم علی زین العابدینؑ	۱۶۵	پانی بند ہونے کا فسانہ
۱۶۸	امام چہارم کے ساتھ شیعوں کے	۱۶۸	نمازِ ظہر
۱۷۱	امام پنجم امام باقرؑ	۱۷۱	عباس کی شہادت
۱۷۲	شیعان امام باقرؑ	۱۷۲	خیمے نہیں لوٹے گئے
۱۷۳	امام ششم امام جعفرؑ	۱۷۳	سیدنا حسینؑ کی تدفین
۱۷۴	تین اوصیاء	۱۷۴	امام کو امام ہی دفن کر سکتا ہے
۱۷۵	شیعان کا اپنے امام سے سلوک	۱۷۵	رجعت
۱۷۸	امام ہفتم امام کاظمؑ	۱۷۸	بچنے والوں کی تعداد
۱۸۰	چچا بھتیجا	۱۸۰	نقش مبارک کی پامالی
۱۸۱	آکھویں امام موسیٰ رضاؑ	۱۸۱	قاتلان حسینؑ بھی شیعان علیؑ تھے
۱۸۲	نویں امام محمد تقیؑ	۱۸۲	قتل حسینؑ اور تقرب خداوندی
۱۸۳	دسویں امام علی نقیؑ	۱۸۳	امیر نزید کا دربار
۱۹۰	گیارھویں امام حسن عسکریؑ	۱۹۰	امیر نزید اور امام زین العابدینؑ
۱۹۲	حرف آخر	۱۹۲	مختار ثقفی۔

حکیم فیض عالم صدیقی شہید

ممتاز مشفق عالم دین، اہل قلم اور تحریک آزادی کشمیر کے سرگرم رہنما ۱۸ اپریل ۱۹۱۸ء کو قلعہ پور مصافحات راجور (مقبوضہ کشمیر) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم قلعہ پور میں حاصل کی، مزید تعلیم پنجاب میں حاصل کی۔ قرطاس و قلم سے تعلق چھوٹی عمر میں ہی ہوا تھا۔

چنانچہ اس دوران آپ نے کشمیر کے جراند چاند، حق، جاوید، پاسبان، ملت، جوہر اور الاصلاح وغیرہ میں لکھنا شروع کیا۔ بعد میں یہ سلسلہ آپ کی سیاست میں آمد کے باعث منقطع ہو گیا۔

۱۹۳۶ء میں آپ فوج میں بھرتی ہو گئے۔ اس دوران آپ کو مرزائیت اور عیسائیت کا بھرپور مطالعہ کرنے کا موقع مل گیا۔ کچھ عرصہ آپ کو ضلع کھٹورہ میں جو ہندوؤں کا مرکز تھا مدرس تعینات کیا گیا وہاں ہندو مذہب کا پورے انہماک کیساتھ مطالعہ کیا۔ انہی دنوں "مسلم کانفرنس" کے احیاء اور مسلم کارز کی تائید میں سینکڑوں مقالات لکھے، طب میں زبردست مہارت حاصل کی۔

۱۹۳۲ء میں الہ آباد سے ادیب کامل اور ۱۹۳۵ء میں پنجاب سے فارسی فاضل کی ڈگریاں حاصل کیں اس طرح طب میں بھی حکومت پاکستان کی طرف سے درجہ اول کے سند یافتہ طبیب تھے۔ تقسیم ملک کے وقت ہجرت کر کے پاکستان آ گئے اور معروف کشمیری رہنما چودھری غلام عباس کے معتد خصوصی کی حیثیت سے کام کرنا شروع کیا۔ ان کے خصوصی انہماک سے چودھری صاحب بہت متاثر تھے۔

ان سیاسی مصروفیات کے باوجود دینی خدمات سے غافل نہیں رہے اور ضلع جہلم میں ایک بڑی جامع مسجد اور ایک دارالعلوم کی بنیاد رکھی بعد میں آپ کو یہ قصبہ چھوڑنا پڑا۔ یہاں سے مولانا جہلم سے محلہ مستریاں آئے اور وہاں مسجد و مدرسہ تعمیر کرایا۔

مولانا فیض عالم صدیقی ایک عالم و زاہد ہونے کے علاوہ ادیب بھی تھے۔ اتحاد بین المسلمین کے بڑے خواہشمند تھے۔ ایک مشفق ہونے کے ناطے سے عظمت و مقام صحابہ

کے شدت سے قائل ہی نہیں زبردست منہج بھی تھے۔ اسی جذبہ کی بناء پر بعض دہان کی تحریریں سلف صالحین کی روش سے ہٹ جاتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود مسند گو بڑے موثر انداز میں سمجھانے میں ماہر ہیں ان کا طرزِ تحریر منفرد ہے اور اس میں شدت پائی جاتی ہے۔

تحقیق کے میدان میں بڑے نازک مسائل پر قلم اٹھایا۔ روافض و سہائیت ان کا خصوصی موضوع تھا اور اس پر انہوں نے سینکڑوں مقالات لکھے۔ ان کی پہلی باقاعدہ تصنیف اختلاف امت کا السیہ ۱۹۶۸ء میں شائع ہوئی تو گویا فکر و نظر کے ساکن تالاب میں تھونچ پیدا ہو گیا۔

ان کی تصانیف میں مقام صحابہؓ، واقعہ کربلا، عترت رسولؐ، کنبات رسولؐ، شہادت ذوالنورینؓ، سلطان ٹیپو، خالد سیف اللہ اور حقیقت مذہب شیعہ قابل ذکر ہیں۔

سید قاسم محمود

صفحہ ۱۲۱۸ - شاہکار انسائیکلو پیڈیا

دام تزویر

حافظا مے خور و رندی کن و خوش باش ولے
دام تزویر مکن چوں دگراں قرآن را
(اے حافظ! تو اپنی خوشیوں اور سسرتوں کے حصول کیلئے ہیرائی بن یا رند۔
لیکن دوسروں کی طرح اپنے اعمال و افعال کے جوازیں قرآن کے ساتھ دھوکہ
مت کر)

تو جموت کو خوبصورت صوتی اثرات دیکر اتنی بار دہرا کہ عام الناس اسے سچ سمجھنا شروع کر دیں
اور سچ کے سراسر اس جھوٹے طریق سے پیش کر کہ لوگوں کی سمجھ میں سچ سے نفرت کرنے پر مجبور ہو
جائیں۔

کہا جاتا ہے کہ "روایت" حسین ہوتی ہے۔ مگر آج کے دور کا انفرادی مشاہدہ اور اجتماعی تجربہ
"روایت" کے اس روایتی حسن کی نہ صرف تردید کرتا ہے۔ بلکہ اس کے قبیح ضد و غالب کو مزید اجاگر بھی۔
یہ تضاد و تناقض آخر کیوں؟ جبکہ سورج تو آج بھی ہمیشہ کی طرح مشرق ہی سے طلوع ہوتا ہے۔ کیا
صاحبان بصیرت کیلئے۔ "قَاتِ بِهَامِنْ الْقُرْبِ" کا پیام تو نہیں کیونکہ ہمیں "بَلْ كَانُوا لَا يَتَلَقَّوْنَ إِلَّا قَلِيلًا" کا
تفاخر بھی ملتا ہے۔ پھر اس غیر فطری تضاد کا خالق کون اور غیر طبعی تناقض کا مرجع کیا؟

"حرف" کیا ہے؟ اور کس قوت کا حامل ہے؟ اس کا علم تو اس کے خالق اکبر ہی کو معلوم، البتہ یہ
حیوان ناطق اپنے "علم قلیل" کے بل بوتے پر یہی جان سکا کہ محض دو حروف "کاف و نون" ہی کا یہ سب
کیا وحرا ہے۔ علم قلیل کا حامل یہ بے ہارہ جو آج بھی اپنے تمام تر علم و فضل کے باوجود "فیکون" کی ابدی
نکب بھی رسائی حاصل نہ کر سکا "لفظ" کے معافی کی قوت کب جان سکے گا۔

رب لا یزال کے حکم کن کے بعد فیکون کے بطن سے "لا یزال" محبتوں کی سرزمین "جنم لیتی ہے
اور اسی سرزمین پر "کن" کی تعمیل میں رحمتوں کے خوش رنگ اور بے کراں لاد زار تخلیق ہوتے ہیں۔ پھر
یہی لاد زار و سال کے جنگلات میں حسن و خوبصورتی اور نیکی و بدایت کے شستیروں کو جنم دیتے ہیں۔
جنہیں "قنا" کا زندہ اپنے شب و روز کے عمل سے براہے میں بدل دیتا ہے۔ "قنا" کا زندہ اپنے ساز پر روز
ازل سے "ہستی" کے گیت گاتا چلا آ رہا ہے اور گاتا چلا جاتا رہے گا کب تک؟ شاید "عدم" تک۔ کہ "ہر
شے کو فنا کے گھاٹ پر موت کا گھونٹ پینا ہے" عدم اور وجود تخلیق و فنا، زندگی اور موت۔ ہستی اور نیستی،
یہی ہے۔ آئیں گھن، تار حریر دور رنگ۔

حریر دور رنگ کے گیسوں کو اپنے ذہنی پردہ دار کریں پھر اسی پردے شکنیں پر مجرم کر جہد
نیاز کریں تو فیکون کی کو کہ سے جنم لینے والے امری پہچن اور شستیریں نمود کی لوث میں آج بھی آپ
کو وادی غیر ذی زرع کے درمیان ایک طویل اقامت بزرگ، ایک جہاں سالی صورت اور ایک شیر خوار
بچے کے ہمراہ نظر آسکتا ہے۔ بس ذرا چشم بصیرت کو وا کرنے کی ضرورت ہے۔

وادی غیر ذی زرع، تپتی زمین، ناپچھے بگولے، جھلکتے موسم، جلتے دن اور خوفناک تاریک سروس
راتیں، سلسلہ روز و شب۔ فیکون کا عمل پوری قوت سے ہماری و ساری ہے۔ صبر فی کائنات تشا سا پودا،
زمزم کا منطوق، فوج عظیم کا حامل، پختا، پھولتا اور پھیلتا ہی چلا جاتا ہے۔ ایک جہاں رنگ و بو بلکہ ایک
مکمل کائنات اس کی چمتا اور چھاؤں سے وجود پاری کی نعمتوں سے فیض یاب ہو رہی ہے۔

اللہ جلیل کی اٹل سنت کہ مال کے لمے ماضی کے اندھے اور گھرے عدم میں مدغم ہوتے چلے
جاتے ہیں۔ بدیع، آہستہ آہستہ وقت کی ریگ روان کا صرائے ناپیدا کنار، جہاں ہر ہلہ نظر آتا ہے۔ مگر
جمود کے اس ظاہر کو تحریک کا باطن قدر قدر کر کے لگتا چلا جا رہا ہے۔ ایک عزیمت کی طرح۔

وقت کا یہ مرکب اپنے راکب سمیت ایک نامعلوم سمت کی طرف کسی دہشت زدہ کی طرح بٹھ
جا گا ہی چلا جا رہا ہے۔ جامہ نظر کا متحرک باطن، یہ جمود و تحریک اگر وقت کی پہچان ہیں۔ تو ظاہر و باطن، حامل
کن کے خالق اکبر کی صفات ہیں۔ یہ تضاد و اختلاف، ایک تلخ حقیقت یا محض ایک سراب، وہ ملیا خیر
اور یہ ظلم و بھولا، اسے میرے اکبر کبیرا ہے۔

روز و شب کے اس بطن سے ایک حسن بلکہ حسن مجسم طلوع ہوتا ہے۔ رشد و ہدایت کی زنجیر کا
آخری حلقہ۔ اس جہاں شش جہات بلکہ چارہ جہات میں اس کے حسن کی چمک دک اور خوبصورتی میں
ماضی کے تمام حسین رنگوں کے حسن کا امتزاجی پر گو بدرجہ انم موجود ہے۔

"کن" کی صدائے لازوال، "فیکون" کے بطن سے اتنا حسین حسن تخلیق کرتی ہے کہ حسن اپنے
تمام تر ممکنہ معانی میں بے معنی سا ہو کر رہ جاتا ہے۔ اسکی مثال ماضی میں حال اور مستقبل میں ناممکن۔ آخر
ایسا کیوں نہ ہوتا کہ سو سال کے پروردہ اس شستیر میں آخر ایک یوسف کا وجود بھی تو شامل ہے۔ ہستی
کے ساز پر ازلی گیت کی یہ آخری گواہی تان ہے۔ ایک جانفرا، مسخ نواز، سکون بخش، حسین تان۔ اس
تان میں دوائے طویل کا سوز بھی شامل ہے۔ معجزہ داؤد کا ساز بھی۔ یہاں اس مقام پر فیکون اپنی حیات
لازوال کے تمام تر تخلیقی حسن کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ حسن نوید سیما کا حامل بھی ہے اور یہ بیضاء کا ہم
عنان بھی۔

حسن کو رمت سمجھا اور پھر اسی وادی غیر ذی زرع میں محبتوں کی رحمتوں کے لاد زار ہی تخلیق نہیں
کئے بلکہ مسخ اور اطاعت کے جو تار بھی جاری کئے۔ "عدم" کے یہ نرم رو جو تار اپنے خبیث حسن رحمت سے
خود بھی پیراب ہوتے ہیں۔ اور اپنے اپنے طرف کے اعتبار سے غیر ذی زرع اذہن و قلوب کو بھی
سیراب کرتے ہیں۔ جو تار کے اس مجموعے میں اگر ایک مددگار ہے تو دوسرا قارون تیسرا عثمان ہے تو

جو خدا اللہ الغالب، پانچواں سیٹ اللہ تو چھٹا سید الشہداء غریبہ فیکون کے حسین مرعائی اس مرغزار میں لاکھوں چھتاروں پیر غفلت ارضی کی ذنہ داریوں کے بیماری بھر کم بوجھ کو اٹھائے اس طرح سر و قد کھڑے ہیں کہ آج کا دوشنگہ حیوان ناطق اپنے تمام تر عمل و فضل اور مجد و شرف کے باوجود اپنی معاش و معاشرت اور تہذیب و تمدن کے اندھیاروں کو اہالوں میں بدلنے کیلئے ان ہی میں سے کسی ایک کی اتباع کرنے پر مجبور ہے۔ حسنِ رحمت سے اکتساب فیض کرنے والے یہ چنار ہائے نور اگر مصافحہ زندگی میں سیرتِ فولاد میں تو شبستانِ محبت میں حریر و پریاں بھی اور یہ سب اسی رحمہ للعالمین کے تربیت یافتہ ہیں۔ رحمہ للعالمین! کون رحمہ للعالمین؟

وہی رحمہ للعالمین جو اپنے خون کے پیاسے دشمنوں کو یہ مژدہ جاننا نظر آتا ہے "ہاؤ آج کے دن تم پر کوئی شریب نہیں"

تاریخ کے جبر و کول سے جھانکیے۔ بس یہی کوئی تین ہزار برس چپھے "احد عشرہ کو کہا و الشمس والقرہ" گیارہ ستارے، ایک سورج اور ایک چاند سجدہ ریز نظر آتے ہیں اور وہاں بھی یہی منظر دیکھنے کو ملتا ہے اور آج سید المظلومین۔ لہٰذا قوم کو بھی یہی نوید جاننا چاہتا ہے کہ صرف اور صرف ایک حسنِ مجسم ہی اس ظرف کا حامل ہو سکتا ہے اور یہ لازم ہے کہ اس ظرف مظہر سے سیراب ہونے والا بھی اسی نوع کے ظرف کا حامل ہو۔ جو ذرہ جس جگہ ہے وہیں آفتاب ہے۔

ایک ماضی، یہ بھی ہے اس "حال" کی تصویر کا۔ فقہارک اللہ احسن القاصین۔

اب آئیے ذرا اور آگے بڑھیے اور سینہ تمام کر بیٹھیے! کہ ان مرغزاروں اور لالہ زاروں میں حنفیت الطبع انسان کو۔۔۔ ایک ایسا جم غفیر بھی نظر آتا ہے۔ جس کے باطنی خبیث اور داخلی کروہ نے ان کے بدیہت غروف کی سرزمین پر کہیں تو "تقیہ" کی بدیو دار کائی کے علاوہ کسی اور خوش منظر روئیدگی کے وجود کو سرے سے قبول ہی نہیں کیا اور کہیں محبت و رحمت کے حسین مرغزاروں میں "بداء" کے خار و زقوم کو اتنے "فصوص" سے کاشت کیا ہے کہ آج کا کوئی سلیم الطبع فرد اگر حنفیت کی حامل انسانیت کی حدود میں داخل ہونے کی کوشش بھی کرتا ہے تو اس کے راستے میں رفض کی کوکھ سے جنم لینے والی متغنی کھاد کی پروردہ "تقیہ" کی کائی کی پھسلن اسے ہار مار گرنے پر مجبور کر دیتی ہے، کچھ کم حوصلہ تو راستے میں ہی دم توڑ دیتے ہیں۔ اور جو باقی بچتے ہیں وہ اسی کائی سے اپنے قلب و ذہن کیلئے قوت لادھوت حاصل کرنے پر اکتفا کر لیتے ہیں۔ اور اگر صداقت و عدالت میں ملبوس کوئی جید ار اپنے ذہن ناقواں کو اس کائی آلود چوسپے سے بھا کر نکال لے جانے میں کامیاب بھی ہو جاتا ہے۔ تو آگے "بداء" کا بے آب و گیاہ صحرا اس کا منظر ہوتا ہے۔ جہاں بے دانش کے دانشور مداری اپنی خوش رنگ پٹاریوں میں تشکیک کے عظیم البیڑ اڑ رہے ہند کے ایکے منتظر ہوتے ہیں۔

رب ذوالنہی نے حسنِ مجسم کے ہاتھوں "دین" کی بے مثال اور لازوال عمارت کی تکمیل کروائی۔ مگر وہی واصل کے پروردہ اذہان نے آلِ عہد مناف کے نام کی آڑ میں شہوت کے غلیظ اور ناپاک ہاتھوں

سے "اوستا" کی قربان گاہ پر "دین" کا جھٹکا کر دیا۔ اور پھر "تقیہ" کے تیز جھروں سے مجھے "خبر" کروائے۔ اور دین مرحوم کے ان منتشر اجزاء پر "مذہب" کے خوش رنگ لہلہ چھان کر دیے۔

"ازوم او کعبہ را گل شد چراغ"

ساری کی روحانی ذہنیت اور شہوت کی ذہنی اولاد نے آلِ عہد مناف کی جسمانی آڑ لیکر وہی صفت کو مذہب کا رنگ دینے کیلئے جس چار دیواری کی تعمیر کی۔ اس کے داخلی دروازوں کی چو کھٹوں میں تھپے آلود بخاری کے کواڑ لگوائے اور خارجی دروازوں کی چو کھٹوں میں بداءِ اسیر عینار کے کواڑ اس سارت سے نصب کئے ہیں کہ معلم الملوکوت بھی انکی عیاری و کاری کو برتنے کے بعد یقیناً تھرا اٹھا ہوگا۔

امام المظلومین، رحمہ للعالمین، قائم النبیین والعصوین کے مہارک ہاتھوں سے شرف تکمیل حاصل کرنے والی دین کی اس رفیع الشان عمارت میں نقب زنی کرنے والی مشٹ کے ایک زانوے پر سامریٹ کے حامل پجاری اذہان قابض ہیں تو دوسرے زانوے پر شہوت کے خبیث میں غرق قلوب و عشا فی دکھا رہے ہیں۔ اور بے ہارے آلِ عہد مناف تو معنی مجسم عبرت ہیں۔ دانشورانِ عصر، مشٹ کی خوبیاں اور خامیاں اچھی طرح جانتے اور پہچانتے ہیں۔ کہ اسکی گمرانی کیلئے دو کا وجود ہی کفایت کرتا ہے۔ کیا خوبصورت طریقہ واردات ہے کہ آج کا جاہل عالم مشٹ کے مذہب کو ہی کعبہ کا دریں تصور کئے ہوئے تیشی ہے۔ ملبوس اور منظوف کے غلیظ بطون میں پلنے والی اس تھپے اسیر اور بداءِ آلود مذہبی تہراست پر سے لٹاب اتار کر اسے اپنے مادری وجود میں پیش کرنے والی ذوات قدسیہ کو آج بھی انگلیوں پر گناہا سکتا ہے۔ امام ابی تیمیہ اس کارواں کے سرخیل ہیں۔ اور برصغیر میں کروڑوں کی بلکہ لاریوں کی آبادی میں محض چند سو۔ حسنِ مجسم نے جو بھی عطا فرمایا وہ بذاتہ مجسم حسن تھا۔ کہ جمیل کا جہاں اور جمال کا ذوق جمالیات، اسے رب لا یرال۔۔۔ کہ تو ہی اعظم و اکبر۔ تو اپنی مثال آپ اور اپنا شیل بھی خودی سلسلہ روز و شب! فرد خوابشات کا غلام ہے یا حالات کا اسیر مگر "غلامی" سے "بے یقینی" یقیناً بدتر ہے۔ کشیک کے خالق اذہان دین کے تیشی کو مذہب کی تشکیک کے خوف رنگ لہا دے میں کیسوفلونج کر لینے کے بعد ہی تو دانشور بختے اور کھلاتے ہیں کہ وہ غلاموں کو مزید "بے یقینی" کا درس دینے میں ماہر ہوتے ہیں۔ اور جو دانشور شکوک و ذریب کی چھو ندریں جتنی سارت سے تخلیق کر سکتا ہے۔ وہ اتنا ہی بڑا دانشور کھلوانے کا استحقاق رکھتا ہے۔ یہ انت خرمالات میں کھو گئی۔

اللہ کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ "کاروانِ سرمشاں" میں شامل کسی بھی انسان نے خود کو دانشور کھلوانا اور کھلوانا پسند ہی نہیں کیا۔ لہٰذا خوابشات کو اپنا رب بنا کر پوجنے والے، دانشور، خوابشات کے اس لوق و دوق صحرا میں بھوسیت، سامریٹ اور ممتون شہوت کی ذہنی غلامی کی رہنمائی میں حالات کے مرکب پر روحانی اسارت کے سوار یہ دانشور، جب رفض کے پروردہ ان کاروانوں کو لیکر چلتے ہیں۔ تو تقیہ و تہرا کی اتنی گرداڑتی ہے کہ بڑے بڑوں کا علم و فضل اس گرد کی تہ میں دب کر فنا کے گھاٹ اتر جاتا ہے۔ اور ستم بالائے ستم ان جبوب و عمامہ کو خود تو اپنی حماقتوں کا احساس ہی نہیں ہوتا ہے اور اگر کوئی صاحب

بصیرت ان کی مراقبتوں کے ذریعہ قلب و نظر کو بدلنے کی سعی ناممکن کرتا بھی ہے تو چہ چاہیے کہ وہ الہام و
قبور میں تیسرے کے اپنی ان امتحانہ تعلیموں سے رجوع کریں۔ اٹھ اپنے امتحانہ اعمال کے جواز میں
تاویلات کے ہمالیہ تراشے چلے جاتے ہیں۔ تاویلات کے ان سرد سراؤں میں خباثتوں کی پیوست اپنی
تمام تر حیلاریوں اور مکاریوں کے لباس میں جلوہ فرما ہوتی ہے۔ اور اس پیوست زدگی کے رد عمل میں جنم
لینے والے شور و خور و اذہان و قلوب تک خود تو قرآن کا رطب پہنچا نہیں سکتے کہ بزم خورش و دانشور
کھولتے ہیں۔ اور اگر کوئی درد مند مبلغ الہی اس دانشوری کے شکار مقلد بنر اور پیوست زدہ اذہان و قلوب کو
قرآن حکیم کے رطب سے سیراب کرنے کی جرات کرتا ہے تو وہ تکفیر کی تیر اندازی کیلئے بہترین اور
خوبصورت نشانہ ثابت ہوتا ہے۔ یہاں اس مقام پر قرآن کا مقصد نہ خود پہنچاتے ہیں اور نہ پہنچنے دیا جاتا

ہے۔
جہاں و جمال کی چمکتی دھمکتی اور درخشاں آیات کے حامل جواہرات پر پہلے تو ثنویت و سامریت کے
سنگریزوں کی رمی کی جاتی ہے اور پھر "آہنا" کے انہیں سنگریزوں کو ترتیب دیکر "وجہنا" کے مندر تعمیر
کئے جاتے ہیں۔ اور وہاں "تصوف" کے لاف و منافہ سہا کر مذہب کے نام پر طواف کرایا اور کروایا جاتا ہے۔
اور اگر کوئی ذہین انسان انکے دجل و فریب سے بھرپور اس روایت سے بغاوت کا نعرہ بلند کرتا ہے۔ تو
اس ذہین باغی کی نظروں سے قرآن عظیم کے تعمیر کردہ کعبہ کو اوجھل کرنے کیلئے "وجہنا" کے مندر ہی
میں کچر، آرٹ، تمدن، تہذیب کے نفوٹ و یوق سہا کر رکھ دیئے جاتے ہیں۔ اور صاحبان بصیرت
جانتے ہیں کہ کچر زدہ اور کچر گزیدہ معاشرے کا مقدر صرف اور صرف "مادہ نمود" کی ہر کابی ہوتا ہے۔
سامریت اور ثنویت کی ازدواجیت نے جب رفض کو جنم دیا تو مسلم المملکت کی خوشی کا ٹکنا نہ کیا
رہا ہوگا۔ بظاہر تو وہ رونما ہوتا ہے "اس حضرت آدم کی صحبت نے مجھے انسانی مایوس کیا ہے کیونکہ اسکی
ظہرت میں "آہنا" نام کی کوئی جنس ہی نہیں" اور باطنی بغلیں بھاتتا ہے کہ "وہ مارا کہ اس خس و فاشاک کیلئے
تو میرا ایک ہی شرارہ کافی ہے" اور وہ اس میں کامیاب بھی تو ہے کہ رفض کی تمام تر تعلیمات کا مرکز و
محور صرف اور صرف آل عہد مناف ہے۔ اور جو سیت اور سامریت کے اس خود ساختہ محور میں وہ سات
بھی ہیں۔ جن میں سے کسی ایک نے بھی کسی آزاد عودت کے بطن سے جنم نہیں لیا۔

تصوف کی آڑ میں روایات کے دندے نے ایک طرف تو حسن مجسم کے مبارک اور مقدس ہاتھوں
سے تراشے ہوئے خوبصورت شستیروں کو برادہ بنانا شروع کر دیا۔ اور دوسری طرف تشیہ و تبراک کے بطون
سے جنم لینے والے مہوسی مذہبی دل نے رفض کے سراؤں میں پرورش پا کر ان لاد زاروں اور مرغزاروں پر
بلد بول دیا جنہیں حسن مجسم نے تیس سال تک اپنے خون بگر سے سنبھال کر ممت شاد سے پروان
چڑھایا تھا اور رب لا یرال نے دین حنیف کی تکمیل کی مہر اس پر ثبت فرمائی تھی۔ تصوف کی دیرک تشیہ و
تبراک کے بطن سے جنم لینے والی تبرائیت کا وہ گل استر ہے جو ہے تو ہانہ اور عظیم مگر بوجہ اٹھانے میں
کامیاب بلکہ کامیاب تر۔ اور یہ تنازع رفض کا خستہ مقصد کہ تصوف کی دیرک سے ایک طرف تو

"انکشت" کے شہر ساہ دار کی جنوں کو کھوکھلو کرنا شروع کر دیا اور دوسری طرف سامانیت کی بادِ سوم
سے "رضی اللہ عنہ" کے لہلہاتے فلسفان کی ہستی بستی آبادیوں کو وشت ناگ سراؤں میں تبدیل کرنا
شروع کر دیا۔ تیسری طرف لونڈیوں کے جنم دادہ چند بالانشینوں کو "آہنا" کے لہلہاتے میں صوف
کے آنت مرحومہ میں "انالا فیری" کا نعرہ لگوا دیا۔ جو تھی طرف سامانیت کا حق تک ادا کرتے ہوئے آل
اور اولاد کے نام سے نسلی تعصب کے اثر ہے پال پوس کر جان کرنا شروع کر دیئے۔ پانچویں طرف
شعوب و قبائل کی من مانی تاویلات کی خلافت کے ذمیر سے انتشار و افتراق کے عار و زقوم اگائے۔ چھٹی
طرف فصائل کے فصل پر نابداں کے پروردہ۔۔۔۔۔ نے انسانی مجد و معرفت کے سبزہ زاروں کو پامال
کرنا شروع کر دیا۔

غرضیکہ اس شش جہتی یلغار کے خالق اذہان نے پہلے تو منافقت کے تانے اور تشیہ کے بانے سے
خباثتوں کے لہاوے تیار کئے اور پھر برمی محتاط منصوبہ بندی کے بعد انسانی مدارت سے چند ملت فروش
اور "غم خواران آل و اولاد" کے ماتم گساروں کے روپ میں اپنے آپ کو پیش کیا۔ اس منصوبہ بندی کیلئے
جس حرم و احتیاط کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اسکا اندازہ اس تلخ حقیقت سے با آسانی لایا جاسکتا ہے کہ ہم
آج بھی مراد حسن مجسم اور ذوالنورین اعظم کے خون سے آلودہ ہاتھوں کو نہیں پہچان پاتے۔ بلا ہر جو
مہرے نظر آتے ہیں۔ وہ محض مہرے ہی تو ہیں شاطر حقیقی کون ہے اور اس شطرنج کا موجد کون؟ وہ
سبھی تشیہ کی اوٹ میں چھپے ہوئے ہیں۔ ان ذہین شاطروں کی صفوں میں اگر ایک مؤرخ کے روپ میں نظر
آتا ہے تو دوسرا مفسر کے ہروپ میں بر اجمان، تیسرا محدث کے لہاوے میں ہے تو چوتھا قصیدہ کے
جائے میں، پانچواں سیاست مدنی کا ماہر ہے تو چھٹا علم الاذہان کی چوٹیوں پر بر اجمان ہے ساتواں فلسفی
ہے تو آٹھواں مشکلم ہے۔ نوواں صوفی ہے تو دسواں باطنیت کا داعی، گیارہواں استاد ہے تو بارہواں
سلغ۔ تک اشنا عشرہ کاملہ۔

غرضیکہ حیات انسانی کا کوئی بھی شعبہ ایسا نہیں ہے جو ان راعوں کے تصرف سے آزاد ہو۔ ملت
کو تو حسن مجسم نے صداقت، عدالت اور شجاعت کا سبق پڑھایا تھا۔ مگر فقہاء، محدثین، اطباء و فلاسفہ
مفسرین و مؤرخین کی اس موج ظفر موج نے انسانی چابکدستی سے، آنے والی نسلوں کے اذہان میں
تشکیک و تاویلات کے چمچوند ر داخل کر دیئے۔

(۱) چاہیئے تو یہ تھا کہ صداقت و عدالت کے قاتلوں کو بے نقاب کر کے ملت کو ان کی مکروہ
صور توں سے آشنا کروایا جاتا۔

(۲) چاہیئے تو یہ تھا کہ ان اسباب کا کھوج لگا کر اسے امت مرحومہ کی عوامی عدالت میں پیش کیا جاتا
جن کے شدید دباؤ میں آکر "فلاح خیر" نے مدینہ کی مرکزیت کو پارہ پارہ کر کے رکھ دیا۔

(۳) چاہیئے تو یہ تھا کہ اس "صورت نادر" کو بے نقاب کیا جاتا جو حادثہ کر بلا کا باعث بنی۔

(۴) ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ حسن مجسم کے حسین لبوں سے ادا ہونے والے الفاظ کی گھرائی اور

روایات کے اس تاریک گنبد تلے ثنویت و سامریت اور ساسانیت و مہمویت کے "تکرر رہا" یہ وہ جگہ جو کہیں تو اپنی خوابشات کی غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے پڑے ہیں۔ اور کہیں حالات کے ہاتھوں اس پر اپنے مقدرات کے نوشتے پڑھ رہے ہیں۔ وہ ان روشن نقوش پا کو کسی کسبار دیکھ تو لیتے ہیں۔ مگر روایات کی ظلمت نے ان کی بصیرت سے وہ مادہ ہی چھین لیا ہے جو فکر، تدبیر، شعور اور عقل کا منبع ہوتا ہے۔ اب آئیے ذرا اس باطن کی مسودہ سرزمین کی طرف پا بہ رکاب ہوتے ہیں۔ جہاں اس باطن کے خواہر کی ایک نئی دنیا آباد ہے۔ اسی سرزمین کے طول بلد اور عرض بلد کی تعداد علم انسانی کے تمیل اور وہم و گمان سے بھی ماوراء ہے۔ اگر "علم" کے معنی جاننا ہیں تو "جاننے" کے معنی ہرگز "علم" نہیں۔ یہی صورت حال کچھ یہاں بھی ہے۔ اس سرزمین کا ہر باسی اپنے اپنے "موسمات کا اسیر ہے" بالکل اسی سور سارہ دو شیرہ کی طرح جو اپنی شب زفاف کے بعد اگلی صبح کو اپنی بہولیوں کو آنکھوں ہی

سیدنا ابو محمد داغ داغ

(۳) قسطنطینہ کے عظیم الشان جرنیل اور قسطنطینیہ کی مغفرت کو لغت میں تبدیل کر دیا۔ اور من گھڑت

دہانیت کے یہ داعی اگر ایک طرف حیران کی لٹی کے لئے ہیں تو دوسری طرف صریح اہم
رحمہ اللہ لعین کی تختیں سادہ شہزادہ روزگاروں کا حاصل صرف اور صرف ایک فرد کی ذات کو نصرا
ہیں کہ ان کے اس فعل کے ایک پسو سے تو نظر رحمت کی غلی لہام آتی ہے اور وہ سراپا
ضیافت کی تقیض کرتا ہے۔ ہا ملنیت کا یہ گوشہ انتہائی خفوت تاکہ کہ اسکا عروج چارچک اور داخل چارچک
تر-----

تیرے یہ سادہ دل بندے کدھر جائیں

حیات انسانی جدوجہد سے عبارت ہے اور اس امر کی مستحاضی سے کہ فطرت انسانی، تجربے اور مشاہدے کے دو کناروں کے درمیان بسنے والی نرم روجوئہاں میں تدبیر و فکر کی کھشتی پر سوار ہو کر علم و فکر کے وجود کا مشاہدہ کرے اور عدم کے تجربے سے بھی اس حسن و خوبی سے گزر جائے کہ گنت ٹراہا کی جھیسائی اسکی پیشانی سے ہویدانہ ہو۔ مگر رہبانیت، اول تو علم و قلم سے انسان کا ناطہ منقطع کروادیتی ہے۔ ثانیاً، جدوجہد کے پستوار اسکے ہاتھوں سے چھین لئے جاتے ہیں۔ ثالثاً، تدبیر و فکر کے سینہ دعوت کو سبوتا کر دیا جاتا ہے۔ اور پھر رابعاً اسکی قرآنی بصیرت کے سامنے غشاوہ کی خوش رنگ سیہ سنگندری تعمیر کر دی جاتی ہے۔ نتیجتاً جو گونگی اور بھری بے عملی وجود میں آتی ہے۔ وہی اس مقصودانہ رہبانیت کا منتائے مقصود ہوتی ہے کہ انسان جب عدم کے تجربے سے گزرتا ہے تو وہ۔۔۔۔۔

مر گئے مردوں کو کفن نہ کرو

کہ درویشی سے سلطانی تک سب عیناری و مناری

ایسے کہتے ہیں فہمیں اور حسین شامیں ان کر گسوں کی تخلیق کردہ رہبانیت کے فریب کھا کھا کر صداقت، عدالت اور انصاف کی راہ اور سم شہبازی کو بالکل بھول چکے ہیں۔

ذرا کوثر بھری سے بھی تعارف ہو جائے۔

کوثری صاحب سید ابراہیم تھے والد ماجد کا نام معلوم نہیں۔ (ابہام سے سید بن گئے) آپ زید شہید بن امام زین العابدین کی اولاد سے تھے (یہودی زید ہیں جو محمد باقر کی امامت کے منکر تھے اور رافضیوں نے ۱۲۳ھ میں امیر المومنین ہشام بن عبدالملک اموی کے خلاف خروج کرا کے قتل کرایا۔ سب سے پہلے انہوں نے ہی اپنے ساتھیوں کو رافضیوں کی فتنی کا خطاب عطا فرمایا۔)

الحاج سید ابراہیم کے دو بیٹے تھے جن کے نام معلوم نہیں۔ (ابراہیم کے باپ کا نام معلوم ہے نہ بیٹوں کا) ایک لاد لہ مرگیا۔ جہاں انہوں نے رہائش رکھی وہ جگہ فتح پور کہلاتی۔ معلوم نہیں جنہوں نے فتح پور آباد کیا وہ ان کے بیٹے تھے یا پوتے۔ ان کے ایک بیٹے کا نام فتح محمد تھا۔ (نام میں حسین یا شاہ کا الحاق تقیہ کے باعث ترک کر دیا ہوگا۔ عورتوں کی نحوست کی وجہ سے رہائش ترک کر کے بھری آ گئے۔ فتح محمد کی اولاد کی صحیح تعداد معلوم نہیں۔ مشہور چار ہوئے۔ شریف اللہ۔ نقی شاہ۔ (ان چار میں سے بھی دو کا نام معلوم نہیں) ان چاروں کے نام پر چار محلے آباد ہوئے۔ محلہ شریف اللہ۔ محلہ نقی شاہ۔ محلہ چلڈراں۔ محلہ پوستیاں۔ (واضح ہے کہ دوسرے دونوں کے نام چلڈر شاہ اور پوستی شاہ ہوں گے۔) محلہ چلڈراں کسی سبزداری سید کی وجہ سے محلہ سبزداریاں بن گیا۔

(یہاں قابل غور امر یہ ہے کہ ایک مسکن سید ایک قصبہ میں جہا بڑ کی حیثیت میں پہنچتا ہے اور تمام گاؤں کے محلے اس کے نام سے موسوم ہو جاتے ہیں

بھری سے چلڈر سادات ہجرت کر کے کسی نامعلوم مقام پر چلے گئے۔ فتح محمد کے اس بیٹے یعنی محلہ پوستیاں والے کے پانچ بیٹے تھے جو پانچ بھینوں کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان پانچوں کے والدہ بھائی تھے۔ (کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوثری) ایک کی اولاد پانچ بھینے اور دوسرے کی اولاد پوستی سادات۔ ان میں سے ایک سادات فضلہ تھے۔ ایک کی اولاد پوستی سادات دوسرے کی اولاد سادات سوند۔ تیسرے کی اولاد سادات ارڑے اور چوتھے کی اولاد موجر۔ (فضلہ، سوند، ارڑے، موجر) کچھ تو بے جس کی پردہ داری ہے) اسی موجر کی اولاد سے سید ظہور الحسن کوثر ہیں۔

جلال العیون میں آپ کے تفصیلی حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فاطمین مصر اور نوابان اودھ کی طرح اپنے زمرہ فاطمیت میں منسلک ہونے کے لئے بڑے بڑے ہفت خواں رستم طے کئے ہیں۔ چونکہ آپ پوستی سادات کے نو بہال ہیں۔ اس لئے کتاب ہند میں یقیناً پوستی کے لقب سے ہی آپ کا ذکر ہوگا۔

۱۔ پوستی جی راقم الحروف کے خصوصی کرم فرما ہیں۔ مکتوب مفتوح بعنوان نبات الرسول جب ڈاکٹر یادر حسین آپ کی خدمت میں جواب کے لئے بھیجا تو آپ نے بجائے نفس مضمون کے جواب کے آئیں بایں شائیں کر کے فریبندہ کوشائیت درد مندانه الفاظ میں نصیحت فرمائی کہ اس خبیث (راقم) کتاب میں مت بڑھو۔

شیعہ مذہب اور تبلیغ دین جہاد سیفی کی طرح جہاد قلمی بھی حرام ہے

شیعہ مذہب میں قبل از ظہور امام غائب جہاد سیفی کی طرح جہاد قلمی بھی ممنوع اور مجاہد ملعون ہے۔ چنانچہ مجلسی نے بحار الانوار میں احادیث رسول و ائمہ اس کے متعلق نقل کی ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مباحثہ کرنا انبیاء و ائمہ کے سوا اس لئے دوسروں کا کام نہیں بلکہ ناجائز اور حرام ہے کہ وہ نہ حجت منصوب من اللہ کو پہچانتے ہیں نہ ضعیف شیعوں یا اہل باطل کے حق میں فتنہ ہونے سے بچ سکتے ہیں۔ اور اس لئے بھی ناجائز ہے کہ جہاد بالقلم سے اظہار دین شیعہ ہوتا ہے۔ حالانکہ شیعوں کے ہاں اظہار دین کی ممانعت ہے۔ اور اخفائے دین کا حکم ہے۔ جیسا کہ اصول کافی میں امام جعفر صادقؑ کی حدیث ہے۔

انکم علی دین من کتمتم اعدا اللہ ومن اذاعہ ازلہ اللہ

(صفحہ ۶۸۵) تم اس دین پر جو جس نے اسے

پوشیدہ رکھا۔ اللہ نے اسے عزت دی اور جس نے اسے ظاہر کیا اللہ نے اسے ذلیل کیا۔

کفو عن الناس ولا تدعوا احدا الى الاصرکم

(اصول کافی صفحہ ۹۵) تم اپنے دین کو پوشیدہ رکھو اور کسی کو اپنے کاموں سے واقف نہ کرو۔ یعنی اپنے دین کو پوشیدہ رکھو۔

یہاں قطع نظر اس امر کے کہ حرام کاموں کے ارتکاب کرنے والے کون ہیں اس بات کی طرف توجہ کیجئے کہ نبی اکرمؐ کی وفات کے وقت سوائے تین چار افراد

کے سب مرتد ہو گئے تھے۔ انہوں نے بھی اپنے دین کو پوشیدہ رکھا۔ یہاں تک اگر ان میں سے ایک آدمی دوسرے کے ایمان پر مطلع ہو جاتا تو کافر ہو جاتا اور یہ حکم بھی موجود ہے کہ اگر سنی شیعہ شود حکم کافر اصلی دارد کہ قضائے روزہ براد واجب نیست۔ (حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲،

لعنت - تمبرا اور سب

مجلسی نے تمام کتاب میں اپنے مزمومہ آئینہ کے مزمومہ مخالفین کا جہاں بھی ذکر کیا ہے۔ ان کے ناموں کے ساتھ ملعون، لعین، منافق، شقی، مشرک کا فرد غیر الفاظ کا یہ دروغ استعمال کیا ہے۔

شیعہ مذہب کی اہم ترین کتاب جو امام غائب کی بابت الفاظ مصدقہ ہے۔ الکافی کاف لشیعتہ کافی ہمارے شیعوں کے لئے کافی ہے۔ اس میں واضح طور پر مرقوم ہے۔

- ۱۔ سباب المؤمن فسوق و قتالہ کفر۔ صفحہ ۵۴۷ کسی مسلمان کو سب کرنا گناہ کبیرہ اور اس سے قتال کرنا کفر ہے۔
- ۲۔ لا تسبوا الناس فتکسبوا العداوة بینہم صفحہ ۵۳۸ لوگوں کو سب مت کرو۔ اس سے تمہارے درمیان عداوت پیدا ہو جائے گی۔

۳۔ ان اللعنة اذا خرجت من صاحبها تردت فان رجعت مساغاً ولا رجعت علی صاحبها صفحہ ۵۴۷ کلمہ لعنت جب کسی کے منہ سے نکلتی ہے۔ وہ متردد رہتا ہے۔ اگر راستہ مل گیا تو فبجا ورنہ یہ لعنت کرنے والے پر لوٹ کر واقع ہوتی ہے۔

۱۔ مؤمن کے لفظ کے متعلق شاید شیعہ علماء کہیں کہ اس سے مراد شیعہ ہیں بجا فرمایا مگر مومن وغیرہ جن کے ناموں کے ساتھ مجلسی ملعون، ملعون کی گردان سے تھکتا نہیں۔ وہ تو بقول شری اور مولف احتجاج طبری شیعہ تھا۔ امور میں مجلسی والا رجعت علی صاحبها کا مصداق ہے یا نہیں۔

رہا امام جہدی کے ظہور کا وقت تو سنئے اصول کافی میں کیا ارشاد ہے جب قتل کیا (شیعوں نے) حسین علیہ السلام کو تو زمین والوں پر اللہ کا غضب بڑھ گیا۔ اور خدا نے ظہور جہدی کے وقت کو مال کر ایک سو چالیس ہجری مقرر کیا۔ ۲۳۲ ظہور جہدی اور اس کے لئے ۱۳۳ مخلص مومنین کی شرط پیش کر کے شیعان علی بنک کے تمام مومنانہ دعاوی پر پانی پھیر دیا۔ آج ۱۴۰۱ ہجری ہے اور اس بھری دنیا میں ۱۳۳ مومن بھی نہیں۔ آج کروڑوں مومن ہر روز قائم آل محمد کی زیارتیں پڑھتے صلوٰۃ بھیجتے ان کو مخاطب کر کے گریہ کرتے اور آہ و زاری کرتے ہیں۔ مگر امام آخر الزمان کے متعلق کیا خیال ہے کہ ابھی تک کسی غار سے جھانک کر بھی باہر نہیں دیکھتے۔

۱۔ اگر یہاں کوئی منجلا شیعہ مبلغ اپنے حواریوں کو مطمئن کرنے کے لئے یہ کہے کہ حسینؑ کے قاتل سنی ہیں۔ تو اس کا یہ افترا اور بہتان آج تک اس نے جس قدر کذب و افترا سے کام لیا ہے۔ سب سے بڑھ کر ہے۔ اگر قاتلین حسینؑ سنی تھے تو اللہ تعالیٰ کو فوراً امام قائم بھیج کر سنیوں کو منرا دینی چاہیے تھی۔ وہ تو شیعان حسینؑ پر ناراض ہو کر امام قائم کر کے ظہور کا وقت مقرر کر رہا ہے۔ کہ ابھی اور گناہ کرو اور جھوٹ بولو تاکہ دلت رسوائی کا مزہ چکھو۔ جب تم اپنے میں سے ۱۳۳ مخلص پیدا کرو گے تو ہم امام کو ظاہر کر دیں گے۔

۴۔ عمدۃ البیان میں ولا تسبوا الذین کی تفسیر کے تحت لکھا ہے۔ کسی کو بُرا نہ کہو ورنہ وہ تمہارے بزرگوں کو بُرا کہیں گے۔

المختص جلد ۱ ص ۳۶۶

۱۔ اب فیصلہ شیعوں کے ماتھے میں رہا کہ وہ خود مجلسی کو کیلہتے ہیں۔
۵۔ شیعوں کی معتبر کتاب جامع اخبار میں ہے۔

قال النبی من سبني فاقتلوه ومن سب اصحابي فاجلدوه

نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص مجھ کو گالی نکالے اس کو قتل کر دو اور جو شخص میرے اصحاب کو گالی نکالے اسے کوڑے مار دو۔

۶۔ اخرج العقيلي عن انس قال قال النبی ان الله اختارني واختار لي اصحابا واصهارا وانصارا وسيلاتي قدم

ليسرونهم و ينتقصونهم فلا تجالسهم ولا تشاورهم ولا تولوا كلواهم ولا تناموا هم

ترجمہ۔ فرمایا نبی علیہ السلام نے تحقیق خداوند کریم نے مجھ کو برگزیدہ کیا تمام مخلوقات سے اور برگزیدہ کیا میرے لئے میرے اصحاب،

اصہار اور انصار کو۔ ایک قوم آئے گی اور گالیاں نکالے گی ان کو اور ان کے نقص بیان کرے گی۔ پس تم اس قوم کے ساتھ نہ مل بیٹھو

اور نہ ان کے ساتھ مشورہ کرو۔ اور نہ ان کے ساتھ کھانا کھاؤ۔ اور نہ ان کے ساتھ ناٹھ داری کرو (اصہار سسرال کی رشتہ داری کو

کہتے ہیں۔)

۷۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ فرمایا نبی علیہ السلام نے آخر زمانہ میں ایک قوم

ہوگی جس کا نام رافضی ہوگا۔ اور وہ اسلام کو چھوڑ دے گی۔ پس تم اس قوم کو قتل کرو کیونکہ وہ مشرک ہیں۔

۸۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی علیہ السلام نے میرے بعد جلدی ایک قوم ہوگی۔ جن کو رافضی کہا جائے گا۔ اے علی اگر تم

اس قوم کو پاؤ تو ان کو قتل کرنا۔ کیونکہ وہ مشرک ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! ان کی کیا علامت

ہوگی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ تیرے اوصات ایسے بیان کریں گے، جو تیرے میں نہیں ہیں۔ اور تجھ پر طعن کریں گے۔ اور ایک روایت

میں ہے کہ فتیں اٹھائیں گے۔ کہ ہسم کو اہلبیت کافی ہیں۔ حالانکہ وہ ایسے نہ ہوں گے۔ (دارقطنی)

۹۔ اسی قسم کی ایک روایت اطواق الحمائیۃ میں یحییٰ بن حمزہ زیدی شیعہ نے بیان کی ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ فرمایا نبی علیہ السلام نے

تحقیق اللہ تعالیٰ نے مجھ کو برگزیدہ کیا اور میرے لئے میرے اصحاب کو برگزیدہ کیا۔ ان میں سے بعض کو دزیر بنایا۔ بعض کو اصہار بعض کو

انصار۔ پس جس نے ان پر سب کی پس اس پر اللہ کی فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے کچھ بھی

قبول نہیں کرے گا۔

آئمہ رب ہیں حضرت امام باقر علیہ السلام نے ابو بصیر سے

ارشاد فرمایا جس کو یہاں پر کتاب صیانت البدایہ مصنف علامہ نور اللہ
عماد الدین ابوالفضل اشرف الکرمانی الحنفی الطائف جلد اول ص ۱۹۵

سے تحریر کرتے ہیں۔ جس سے ولایت اہل بیت یعنی خلقت مخلوقات پر
شہیدیت روزِ نشن کی طرح ظاہر ہو جائے گی۔

اس ابو بصیر اور زہرا کے متعلق رجال کشی کا مصنف لختہ اللہ
لکھ کر ان کی مومنینت کی گویا تصدیق کرتا ہے۔

(ص ۱۰۱)

یہ صاحب تفسیر کے حنفی نظر آتے ہیں۔ اور ان جیسے ہزاروں رافضی
مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے اہل سنت بنے رہے۔ نور اللہ شوستری
ساری زندگی اہل سنت بنا رہا۔ چنانچہ وہ مجالس المومنین میں لکھتا ہے
کہ علمائے شیعہ بوجہ اقتدار و تسلط مخالفین و غلبہ و منافقین ہمیشہ
گوشہ تنقید میں چھپے رہے۔ اور اپنے کو حنفی یا شافعی ظاہر کرتے
رہے۔ علامہ حلی مہنچ الکرامہ میں رقمطراز ہے۔ ہم نے بہت سے
ایسے لوگ دیکھتے ہیں۔ جو باطن میں مذہب شیعہ رکھتے ہیں مگر بوجہ
حب دنیا و طلب ریاست اس کو ظاہر نہ کرتے تھے۔

بحوالہ النجم لکھنؤ ص ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰،

اے ابوبصیر وہ نور امامت آئینہ اہلبیت رسالت تھا۔ جس کی تھوڑی سی شعاع کو حضرت موسیٰ علیہ السلام برداشت نہ کر سکے۔ اے ابوبصیر زمین اور اہل زمین کا رب امام ہے۔ جب وہ ظہور فرمائے گا۔ تو اس وقت لوگوں کو سورج کی اور چاند کی روشنی کی ضرورت نہ رہے گی۔

وسقاهم ربہم شراباً طہوراً -
اور ان کا رب (امام) انہیں پاک شراب پلائے گا۔ سب کچھ خلاق عالم نے ہمارے لئے پیدا کیا ہے۔ اور ہماری ہی خاطر پیدا کیا ہے۔ اور مخلوق کو ہمارا جلوہ دکھانے کی خاطر موجود کیا ہے۔

نحن ضیاء اللہ والمخلوق ضیاء لنا
اور جناب علی علیہ السلام کے نورانی قطرات سے انبیاء و ملائکہ پیدا ہوئے پس انبیاء و ملائکہ ان کے نور سے ہیں۔ پس تدبیر و تربیت زمین ان کے سپرد ہوئی وہ رب السموات والارض ہیں۔ جناب حق کے نورانی قطرات سے لوح و قلم پیدا کئے۔ پس وہ رب اللوح و قلم ہیں۔ فرمایا علی علیہ السلام نے میں نے حضرت آدم کی طینت (قالب) کو چالیس روز تک اپنے ماتھے سے گوندھ کر تیار کیا۔

المحسن از صفحہ ۲۷ تا ۲۵

مصنعت جلاء العیون کی طرح دیگر متعدد و شیعہ مفسدین بھی اسی قسم کے عقائد کا اظہار کر چکے ہیں۔ چنانچہ تحفہ میں ہے کہ

فہو تسمیۃ الجنۃ والنار پس علی ہی جنت و دوزخ بانٹنے والے
لا یدخل الجنۃ الا محبوا ولا یدخل النار الا مبغضوا (مختصر تحفہ ص ۲۷) ہو گئے۔ اور جہنم میں صرف اس کے دشمن

تبصرہ

ان روایات کے اقتباسات پر تبصرہ مفصل تصنیف وقات سمجھتا ہوں۔ مگر مولوی سی دو باتیں بیان کئے بغیر آگے بڑھتے کو جی بھی نہیں چاہتا۔

۱۔ علیؑ اور آئمہؑ سب کے سب رب ہیں اور مخلوق بھی میں۔ غیر ان کا مخلوق ہونا تو آپ کی اور میری سمجھ میں آگیا۔ مگر رب ہونا ہماری دو دو چٹانک بھر کھوپڑیوں میں آنا مشکل ہے۔ جب کہ ان تمام باتوں میں سب سے بڑے رب کا ان شیعوں نے جو شر کیا وہ نہایت عبرت انگیز ہے۔ ان کی کتب میں اس رب الاعلیٰ کے جو دو رخ اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک رخ کی چند جھلکیاں آپ ان سطور میں دیکھ چکے ہیں۔ اور دوسرے رخ کی چند جھلکیاں سطور ذیل میں دیکھ لیجئے۔

میں بیاتنگ دہل اس بات کا اعلان کرنے میں ذرہ بھر بھی پچکچا ہٹ فسوس نہیں کرتا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اس گھناؤنی تصویر کا ایک شوشہ بھی اہلسنت کی کتابوں میں موجود نہیں۔ آج تک اہل سنت کے کسی عالم نے اپنے کسی خطبہ یا وعظ میں اس قسم کی ہرزہ سرائی نہیں کی۔ کسی رسالہ یا اخبار میں ایسی بے ہودگی کو جگہ نہیں دی۔ ہاں جیب کہیں مناظرانہ صورت پیدا ہوئی

۱۔ اس کتاب میں امام اور آئمہ کا لفظ بار بار آئے گا۔ یہ صرف مجازاً علی الحکم کے طور پر ہے۔ اس سے شیعوں کی مزعومہ امت کا اعتراف نہیں۔ البتہ علم و تقویٰ تدین اور پرہیزگاری کی شہرت کی بنا پر امام کہہ سکتے ہیں۔ جیسے آئمہ اربعہ اور دیگر آئمہ کرام جو اہل سنت کے ہاں گزرے ہیں۔

تو وہ شیعیت کے لڑیچے ایسے لچر الفاظ پیش کرنے پر مجبور ہوئے۔ اہلسنت
سیدنا علیؑ کو ان کے صحیح مقام سے خشن بھر اُدھر اُدھر نہیں جانتے اور
نہ بیان کرتے ہیں۔ سیدنا علیؑ الاولون میں سے تھے۔ اصحاب بدر میں سے
تھے بنی اکرم علیہ السلام کے پروردہ چچا زاد اور داماد تھے۔ البتہ خلافت
کا خاتمہ سیدنا ذوالنورینؑ کی شہادت پر ہو گیا تھا۔ چونکہ سیدنا علیؑ کے
نام پر بیعت کا انعقاد یا اجتماع نہیں ہو سکا تھا۔ چنانچہ خود ایک شیعہ
ابن ابی الحدید شرح منہج البلاغہ میں لکھتا ہے۔ کہ کل اہل بصرہ (حضرت
علیؑ) سے متنفر تھے۔ اور سب قریش ان کے خلافت تھے۔ اور جمہور خلق
ان کی مخالفت اور بنی امیہ کی ساتھی تھی۔ سیدنا علیؑ کی خلافت بلا فصل
کا تذکرہ ہی کیا۔ سیدنا ذوالنورینؑ کی شہادت عظمیٰ کے بعد آپ کے فرقہ انور
پر تاج خلافت رکھا گیا وہ بھی نام نہاد خلافت کے سوا کچھ نہ تھا۔ حضرات
شیعین کی خلافت کی تفصیل آگے اپنے مقام پر آئے گی۔

۱۔ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی نام نہاد خلافت پر
مشکوٰۃ المعاصیج کے فوائد غزنویہ پر ایک نظر میں تفصیلی
بحث کی

دوسرا پہلو

اب روافض کی زبان سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تعریف سنئے۔
میں انہیں نقل کفر کفر نہ باشد کے مصداق سمجھ رہا ہوں۔ نام نہاد کا پتا ہے
دل لڑتا ہے۔ روح ملا مت کر رہی ہے۔ ضمیر اجازت نہیں دیتی۔ مگر
اس کے بغیر چارہ بھی نہیں۔

۱۔ تمام عمر مغلوب و مقہور رہے۔ اگر رسول اللہ ان کی محافظت وصیانت
نہ فرماتے تو کبھی کے شہید کر دیئے جاتے۔

۲۔ ان کی دشمنی اس قدر عام تھی کہ جناب رسالتؐ کے واصل ہوتے
ہوتے ہی تمام مسلمان ان سے برگشتہ ہو گئے۔

۳۔ انہیں سوائے گوشہ نشینی اور اصل قرآن گم کرنے کے کوئی چارہ نظر
نہ آیا۔ (جلال العیون)

۴۔ آپ کو عید غدیر کے موقع پر خلیفہ بلا فصل بنایا گیا۔ مگر آنحضرتؐ
کے انتقال کے بعد تین آدمیوں کے سوا کسی نے ان کی تصدیق نہ کی

۵۔ حصول خلافت کے لئے اپنی زوجہ کو گدھے پر سوار کیا اور ہر صحابی
کے گھر گئے۔ اور طالب مدد ہوئے۔ لیکن کسی نے ان کی مدد نہ کی

(صولت حمید رب ص ۸)

۶۔ علیؑ کی گردن میں رسی ڈال کر سر بازار گھسیٹا گیا۔ اور ان سے بھکر
بیعت لی گئی اور انہوں نے سرتسلیم خم کر دیا (جلال العیون)

۷۔ آپ کی زوجہ کو کوڑے سے پیٹا گیا۔ یہ بدلہ نہ لے سکے (جلال العیون)

۸۔ ان کی بی بی کے شکم پر دروازہ گرایا گیا اور حمل ساقط ہو گیا۔ مگر یہ

روک نہ سکے۔ (جلاء العیون ۲۰۷) حاشیہ ص ۱۰۱

۹۔ قرآن کو پارہ پارہ ہوتے دیکھا لیکن کچھ نہ کر سکے۔

۱۰۔ نبی کی امت کو گمراہی میں پایا لیکن ہدایت نہ کر سکے۔ اور دو مائی دیتے رہ گئے۔

۱۱۔ کفر کو از سر نو ابھرتے دیکھا مگر کچھ نہ کر سکے۔

۱۲۔ بدعات کا فروغ دیکھا مگر بول نہ سکے۔ (اصول کافی کتاب الحج)

۱۳۔ ان کے سامنے شوہروں سے عورتیں چھینی گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی عطا کردہ معافیاں ضبط کی گئیں۔ مگر آپ نے اپنی

خلافت کے زمانہ میں بھی واپس نہ دلائیں یا نہ دلا سکے۔

(کتاب الروضہ کافی ص ۲۹)

۱۴۔ علیؑ کو چھبر سے بھی زیادہ حقیر کہا گیا۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام ان هذا المثل ان الله لا یسعی ان

یغرب مثلاً ما لبعوضته فما فوقها ضرب الله لاصید المؤمنین

فالبعوضه من امیر المؤمنین۔ یعنی اس آیت میں بعوضہ یعنی چھبر

سے مراد امیر المؤمنین ہیں۔ (کافی کلینی)

۱۵۔ ان کی زوجہ پر بے حساب سختیاں ان کے سامنے کی گئیں یہاں تک کہ وہ

ان کو فحاشی ہو کر مقلوب ملا باقر مجلسی پکارا اٹھیں۔ مثل اس جنین کے

جو کہ رحم میں پودہ نشین ہو گیا ہو۔ اور خاتیفون کی طرح بھاگ آئے

ہو۔ بعد اس کے کہ زمانہ کے دلبروں کو خاک پر گرایا ہے۔ مانند نامردوں

کے بیٹھے گئے ہو۔

(ترجمہ حق الیقین صفحہ ۲۵۷)

۱۶۔ یہ علیؑ وہ ہیں جن کی زوجہ کو اپنے گھر میں لفراق والدہ بزرگوار جی بھر کر دشمنوں

نے رونے بھی نہ دیا اور دل کی بھڑاس نکالنے کے لئے بیرون شہر مقام

کمرنے پر مجبور ہوئیں۔ (تاریخ الایمہ ص ۳۸)

علیؑ بذالقیاس اس قسم کے سینکڑوں واقعات کتب شیعہ میں بیان

کئے گئے ہیں۔ جن میں سیدنا علیؑ کو ایک بے بس، مجبور، مظلوم، مقہور

اور عاجز و ناتواں شخص کی حیثیت میں پیش کیا گیا ہے۔ ایک طرف علیؑ

رب ہیں کا منحہ اور دوسری طرف یہ بیکسی اور بے بس کا اظہار۔ اتنی ذلت

رسوئی نجالت اور شرمندگی پر تو یہ خاموشی، مگر عباسؑ کے پرنا لے کے

لئے تمام کائنات کو الٹ پلٹ کر دینے کا عزم، چنانچہ مولوی سید دلدار علیؑ

رئیس المناظرینؑ ردافض عماد اسلامؑ میں کئی ایک کتب امامیہ کے

حوالے سے لکھتا ہے۔ کہ حضرت عمرؓ اپنے تیسرے سال خلافت میں حضرت عباسؑ

کے گھر کے نیچے سے گزرے تو ان کے پرنا لے میں سے چھٹیئیں ان کے کپڑوں پر

پڑیں، حضرت عمرؓ نے اسے اکھڑا دیا۔ حضرت عباسؑ نے جا کر حضرت علیؑ

سے شکایت کی۔ آپ موقع پر ذوالفقار لے ہوئے پہنچے اور پرنا لے بھر

لگوادیا۔ اور فرمایا کہ قسم ہے خدا کی اگر تمام اہل زمین مجھ سے بخشش پیش

آئیں تو میں سب کو قتل کر دوں گا۔

(بحوالہ البحوث المختوم فی حل عقدا م کلثوم ص ۵۵ مصنفہ سید

مظہر حسینؑ بی اے، منشی فاضل مطبوعہ کرمی پریس لاہور

حضرت خالدؑ نے حضرت ابوبکرؓ کے ایما سے حضرت علیؑ کو قتل کرتے کا ارادہ کیا

حضرت علیؑ نے اسے دو انگلیوں سے اٹھا کر مسجد کے کھمبے پر کھینچ مارا۔ اور

اس کا پیشاب نکل گیا۔ (تلخیص ص ۲۱۳ - ۲۱۴)

از اہل انحراف و دلیل قوم - سیلہ دہم الی حیف الکلاب

نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت صحابہ کی تعداد

ان میرے جانثار صحابہ کے تہائی قاتل دشمن خواہ وہ کوئی ہوں ،

کا خرمیں ۔

ابو ذر ، مقداد ، سلمان ، بلال ، حذیفہ یمانی ، زبیر ، فضل بن عباس ، عبداللہ بن عباس ، عاصم بن عقبہ مرقال ، ابویوب انصاری ، ابان ، عثمان بن حنیف ، سہیل بن حنیف ، ابوسعید خدری ، قیس بن ابی سعد ، ابن عبادہ رئیس انصار ، بریرہ ، براؤ ابن مالک ، خیاب بن الاشرف ، رفاعہ بن مالک ، عاصم بن ولید ، ہندہ ابن ابی مالک ، جعدہ بن سبیرہ ، خزیمہ ، انس بن الحارث ، ابن ابی کعب ، خزیہ ذوالشہادتین ، عمار

(رضوان اللہ علیہم ۲ جمعین)

غرضیکہ رسول پاک کے جانثار صادق الایمان صحابہ کے ناموں کی اگر فہرست تیار کر دوں تو ایک علیحدہ ضخیم کتاب کی شکل اختیار کر جائیں۔ صرف اتنا عرض کرتا ہوں کہ رسول پاک کے ان صحابہ کو برا کہنے والا خواہ دور رسالت کا انسان ہو یا بعد کا یا آج کل کا وہ اسلام سے خارج ہے۔ اس کی تمام عبادت رائیگاں ہے۔

جلد البیون ص ۳۳ جلد اول

تبصرہ

آج تک اہل سنت والجماعت نے کسی صحابی

کو برا کہنا تو درکنار ان کا نام آجے ادبی سے لینا بھی گناہ عظیم سمجھا ہے۔ مصنف نے یہاں اٹھائیس صحابہ کرام کے اسمائے گرامی لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ ان کے علاوہ اگر باقی صحابہ کرام کے نام لکھے جائیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ یہ شیعہ مذہب بھی عجیب چوں چوں کا مرہ ہے۔ ایک صاحب کچھ اچرتے ہیں، دوسرے مہاتما کچھ دیاکھان دیتے ہیں۔ تیسرے کچھ ادر فرماتے ہیں۔ چوتھے سب کی لٹیا ہی ڈبو دیتے ہیں۔ اب مصنف کے اس بیان کے بعد دیگر مجتہدین عظام، مصنفین ذی الاحترام اور علمائے کرام کے ارشادات سننے سے پہلے ایک بات کو ذہن نشین کیجئے کہ بقول مصنف ان صحابہ کرام کو برا کہنے والے اسلام سے خارج ہیں۔ اور ان کی تمام عبادت رائیگاں ہیں۔ معلوم نہیں ان میں سے سچا شیعہ کون ہے جس کی عبادت رائیگاں نہیں اور بھوٹا کون ہے جس کی عبادت رائیگاں جاتے گی۔

صرف تین : ابی جعفر سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام کے بعد تمام لوگ مرتد ہو گئے صرف تین مسلمان رہ گئے۔

مقداد بن الاسود ، ابوذر غفاری ، سلمان فارسی ، ترجمہ روضہ کافی ۱۱۵ (افسوس کہ اس ظالم نے یہاں سیدنا علیؑ ، حسینؑ ، سیدہ فاطمہؑ کو بھی نہیں بخشا)

صرف چار : یعنی علی رضی اللہ عنہ اور ہمارے چار شخصوں کے سوا امت میں سے سب نے بخوشی بیعت کی۔ چوتھے

سے مراد عمار بن یاسر ہیں (اجتماع طبرسی ص ۸۶) یہ چار نہیں بلکہ پانچ بنتے ہیں۔ مگر اس ظالم نے بھی حسینؑ اور فاطمہؑ کو

اڑا دیا ہے۔ (۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک بھی نہیں۔ (مجالس المؤمنین جلد سوم) سب بنی ہاشم مرتد ہو گئے۔ (مجالس المؤمنین جلد سوم) (لا حول ولا قوۃ الا باللہ العظیم اس منہ پھٹ نے ایک کو بھی نہیں بخشا۔) یہاں یہ بھی سوال پیدا کیا جا سکتا ہے کہ اگر "مزعومہ" اہل بیت کا نام لکھنے کی ضرورت نہ تھی تو پھر چار کے ضمن میں سیدنا علی کے ذکر کی کیا ضرورت پیدا ہوتی۔

بارہ ہزار اصحاب رسول بارہ ہزار تھے۔ آٹھ ہزار مدینہ سے دو ہزار غیر مدینہ سے۔ دو ہزار رہا کردہ لوگوں میں سے اور کوئی ان میں سے نہ قدری تھا نہ مرقی نہ حروری نہ معتزلہ خود رائے۔ پس سب شب و روز روتے تھے اور دعا کرتے تھے کہ یا اللہ خمیری ردی کھانے سے پہلے ہماری روح قبض کر لے۔ (از امام جعفر کتاب فضائل ابن بابویہ دحیات القلوب مجلسی صفحہ ۵۸۸) دروغ گورا حائل نہ باشد۔ کوئی اس ظالم سے پوچھے کہ تمہیں تو یہ بھی معلوم نہیں کہ جن فرقوں کے تم نام لکھ رہے ہو۔ ان کی ابتدا کب ہوئی۔ اور اس وقت یہ جبری قدری حروری کہاں سے آگئے۔

سلمان اور مقداد کا ایمان کتاب اختصاص میں بسند معتبرانا جعفر صادق سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ اے سلمان نیز اے علم

اگر مقداد پر پیش کیا جائے تو وہ کافر ہو جائے۔ پھر آنحضرت نے مقداد کو فرمایا کہ اگر تمہارا صبر سلیمان پر پیش کیا جائے۔ تو وہ کافر ہو جائے (ترجمہ حیات القلوب جلد ۲ - صفحہ ۵۸۸) لے

ایک دردمندانہ اپیل

میرے شیعہ دوستو! ہم سب

کو ایک دن ضرور اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونا ہے۔ وہاں ہمارے اعمال کا ایک ایک ذرہ ہمارے سامنے پیش کیا جائے گا۔ آپ کے پاس آپ کے مجتہدین کے پاس آپ کے مبلغین اور علمائے کرام کے پاس اپنے دین کے متعلق سوائے تاویلات اور مضحکہ خیز روایات کے کچھ نہیں۔ آپ اگر خود اپنے خالق و مالک کو حاضر و ناظر جان کر اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں تو آپ کو روز روشن کی طرح معلوم ہو جائے گا۔ کہ آپ کے عالم محض اپنی انا۔ باطل کی تسکین کے لئے یہ بوجھ اٹھائے پھر رہے ہیں۔ آپ کے عوام صرف حب اہلبیت کے لغو ستانہ سے سرشار ہو کر صراط مستقیم سے بھٹک چکے ہیں۔ قطع نظر سینکڑوں اختلافی مسائل کے اسی ایک بات سے اندازہ کر لیجئے کہ شیعیت تنقادات کا ایک پلندہ ہے۔ اہلسنت میں کوئی علی کا منکر نہیں، کوئی حسین کے فضائل و مناقب سے روگردانی کرنے والا نہیں۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ اہل سنت کس حد تک خانوادہ نبوت کی مدرج و توصیف میں رطب اللسان رہتے ہیں۔ اہل سنت علی اور حسین کے فضائل کے دو طرح سے قائل ہیں۔ سیدنا علی کو صحابہ کرام میں

لے مزید تفصیل کے لئے میری تالیف حقیقت مذہب شیعہ دیکھو۔

بھی شمار کرتے ہیں۔ اور حسینؑ کو اہل بیت سمجھتے ہیں۔ ہرمزان موسیٰ نے جس پودا کی کاشت کی۔ فیروز لولو نے جسے سینچا۔ ابن سبائے جسے پردان چڑھایا آپ بغیر سوچے سمجھے اس کے زیر آلود اور مسموم سائے کیطرت لپکتے چلے جا رہے ہیں۔ آئیے امور متنازعہ میں جس امر کے متعلق آپ دوستانہ ماحول میں جس مقام پر چاہیں خلوت میں پسند کریں یا جلوت میں۔ میں آپ کی اور صرف آپ کی کتب سے یہ واضح کرنے کو تیار ہوں کہ آپ صراط مستقیم سے بھٹک چکے ہیں۔

آپ کے پیڑھے کھسے طبقہ کو خوب یاد ہوگا۔ کہ ۱۹۳۵ء میں سید مصطفیٰ حسین سپرنٹنڈنٹ ضلع گونڈانے تمام مجتہدین عظام اور علمائے کرام کو بذریعہ مکتوب مفتوح مندرجہ ذیل سوالات لکھ کر بھیجے تھے۔ مگر آج تک ان کا جواب نہ دیا جاسکا۔ اور آپ کے ذمہ قرض ہے۔ اور اسی سال کے انجم میں عصمت آئمہ پر جو کچھ لکھا ہے یا لکھا تھا۔ اس سے کس قدر شیعہ عصمت آئمہ کے عقیدہ سے دستبردار ہو گئے تھے۔

سید مصطفیٰ سپرنٹنڈنٹ کے سوالات سے آپ بھی واقف ہو جائیے۔
۱۔ جناب ختمی مرتبت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی مامور من اللہ امام کی ضرورت کیوں روا رکھی گئی ہے
۲۔ شیعہ مجتہدین (الانجم لکھنؤ) کی بحث عصمت امام کا آج تک کوئی جواب نہیں دے سکے اس لئے ان کے نام گزارش ہے کہ اگر انہوں نے دو ماہ کے اندر اندر اس بحث کا جواب نہ دیا تو میں سنی ہوجاؤں گا

۳۔ ڈاکٹر سبطین لکھنوی ایم بی بی ایس

یہاں ایک اور لطیفہ بھی سنتے چلیے۔ نبات الرسول کے سلسلے میں مکتوب مفتوح کے فریاد کو جب جواب نہ ملا تو مذکورہ نے چند شیعہ علماء کو کچھ خط لکھے کہ جواب دیجئے۔ ورنہ میرے تذبذب میں مزید اضافہ ہو جائے گا تو بجائے سوالات کا جواب دینے کے ایک نے لکھا کہ سنی ہو جائیے سنی ہو جائیے آپ کو کون روک سکتا ہے۔ کروڑوں سنی موجود ہیں نور علی نور ہو جائیے اور کوثر بھڑکی نے لکھا کہ آپ اس خبیث (یعنی راقم الحروف) کی کتابیں نہ پڑھیے۔ اگر اس کی کتاب کا جواب لکھا گیا تو سوائے اس خبیث کی شہرت کے کچھ نہ ہوگا۔ اس کی تصنیف جھوٹ کا پلندہ ہے (مگر جناب جھوٹ کے پلندہ کا جواب دینے سے کیوں بھاگتے پھرتے ہیں۔)

۴۔ ڈاکٹر یادر حسین ساتی دینا ضلع جہلم

۵۔ مولوی اسماعیل درس آل محمد لایسپور کا خط مورخہ ۲۰/۵/۳۰
۶۔ ظہور الحسن کوثر جس نے جلاء العیون کا حاشیہ لکھا ہے کا خط ۲۶/۶/۳۰
۷۔ نبات الرسول کے مسئلہ پر ۷، سوال ۱۲۸۶ جھوک ڈرھیل
ضلع بہاولپور مولانا محمد عبدالستار تونسوی حنفی اور مولوی محمد اسماعیل شیعہ لایسپور کے درمیان مناظرہ ہوا۔ مؤخر الذکر کوئی جواب نہ دے سکا۔ مطلوبہ پمفلٹ مناظرہ مولانا عبدالستار تونسوی ضلع ڈیرہ غازیخان سے طلب کیجئے۔

بنی علیہ السلام بوقت وفات فرماتے ہیں

ایہا الناس جاننا چاہیے کہ علی بن ابی طالب میرا چچا زاد بھائی ہے اور میرا وصی ہے۔ وہ قتال تاویل قرآن پر کرے گا۔ جس طرح میں نے تنزیل قرآن پر کیا۔ اور اسی طرح کا کلام مجالس متعدد میں فرماتے تھے۔ بعد اس کے آنحضرتؐ نے اسامہ بن زید کو امیر کیا۔ اور ایک لشکر

۱۔ مشہور شیعہ الحامقانی نے اپنی شہرہ آفاق تالیف تنقیح المقال جلد ۲ صفحہ ۸۴ پر محمد بن عمر الکشی سے جو جرح و تعدیل کے مسئلہ ماہر شیعہ عالم اور جس نے سب سے پہلے اس فن میں کتاب تصنیف کی ہے۔ سے روایت کی ہے کہ بقول اہل علم عبد اللہ بن سبا یہودی تھا۔ مسلمان ہو کر اس نے حضرت علیؑ سے دوستانہ مراسم قائم کئے۔ وہ اپنے یہودیت کے زمانہ میں کہا کرتا تھا یوشع بن نون حضرت موسیٰ کے وصی تھے اسلام لانے کے بعد اس نے حضرت علیؑ کو بنی علیہ السلام کا وصی کہنا شروع کیا۔ مشہور شیعہ عالم کا یہ بیان اس باب میں نص صریح کا حکم رکھتا ہے۔ کہ حضرت علیؑ کے لئے وصی کا لقب سب سے پہلے اس نے اختراع کیا۔ اس روایت کے راوی بقول صاحب تنقیح المقال سب شیعہ تھے اور ابن سبا سے یہ روایت شیعہ علماء کے ذریعے صاحب تنقیح المقال تک پہنچی، جس طرح وصایت کا عقیدہ ابن سبا کے ذہن کی اختراع ہے اسی طرح امامت کی اختراع شیطان الطاق نے وضع کی یہ شخص جعفر (صادق) کا ہم عصر تھا۔

(تفصیل کے لئے دیکھیے تنقیح المقال)

مناقب و اصل فتنہ وغیرہ سے اس کے لئے ترتیب دیا۔ اور حکم دیا کہ ہمراہ اکثر اصحابؓ بجانب بلاد روم جاؤ۔ جس جگہ اس کا باپ شہید ہوا تھا۔ اور غرض حضرتؐ کی اس لشکر کے بھیجنے سے صرف یہ تھی کہ مدینہ اہل فتنہ اور منافقین سے خالی ہو جائے۔ اور کوئی علی ابن ابی طالب سے مخالفت و منازعت نہ کرے۔ اور امر خلافت جناب امیر علیہ السلام پر مستقر اور محکم ہو جائے

تبصرہ

علی علیہ السلام اور تاویل قرآن پر قتال -

ہمیں کسی شیعہ یا سنی کی کسی کتاب میں یہ نظر نہیں آیا۔ کہ سیدنا علیؑ نے تاویل قرآن پر کبھی قتال کیا ہو۔ ہم نے تو کتب شیعہ میں صرف اس قدر پڑھا ہے۔ کہ علیؑ قرآن مرتب کر کے لائے۔ مسجد میں جمع عام میں پیش کیا مگر کسی نے توجہ نہ دی تو آپؑ یہ کہتے ہوئے اپنے حجرے میں تشریف لے گئے کہ اب تم تا ظہور قائم آل محمد اس قرآن کو نہ دیکھو گے۔ چنانچہ اسی جلال العیون میں لکھا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک قرآن جمع نہ کر لوں گھر سے باہر نہ نکلوں۔ اور چادر کندھے پر نہ ڈالوں۔ بعد چند روز کے فرقان ناطق یعنی امیر نے قرآن جمع فرمایا اور جزدان میں رکھ کر سر بھر کر دیا۔ پھر مسجد میں تشریف لا کر جمع ہا جرین و انصار میں ندا فرمائی کہ اے گروہ مردماں حیب میں دفن پیغمبر آخر الزمان سے فارغ ہوا تو بحکم آنحضرتؐ قرآن جمع کرنے میں مشغول ہوا۔ اور جمیع آیات اور سورہ پائے قرآن کو میں نے جمع کیا۔ اور کوئی آیت آسمان سے نازل نہ ہوا جو حضرتؐ نے مجھے سنایا نہ ہو۔ اور اس کی تعلیم مجھے نہ کی ہو۔ چونکہ اس قرآن میں چند

آیات کفر و نفاق منافقین قوم و آیات نص خلافت جناب امیر صریح تھے اس وجہ سے خلقت نے اس قرآن سے انکار کر دیا۔ جناب امیر خشمناک اپنے حجرہ ظاہرہ کو تشریف لے گئے۔ اور فرمایا اس قرآن کو تم لوگ تا ظہور قائم آل محمد نہ دیکھو گے۔ صفحہ ۲۰۲ - ۲۰۳ یہاں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ عباس کے پرنا لے کے لئے تمام انسانوں کو قتل کر دینے کا اعلان اور قرآن جس پر آپ کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اس پر یہ خاموشی۔ اور پھر قرآن سے انکار تو اس وقت ہوا جب خلافت پر دوسرے تابعین تھے آپ نے اپنی خلافت میں بھی وہ قرآن نہ نکالا۔ آپ کے علاوہ دس دوسرے آئمہ بھی اس قرآن سے محروم رہے یہ قرآن گویا اللہ تعالیٰ نے صرف قائم آل محمد کے لئے نازل کیا تھا۔ اور باقی تمام مومنین کو اس وقت سے امام آخر الزمان تک قرآن سے محروم رکھا۔ ۴۔ بسوخت عقل زحیرت کہ اس چہ بو العجیبت۔ بنی علیہ السلام نے متعدد مجالس میں یہ وصیت فرمائی۔ میں مصنف جلاء العیون کے حواریوں کو چیلنج کرتا ہوں کہ کسی اپنی کتاب سے ہی باسناد یہ ثابت کر دیں کہ آنحضرت نے کسی وقت ایسا حکم فرمایا تھا تو میں اپنے اس عقیدہ سے رجوع کرنے کو تیار ہوں۔

۱۔ یہ ظہور قائم آل محمد کی داستان بھی ایک عجوبہ ہے۔

صافی شرح کافی باب پنجم میں ہے۔ کہ جب تک ۳۱۳

مومن نہ ہوں گے۔ امام مہدی آخر الزمان ہرگز ظاہر نہیں

ہوں گے۔ اور یہ کرداروں شیعہ یعنی چہ ؟

لشکر منافقان و اہل فتنہ سے ترتیب دیا اور اکثر اصحاب کو ساتھ بھیجا آنحضرت نے یہ لشکر اس لئے بھیجا کہ مدینہ خالی ہو جائے۔ اور علی خلیفہ بن جائیں۔ اور دوسری غرض یہ تھی کہ زید شہید کی شہادت کا بدلہ لیا جائے علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے لئے بنی علیہ السلام ہر قسم کی کوشش کر رہے ہیں یہاں کئی صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ بنی اور آئمہ ماکان و مایکون کے عالم ہوتے ہیں۔ کیا بنی اور علی کو یہ معلوم نہیں تھا کہ علی کسی صورت میں خلیفہ نہیں بن سکتے۔ دوسری صورت یہ سامنے آتی ہے۔ کہ بنی کی وفات کے بعد صرف تین یا چار آدمی مسلمان رہ گئے تھے۔ تو کیا بنی صرف چار آدمیوں کے لئے علی کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ تیسری صورت یہ سامنے آتی ہے کہ اگر بنی کی وفات کے بعد بارہ ہزار یا مبقول مصنف جلاء العیون کہ ان کے ناموں سے ضخیم کتاب بن سکتی ہے۔ پھر چند سر پھرے منافقوں کا کیا ڈر تھا۔ اور بنی ایسی تدبیریں کیوں کر رہے تھے۔ جس سے آپ کی نبوت بھی نعوذ باللہ مشکوک ہو کر رہ جاتی اور پھر اگر علی خلیفہ بلا فصل تھے۔ تو آپ نے پچیس سال تک منافقوں کے پیچھے نمازیں کیوں پڑھیں۔ ان سے وفات نہ لیکر لاکھوں کی جائیداد کیوں پیدا کی۔ سب سے بڑے منافق اور پیر فروت کو اپنی بیٹی کیوں دی

۱۔ اس مختصر کتابچہ میں اس موضوع پر تفصیل کی گنجائش نہیں۔ صرف شیعہ مذہب

کی کتب اور صفحات کے حوالوں پر اکتفا کرتا ہوں۔ سیدنا علی نے اپنی بیٹی سیدہ کلثوم

سیدنا عمر کے حوالہ عقد میں دیں۔ یہ نکاح ہوا اور ڈنکے کی چوٹ ہوا۔ اسے جھٹلانا یا اس

پر تادیلات کے پلندے تیار کرنا صرف ہٹ دھرمی اور ضد ہی نہیں۔ بلکہ پرستار

کی جہالت اور ظلم بھی ہے۔ (بقیہ صفحہ ۲۸ پر ملاحظہ کیجئے)

نبی اور علیؑ کی بے بسی آخری آیام میں نبی علیہ السلام جب

نزدیک خراب آئے دیکھا کہ ابو بکرؓ نے سبقت کی ہے۔ اور بجائے حضرت کے نماز شروع کی ہے۔ پس حضرت نے دست مبارک سے اشارہ فرمایا کہ پیچھے کھڑا ہو اور خود داخل محراب ہوئے۔ اور لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر نماز کو پھر سے ادا کیا اور بعد نماز گھر میں تشریف لے گئے۔

تبصرہ

مصنف تسلیم کرتا ہے کہ ابو بکرؓ نے نماز پڑھائی مگر فوراً اسے شیعیت کا مردہ گھسیٹ کر دوسری طرف لے جاتا ہے اور پھر سے نماز ادا کی۔ کالفاظ صحیح اور اصل واقعہ کی شکل بگاڑ کر خلافت بلا فصل کی راہ ہموار کرنے کی سعی لاحاصل میں ہلکان ہوتا ہے۔ مگر اس ظالم نے یہ نہیں سوچا کہ میرے ان الفاظ کے پس منظر میں نبی علیہ السلام کی ذات اقدس پر کتنا بڑا اتہام اور بہتان پوشیدہ ہے۔ نبی علیہ السلام کی تیس سالہ تبلیغ کو اس نے پھر سے پڑھا کے لغو فقرے سے عیا میٹ کر کے رکھ دیا۔ اسے اس لفظ کے پس منظر میں یہ بھی نظر نہیں آیا کہ میں وہ کلمہ کیوں کہہ رہا ہوں۔ جس سے یہ معلوم ہو کہ معاذ اللہ نبی علیہ السلام ساری زندگی منافقوں میں گھرے رہے۔ اور آخری وقت ان منافقوں نے آپ کو بالکل بے دست و پا بنا کر رکھ دیا۔ اور آپ اُن تک نہ کر سکے اور صرف ہاتھ کے اشارہ سے روک کر رہ گئے۔ اور عباسؓ کے پر نالہ کیلئے زمین و آسمان کو ایک کرنے والے شاہ مردان بھی دبک کر رہ گئے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷ سے آگے

۱۔ فردع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۴۱ مطبوعہ نوکشتور۔

اس کتاب میں فی تہذیب ام کلثوم کے عنوان سے پورا باب موجود ہے اور اس میں کئی صریح حدیثیں اس نکاح پر موجود ہیں۔ کافی وہ کتاب ہے جس پر امام آخر الزمان کی تصدیق ہذا کاف لشیعتنا یعنی یہ ہمارے شیعوں کے لئے کافی ہے۔ موجود ہے۔

۲۔ شیعوں کی دوسری مایہ ناز کتاب صافی شرح اصول کافی ہے۔ جس کے مصنف ملا خلیل قزوینی ہیں۔ علی علیہ السلام کے لئے آسمان سے وصیت نامہ

نازل ہوا۔ جس میں اشارت اسنت بدامادیہ ۷

کتاب الحجۃ جز سوم باب شعت ریکم ص ۸۲ - ۲۱۸ مطبوعہ نوکشتور اس کتاب میں مزید درجن بھر مقامات پر تہذیب نکاح ام کلثوم باعمر موجود ہے۔

۳۔ استبصار۔ شیعوں کی صحاح اربعہ میں سے ہے۔ مصنف میں محدث اعظم علامہ ابو جعفر طوسی۔ اس کتاب کی جلد ثانی ص ۱۸۵ مطبوعہ مطبع جعفریہ پر دو حدیثیں موجود ہیں۔

۴۔ اس خلیل قزوینی کے متعلق دیباچہ کتاب میں ایک حدیث بدین مضمون ہے۔ فرمایا نبی علیہ السلام نے قزوین میں ایک شخص ہوگا جو ایک پیغمبر کا ہم نام ہوگا۔ لوگ اس کی اطاعت سرعت سے کریں گے خواہ مشرک ہوں یا مومن وہ مرد بھردیگا پہاڑوں کو خوف سے۔ یعنی شوکت و کمال پر پہنچ جائے گا۔

۳۔ تہذیب - یہ بھی شیعوں کی صحاح اربعہ میں سے ہے۔ اس کے مصنف بھی طوسی ہیں۔ اس میں بھی نکاح مذکور پر محمد بن احمد بن یحییٰ بن جعفر بن محمد القتی عن القدر جعفر عن ابیہ سے روایت موجود ہے۔
۵۔ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ جز ثانی ۱۲۴ مطبوعہ مطبع دارالکتب العربیۃ الکبرا مصر کے ۱۲۴ پر نکاح کی تصدیق کے بعد لکھتے ہیں کہ اس کے منکر خواہ خواہ تو جہات باطلہ سے اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کرتے رہتے ہیں۔

۶۔ قاضی نور اللہ شوستری - اگر نبی دختر عثمان زاد - علی دختر بہ عمر فرستاد بکہ کر شیعوں کی لٹیا ہی ڈبوری - اس کے بعد شوستری نے دو اور مقام پر بھی اقرار کیا ہے۔ اور مصائب النواصب میں اس کا اقرار کیا ہے۔ سیف نامہ مصنفہ محمد علی یہ کتاب پہلی بار ۱۲۶۷ء میں مطبع اثنا عشریہ لکھنؤ میں طبع ہوئی۔ اس میں مصنف نے اول فرج غضبت منا پہلی فرج جو ہم سے چھینی گئی پر ۸ صفحات کا ایک طویل مضمون لکھا ہے۔

۸۔ شرح شرائع جس کے مصنف ابوالقاسم قمی ہیں نے بھی زوج علی بنت ام کلثوم من عمر لکھ کر اس نکاح کا اعتراف کیا ہے۔

۹۔ کتاب شہادت مصنفہ محمد حسین موسوی ۳۹۸

ابھی اس بحر میں باقی ہیں لاکھوں لولوئے لالہ۔
مگر ان کا کیا علاج جن کے متعلق کہا گیا ہے۔

اذا حدث کذب اذا خاصم فجس -

صحابہ کرام کو نکالیاں جناب ناظر نے وصیت کی کہ وہ دو

مرد اعرابی جو ہرگز خدا اور

رسول پر ایمان نہ لائے تھے۔ ان پر نماز نہ پڑھنے پائیں۔ ص ۲۳۰
* جناب رسول خدا کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا ادھر دیکھو۔ جب میں نے ادھر دیکھا۔ وہ آدمیوں کو زنجیروں میں جکڑا ہوا پایا۔ ان کے سروں کو پتھروں سے کچلتے تھے۔ اس کے دوسرے روز جناب امیر کے سر پر ضرب لگی اور معلوم ہوا کہ وہ دو اول اور دوم تھے۔ ص ۲۴۹

* یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا برادر علی ابن ابی طالب بعد آپ کے مقہور مظلوم ہوگا۔ اور اس امت کے منافق اس پر غالب ہوں گے۔ اور اس سے غضب مخالفت کریں گے۔ ص ۲۸۹

* بعد ان کے تیسرا اور چوتھا ہوگا۔ (کوثر بھریلوی حاشیہ پر معاویہ اور یزید کو تیسرا اور چوتھا لکھتا ہے۔ اور اسی سانس میں تیسرا عثمان کو کہتا ہے) منہ ان کا سیلا ہو وہ بہت مال جمع کریں گے۔ اور لوگوں کو جہنم کی طرف کھینچیں گے

ص ۱۰۳

اس کو اس میں ملاحظہ منفرد نہیں بلکہ بہت سے اور بھی اس کے ساتھی ہیں۔ شیعہ علماء نجف نے الزہرا نامی ایک کتاب لکھی ہے۔ اس میں یہ زہرا لود اور دلفگار فقرہ لکھا ہوا ہے۔ کان عمر مبتلی بدلا بولایشفیہ منہ الاسا۔ الوجال۔ یعنی معاذ اللہ ثم معاذ اللہ عمر ایسی مرض میں مبتلا تھے۔ جس سے ان کو لواطت کے بغیر راحت نہیں ہوتی تھی۔ (بحوالہ شیعہ سنی اتحاد کمیٹی غلصانہ اپیل از ابو یزید بٹ ص ۲۴)

تفسیر عیاشی اور تفسیر قمی میں ہے کہ الفحشاء سے مراد ہیں جناب آدم اور
الحسکر سے مراد ہیں حضرت ثانی اور البقی سے مراد ہیں مسٹر ثالث -

(مقبول قرآن امامیہ ۵۵۱، ۲۶)

جعفریہ ایبوسی الیقین کی مصباح الہدایت جلد دوم ص ۸۶ پر شیخین رضوان اللہ
علیہم اجمعین کے متعلق صاف لکھا ہے کہ وہ غیر مسلم، منافق، غدار، خائن
آثم اور کاذب ہیں۔ (الینامہ ۲۹)

قرآن میں جہاں جہاں قال الشیطان آیا ہے اس سے مراد وہی ثانی،
(عمر) ہیں۔ (مقبول قرآن امامیہ ص ۵۱۲)

کسی کا قول ہے کہ اگر شیعوں سے پوچھا جائے کہ عیسے کے ساتھی کیسے
تھے کہیں گے بہت اچھے۔ موسیٰ کے ساتھی کیسے تھے۔ جواب دیں گے بہت
اچھے اور محمد کے ساتھی کیسے تھے جواب دیں گے بہت بُرے۔ ان احمقوں
کو اتنا خیال بھی نہیں آتا کہ ہم سب صحابہ کو اپنا درد زبان بنا کر کونسی دین کی
خدمت کو رہے ہیں۔ انہیں آج تک یہ معلوم نہیں ہو سکا۔ کہ جو بس اور
یہود کے گٹھ جوڑنے اسلام کی مخالفت کے لئے جس کام کی بنیاد رکھی تھی آج
ہم پورے طور پر ان کے اس تیار کردہ مسہرے پر عمل کر رہے ہیں۔ اور
اگر یہ بھی کہہ دوں تو بے جا نہیں۔ کہ یہ لوگ مزعومہ اہلبیت کی محبت کے
مدعی برائے نام ہیں۔ حقیقت میں یہ صرف وہی لوگ ہیں۔ اگر یہ حقیقتاً مزعومہ
اہل بیت کے مجدد اور نام یواختے تو انہوں نے علی کو کیوں ستایا۔ حسن کو
کیوں رلایا۔ حسین کو کیوں شہید کیا۔ اور ان کے بعد جو مادہ لوح علوی
ان کے نابو میں آیا اُسے۔ سب زباغ دکھا کر آگے کیا۔ جب وہ قتل ہو گیا
یا گرفتار ہو کر توبہ تائب کر کے پھانسیا گیا تو یہ وہاں سے ایسے گم ہوتے جیسے

زمین ان کو نگل گئی ہے۔ اور لوگوں کو دوبارہ ان کا علم اس وقت ہوا جب
انہوں نے کسی دوسرے علوی کو گھیر کر موت کے منہ میں دھکیل دیا۔
انہیں اولاد علی سے پرکا بہتنی محبت نہ تھی اور نہ ہے۔ ان کا مقصد تھا
دین میں تشننت و افتراق پھیلانا، خانہ جنگیاں گرا دینا۔ اور دور کھڑے ہو
کر تماشا دیکھنا۔ اور جہاں انہیں کسی قسم کی طاقت مل گئی تو حسین طباطبائی
ابن علقمی نفیر الدین طوسی کی شکل میں وقت کے سب سے بُرے اسلام دشمن
شیطان کو چڑھا کر لائے۔ اور شہروں کے شہر ملکوں کے ملک آبادیوں
کی آبادیاں تباہ کرا کے رکھ دیں۔

یہ صحابہ کرام کو برا کہنے والے اور لعنت بر ابو بکر بر عمر بر عمر
(معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) کے وظائف کا ورد کرنے والے کیا اپنے آئینہ کے
ان اقوال کو اپنی کتب میں نہیں دیکھتے۔ جن میں ان عظیم الشان اور جلیل القدر
ہستیوں کا ذکر نہایت ادب و احترام سے لیا گیا ہے۔ ان اللہ کے باغیوں
کو اتنی سمجھ بھی نہیں کہ اگر ابو بکر، عمر، عثمان اور معاویہ اور ولید نہ ہوتے
تو تم آج کسی چوہرے، چمار، ساہنسی، بھید کٹ یا کسی اچھوت کی شکل
میں گلیوں میں بھیک مانگتے یا جھاڑ دیتے یا مُردار کھاتے نظر آتے۔ یہ
ابو بکر، عمر کے جو توں کا صدقہ ہے جنہوں نے ہمارے ابا کو اسلام سکھایا
اور آج تم مسلمان شمار ہو رہے ہو۔ علی بے چارے تو اپنے مختصر سی نام نہاد
خلافت کے درمیں فتوحات تو کجا اللہ ایک لاکھ فرندان تو حید کو خاک و
خون میں تڑپانے کا موجب بنے۔ دَعَا الحیا۔ دَا فَعَلَ مَا شِئْتَ

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جبرائیل ہجرت کے وقت وحی الہی لیکر آئے اور کہا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ابو بکرؓ کو ساتھ لے جائیے وہ اگر آپ سے مانوس ہو جائیں اور آپ کی مدد کریں اور آپ کی موافقت کریں اور جو کچھ آپ سے معاملہ اور عہد کریں۔ اور اس پر قائم رہیں تو وہ جنت میں آپ کے رفیقوں میں سے ہوں گے۔ اور جنت کے بالا خانوں میں آپ کے رفیقوں میں سے ہوں گے۔ (ترجمہ تفسیر امام حسن عسکری

مطبوعہ ایران ص ۱۶۴)

زمانہ نے دیکھ لیا کہ صدیق نے زندگی میں کئی بار اپنا تمام مال حضورؐ کی خدمت میں حاضر کیا۔ بیٹی نکاح میں دی اور اسلام لانے کے بعد ایک لمحہ بھی آپ کی خدمت سے جدا نہ ہوئے۔ پھر یہ بھی زمانے نے دیکھ لیا کہ زندگی بھر رفیق کو نبی نے مرنے کے بعد اپنے پہلو میں جگہ دی اور آج وہ صدیق بے شک نبیؐ کے ہمراہ جنت کے بالا خانوں میں ہے۔ آج اس بھری دنیا میں کوئی ایک شیعہ صدیق اکبرؓ کے متعلق کوئی ایک واقعہ ہی پیش کر کے دکھائے کہ صدیق اکبرؓ نے خلافت توقع فلاں موقع پر آپ کے کسی حکم پر شک تک بھی کیا ہو۔

اس تفسیر میں چند سطور بعد لکھا ہے۔ رسول خدا نے ابو بکرؓ سے فرمایا کہ

اے صدیق اکبرؓ کے متعلق میں اپنی تالیف حقیقت مذہب شیعہ میں شیعہ کتب سے بیسیوں حوالہ جات کے تحت ثابت کر چکا ہوں کہ نبی علیہ السلام کے بعد امت میں صدیق اکبر کا مقام سب سے بلند تھا۔ نیز دیکھیے میری تالیف مقام صحابہؓ۔

تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ اے ابو بکرؓ تم میرے ساتھ رہو (آپ نے اس وقت صدیق اکبرؓ کو یہ ارشاد فرمایا جب صدیق اکبرؓ نے ہجرت کے لئے اجازت طلب کی) اور جس طرح میرا تعاقب کیا جائے۔ اور لوگوں میں یہ چرچا ہو کہ مجھے دعویٰ نبوت پر آمادہ کرتے ہو (ان لفظوں کی گہرائی میں اتر کر دیکھیے کہ صدیق اکبرؓ کا مقام نبی اکرمؐ کی نظروں میں کتنا بلند ہے) اہسا میری وجہ سے تم پر طرح طرح کی تکالیف پیش آئیں۔ ابو بکرؓ نے کہا یا رسول اللہ اگر میں اختتام دنیا تک زندہ رہوں اور ساری عمر مجھے تکلیف دی جائے نہ مجھے موت آئے۔ جو اس مصیبت سے نجات دے۔ اور نہ کسی قسم کی کٹائش جو اس سے رہائی دے۔ اور یہ سب کچھ آپ کی محبت میں ہو تو مجھے زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ میں دنیا میں خوشحال رہوں اور دنیا کی تمام سلطنتوں کا مالک بن جاؤں۔ آپ کی مخالفت میں۔ اور میں اور میرا مال اور میری اولاد آپ پر فدا ہیں۔ تو رسول خدا نے فرمایا۔ یقیناً اللہ تمہارے قلب پر مطلع ہے۔ اور اس نے تمہارے قلب کو تمہاری زبان کے موافق پایا ہے۔ اس لئے اللہ نے تم کو میرے ساتھ وہ تعلق دیا ہے جو کان اور آنکھ اور سر کو جسم کے ساتھ ہوتا ہے اور جو تعلق کہ روح کو بدن سے ہوگا (ایضاً) امام حسن عسکری کے اس ارشاد کے بعد جو شخص صدیق اکبرؓ کو برا کہتا ہے۔ وہ کوئی مجلسی ہو یا شوستری ابن ابی الحدید ہو یا نجم الہدیٰ سراسر زندیق، کافر، کذاب اور مرتد ہے۔

اپنے امام کے حکم کے علی الرغم فتویٰ دینے والا نبی کے خلاف کہنے والا اس سے بھی بڑھ کر بدتر اور پلید نہیں تو اور کیا ہے۔

حملہ حیدری کے چند اشعار بھی سن لیجئے۔

چین گفت راوی کہ سالار دیں چوں سالم بحفظ جہاں آفریں
نہ نزدیک آن قوم پر مکر رفت بسوئے سمرائے ابو بکر رفت
پیچے ہجرت او نیزے آمادہ بود کہ سابق رسولش خبر داد بود
بنی بردر خانہ رش چوں رسید بگوشتش صدائے سفر در کشید
چوں بو بکر زان حال آگاہ شد زخانہ بردل رفت و ہمراہ شد
چوں رفتند چندے بہ اماں دشت قدم فلک سائے مجرد گشت
ابو بکر آنگاہ بدوش گرفت و لے این حدیث است بآن شگفت
کہ در کس چنان قوت آید پدید کہ باریت تو رند کشید

گرفتند در جوت آن غار جہاں دے پیش بو بکر بنہا دیا
بہر جا کہ سوراخ یار خنہ دید قبارا بدرید و آن رخنہ چید
بدیں گوئے تا شد تمام آرم قبا یکے رخنہ نگر فتنہ ماند از قضا
بر آن رخنہ گویند آن یار غار کف پائے خود رائے غود استوا

ع۔ پوسنی صاحب نے جملہ العیون میں لفظ یار پر دو صفحے صرف کئے ہیں جن کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے کہ جاہل مسلمانوں کا یہ کلمہ جاہلیت ہے۔ اس لفظ یار میں سراسر توہین رسالت اور بہتک صحابہ کرام ہے۔ (صحابہ کرام کی بہتک کا لفظ نامعلوم پوسنی صاحب کی قلم سے کیسے نکل گیا) یار کے معنی میں ساتھی مددگار حمایتی آشنا، معشوق، محبوب، ولیر جانی ناجائز تعلق رکھنے والا عیار و دوست چالاک آنکھ لگانا آشنائی کرنا۔ اب ظاہر (باقی اگلے صفحہ پر)

نیاد خنیں کا اے از غیر او بد نیساں چوں ہر دخت از دخت
دو آمد رسول خدا ہم بخار نشستند یکجا بہم ہر دو یار
شد پور بو بکر ہنگام شام! رساندے در آن غار آب و طعام
نمودے ہم از حال اصحاب شہر حبیب خدائے جہاں را خبہر

اس کا مختصر سا مطلب یہ ہے کہ نبی علیہ السلام حضرت ابو بکر صدیق کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت ابو بکر بھی ہجرت کے لئے آمادہ تھے چونکہ نبی علیہ السلام نے پہلے ہی اطلاع دیدی تھی۔ نبی علیہ السلام نے حضرت ابو بکر کے گھر پہنچ کر ہجرت کا مشورہ سنایا۔ آپ گھر سے نکل کر نبی علیہ السلام کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ جب کچھ فاصلہ طے کیا۔ تو نبی علیہ السلام کے پائے مبارک زخمی ہو گئے۔ اس وقت حضرت ابو بکر نے آنحضرت کو اپنے کندھے پر اٹھا لیا۔ یہاں حملہ حیدریہ

ہے کہ اپنے سے بزرگ کے لئے یہ الفاظ استعمال نہیں کر سکتے۔ ۲۲۔ ۲۵
میاں پوسنی صاحب آپ سے پہلے مصنف حملہ حیدریہ کو یہ خیال کیوں نہیں آیا، پوسنی صاحب! اس کے لئے مصنف حملہ حیدریہ کی طرف رجوع کیجئے۔ حقیقت یہ ہے کہ شیعہ مذہب کی تصانیف ایک بھان متی کا پٹاڑ ہیں۔ ایک کچھ الپتا ہے۔ دوسرا کچھ کہتا ہے اور سب ایک دوسرے کی لاپ سے بے خبر ہیں۔

کا مصنف کہتا ہے۔ کہ یہ بڑی حیرانی کی بات ہے۔ کہ ابو بکرؓ نے آخر بار نبوت کس طرح اٹھالیا۔
جب غار کے دنانے پر پہنچے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے غار میں داخل ہوئے۔ اپنی قبائلی پھاڑ کر تمام سوراخ بند کیئے۔ پھر بنی علیہ السلام اندر تشریف فرما ہو گئے۔ قنارہ دو سوراخ باقی رہ گئے۔ ان میں صدیق اکبر نے اپنے پاؤں دیدیئے۔ ایسا کام اور کسی سے نہیں ہو سکتا تھا۔ جو صدیق اکبر نے کر دکھایا۔ صدیق اکبر کا لڑکا شام کو کھانا لاتا اور شہر کے حالات سے بھی حبیب خدا کو آگاہ کرتا۔

شیعوں کی کتب سے عداوت صحابہ کرام کے متعلق سینکڑوں حوالے پیش کئے جاسکتے ہیں۔ مگر اس موقع پر خوف طوالت اختصار سے ہی کام لینا

۲۔ شیعہ کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے روز بنی علیہ السلام نے حضرت علیؓ کے کندھوں پر سوار ہو کر کعبہ کی دیواروں سے تصادیر مٹائیں اور بت گرائے تھے اور سوائے علیؓ کے کوئی بار نبوت نہیں اٹھا سکتا تھا۔ یہاں حملہ جدید یہ کہ مصنف ان کے منہ پر اس زنائے کا تھپڑ مار رہا ہے کہ اگر ان میں ذرہ بھر بھی ایمان اور غیرت ہو تو دُوب مریں۔ صدیق اکبرؓ تین میل کا فاصلہ حضورؐ کو اٹھا کر لگے پھر یہ واقعہ بھی غلط ہے کہ فتح مکہ کے وقت بنی کے حبیب اور بت گرائے والے علیؓ تھے حقیقت میں وہ علیؓ سیدنا ابوالعاص بن ربیع کے بیٹے تھے نام کی مشابہت نے شیعوں کے ماتھے میں ایک حربہ تھا دیا اور وہ ہر جگہ یہی لپٹ رہے ہیں کہ علیؓ کے بغیر نبی کا بوجھ کوئی نہیں اٹھا سکتا۔ دیکھو حاشیہ قصیدۃ الصداقت العظمیٰ صفحہ ۲۲

پڑا ہے۔ اگر اس گروہ کے کسی فرد کے دل میں انصاف کی ایک رشتہ بھی باقی جوتی تو یہ لوگ اپنی کتب میں مندرج اپنے آئینہ کے اقوال کے علیٰ الرغم یوں، ہرزہ سرائی اور بے ہودہ گوئی کو نہ اپناتے۔

آئیے! آپ کو ذرا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دربار میں لے چلتا ہوں کہ آپ صحابہ کرام کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ یہ ہے مجموعہ آپ کے خطبات و ارشادات اور اقوال و نصایح کا۔ اس کا نام ہنج البلاغہ ہے۔ آپ لوگ بلا خوف و بلا اختلاف اس کتاب کو سیدنا علیؓ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اس کے مرتب کوئی شریف الرضی ہیں۔ اور اس وقت اس کی بیسیوں شرحیں متداول ہیں۔

لیجئے! ایک خطبہ کا اقتباس سنئے! اور یہ خطبہ آپ نے اس وقت فرمایا جب آپ کے شیعوں نے آپ کا ناطقہ بند کر دیا۔ ان کی نافرمانیوں نے آپ کو بہت تنگ کیا۔ ان کے افعال و کردار سے آپؐ بیزار ہو گئے۔ آپ فرماتے ہیں۔

وہ لوگ کہاں ہیں جنہیں اسلام کی دعوت دی گئی تو فوراً قبول کیا قرآن پڑھا تو اسے خوب اپنایا۔ جب قتال کی اہنیں ترغیب دی گئی تو تلواریں اپنے میانوں سے سونت کر ایسے شوق سے میدان جنگ میں آگئے جیسے دودھ دینے والی مادہ شتر اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے لئے آتی ہے۔ وہ جتنا جھٹھا ہو کر زمین میں پھیل گئے۔ اور جنگ کے لئے قطار در قطار ہو گئے۔ کچھ شہید ہو گئے۔ اور کچھ غازی بن کر واپس لوٹے۔ گویہ زاری کی کثرت کی وجہ سے ان کی آنکھیں سفید تھیں۔ مسلسل روزے رکھنے کی وجہ سے ان کے پیٹ لاغر تھے۔ کثرت و عمار کی وجہ سے ان کے ہونٹ

خشک تھے۔ شب بیداری کی وجہ سے ان کے چہرے زرد پڑتے۔ ان کے چہرہ پر
پر خشوع و خضوع کرنے والوں کی اداسی تھی۔ یہ میرے وہ بھائی ہیں جو گزر
چکے ہیں۔ اب ہمارے ذمے واجب ہے کہ ان کے لئے پیار و محبت کا
اظہار کریں۔ اور ان کے فراق پر آنسوؤں کے ساتھ کاٹیں۔

(ترجمہ ہنج البلاغہ جزو اول صفحہ ۲۳۴)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بعد ہی معاملہ ختم ہو جاتا ہے
اور آپ کے اس بین ارشاد کے بعد آپ کی مخالفت کی راہ چلتے والا
ایک مزاج انسان کی منظروں میں پرلے درجے کا زندیق، فاسق
اور فاجر ہے۔ آپ صحابہ کرام کو بلا استثنا اپنے بھائی کہنے کے بعد کہتے
ہیں۔ ان کی محبت ہم پر واجب ہے۔ اور یہ دو دھوکے کے پوستی اپنے
امام اول کے ارشاد کے بالکل خلاف صحابہ کرام کی خطا پر ہر وہ بُرا
لفظ چسپاں کرنے سے نہیں ڈرتے جو انہیں کسی لغت کی کتاب میں مل
گیا۔ آگے چلیے۔

میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو دیکھا۔ میں تم میں سے
کسی کو بھی ان جیسا نہیں پاتا۔ وہ صبح کو دھول میں اٹے ہوتے تھے۔ راتوں
کو سجدوں اور قیام کی حالت میں گزارتے تھے۔ (کیا بہترین تفسیر فرمائی
ہے سیدنا علیؑ نے ان آیات کی۔

والذین معہ رشد علی الکفایا ہا بینہم تراہم رکعاً سجداً
یتبتغون فضلا من اللہ ورضوانا سیماہم فی وجہہم من
اشرا السجد۔ گویا صحابہ کرام کو آپ ان آیات کا مصداق سمجھ کر
یہ فرما رہے ہیں۔ وہ کبھی اپنی پیشانیاں زمین پر رکھتے تھے کبھی رخسارے

وہ اپنی آخرت یاد کرتے تو معلوم ہوتا کہ ان کا رُوح پر کھڑے ہیں۔ ان کی آنکھوں
کے درمیان لمبے سجدوں کی وجہ سے مینڈھے کے گھٹنوں جیسے گٹھے ہوتے تھے
جب اللہ کا ذکر ہوتا تو ان کی آنکھیں آنسو برسائیں۔ یہاں تک کہ گریبان تر ہو
جاتے۔ اور عذاب کے خوف سے اور ثواب کی امید سے ایسے لرزتے اور
کپکپاتے جیسے تیرا ندھی میں درخت کی حالت ہوتی ہے

(ترجمہ جزا صفحہ ۷۳) ہنج البلاغہ عربی ج ۱ صفحہ ۱۹۰

سُبْحَانَ اللہ سیدنا علیؑ نے جن الفاظ میں صحابہ کرام رضوان اللہ
کی تعریف فرمائی یہ آپ کا ہی کام تھا۔ آج تک آپ جیسے الفاظ میں
صحابہ کرام کی مدح کوئی نہ کر سکا۔ اور آپ ایسا کیوں نہ کرتے جبکہ آپ
نے دس سال کی عمر سے لے کر لگاتار پانچ عشرے ان کے ساتھ گزارے۔
تیس سال نبی اکرمؐ کی موجودگی میں اڑھائی سال صدیق اکبرؓ کی خلافت میں بارہ
سال فاروقی اعظمؓ کی خلافت میں دس سال سیدنا ذوالنورینؓ کی خلافت میں۔

ایک وقت وہ تھا کہ ابوطالب بھوکوں مر رہا تھا۔ اور نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم اپنے چچا کی اولاد کی بھوک کو برداشت نہ کر کے انہیں اپنے
گھر لائے۔ پرورش کی، بیٹی دی، اور وفات کے بعد صدیق اکبرؓ نے
ہر اہم مقام پر آپ سے مشورہ طلب کر کے آپ کی عزت افزائی کی۔
اور فاروقی اعظمؓ کی ذات سے تو آپ ایسے متاثر ہوئے کہ اپنی بیٹی ان
کے عقد میں دیدی۔ حضرت ذوالنورینؓ سے آپ کا دو مہر تعلق تھا۔
مگر اب انہیں خلافت کا موقع ملا۔ تو وہ گذشتہ عیش بے فکر سی آرام
اور امن کے دن یاد آنے لگے۔ کاش کہ آپ حضرت ذوالنورینؓ کے

قاتلوں کی سرپرستی سے دست کش ہونے کی جرأت کر کے ان کے حصار سے نکلنے کی ہمت کرتے۔ تو اس قدر پریشانی میں باقی زندگی نہ گزرتی اور آپ گزشتہ زندگی کے آرام کو یاد کر کے یوں متاسف نہ ہوتے۔ یہاں وہ لوگ ہیں جن کے فکر و دماغ میں اللہ تعالیٰ نے ان سے مناجات کی ہے۔ اور ان کی عقلوں میں ان سے کلام کیا ہے۔ پس ان کے دل، آنکھیں اور کان نور بیداری اور ہدایت سے منور ہو گئے۔ وہ گزشتہ ایام میں اللہ کی اپنے ادھر کی ہوئی نعمتوں کو یاد کرتے ہیں۔ اس کے مقام جلالت سے خوف کھاتے ہیں۔ وہ گویا بیابان جنگلوں میں ہدایت کے نصب شدہ نشانات ہیں۔ جو میانہ روی کرے اس کا طریقہ پسند کرتے ہیں اور اسے نجات کی بشارت دیتے ہیں۔ اور جو شخص دائیں بائیں چلتا ہے اس کے راستہ کی مذمت کرتے ہیں۔ اور ہلاکت سے ڈرتے ہیں۔ اسی طرح وہ ظلمات کے لئے چراغ ہیں۔ اور شبہات کو فوج کرنے والے دلائل تھے۔ وہ ذکر اللہ والے تھے۔ کہ دنیا کے بدلے اسے لے لیا۔ پس کوئی تجارت اور خرید و فروخت انہیں اس سے غافل نہ کر سکیں۔ وہ زندگی کے دن اسی میں کاٹتے تھے۔ اور غفلوں کے کانوں میں اللہ تعالیٰ کی محرمات سے ڈانٹ اور توبیخ سناتے تھے۔ الفصاف کا حکم کرتے اور خود بھی اس پر کاربند تھے۔ برائی سے روکتے تھے۔ گویا انہوں نے دنیا کو آخرت کی طرقت پھینک دیا تھا۔ کہ دنیا میں رہتے ہوئے اس کے بعد کی چیزوں کا مشاہدہ کیا۔ اور وہ اہل برزخ کی اس طویل اقامت کی پوشیدہ چیزوں پر مطلع ہو گئے تھے۔ اور قیامت کا منظر ان کے سامنے تھا۔ اور اس کا پردہ دنیا کے سامنے لایا۔ میں نے ان کو ہدایت کے واضح

جھنڈے اور ہدایت کے لئے روشن چراغ پایا۔ رحمت کے فرشتے ان کو گھیرے رہتے تھے۔ ان پر سکینہ و رحمت نازل ہوتی تھی۔ اور ان کے لئے آسمان کے دروازے کھلتے تھے۔ بہت عالیشان رہائش گاہیں ان کے لئے تیار کی گئیں تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے مقام اور مرتبہ پر مطلع تھا ان کی نیکیوں اور قربانیوں کو قبول کر لیا۔ اور ان کے مقام عالی کی تعریف کی (ہجج البلاغہ جلد دوم ۳۳۷)

فرمائیے میاں پوستنی صاحب ایندکچنی کیا خیال ہے آپ کا سیدنا علیؑ کے اس ارشاد کے معاملہ میں۔ ملا باقر غریب نے اگر کہیں جلاء العیون میں کوئی اس قسم کا فقرہ لکھ دیا جس سے صحابہ کرامؓ کی کسی صفت کا کوئی پہلو نمایاں ہوتا تھا۔ تو آپ نے فوراً حاشیہ میں یہ جڑ دیا کہ ایسی روایات فریق مخالف سے ملا صاحب نے نقل کی ہیں۔ اب سیدنا علیؑ کو آپ کیا کہتے ہیں۔ کہتے اور کھل کر کہتے۔ جھینڈے نہیں۔ اس میں شرمندگی کی کوئی بات نہیں۔ سیدنا علیؑ کو آپ نے محض اپنی مطلب براری کے لئے ایک آڑ کے طور پر استعمال کرنے کے لئے یہ سب کھڑا کر دیا ہے۔ ورنہ علیؑ واقعی آپ کے فریق مخالف ہیں۔ اسی لئے آپ نے ان کی خلافت کے دور کو ان کے لئے کانٹوں کی سیج بنائے رکھا۔ ان کے ایک بیٹے کو ذلیل کیا۔ اس کے نیچے سے جائے نماز کھینچ لی۔ ان میں نیزہ مارا۔ کندھے سے چادر اتار لی۔ اور مذکور المؤمنین جیسے سو قیامت لفظ سے مخاطب کیا۔ آپ کے دوسرے بیٹے کو چکے، دھوکے اور فریب سے خط لکھ کر کوفہ بلایا۔ جیب وہ غریب پہنچا تو ایسے آنکھیں چرا لیں جیسے کبھی دیکھا ہی نہیں تھا۔ اور جب وہ غریب الوطن تمہاری بے حیائی

اور خباثت سے مطلع ہو کر عازم دمشق ہوا تو تم نے اسے شہید کر دیا۔ اور دنیا کی طرف سے لعنت کے ڈنگورے برسے لگے تو تو امین بن کر نمودار ہو گئے۔

۷۔ ان کو اللہ تعالیٰ کی ملاقات ہی سب ملاقاتوں سے بڑھ کر محبوب تھی وہ اپنی آخرت کا ذکر کر کے ایسی بے چینی سے تڑپتے تھے۔ گویا آگ کے انگارے پر تڑپ رہے ہیں۔ میرے وہ بھائی جنہوں نے قرآن پڑھا تو اس پر خوب عمل کیا۔ احکام شریعہ میں غور کیا۔ اور بجالائے۔ سنت نبوی کو زندہ کیا اور بدعات کو ختم کیا۔ جب جہاد کی طرف بلائے گئے تو اپنی جانوں کو قربان کیا زندہ ہونے کی صورت میں اپنے قاید پر اعتماد کرتے ہوئے اس کی پوری اتباع کی۔

(ترجمہ منہج البلاغہ جز ۲ صفحہ ۱۳۱)

۸۔ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
تاناؤ ان کو منزل مقصود پر پہنچا دیا اور نجات کے مقام تک لا
چھوڑا۔ ان کو بلاٹھی سیدھی ہو گئی۔ اور ان کی ایمانی چٹان اپنی جگہ ٹک گئی۔

۹۔ اس سلسلہ میں ملاحظہ ہو کتاب قائدان حسین مصنفہ مولانا حافظ حکیم عبدالشکور صاحب مرزا پوری اور مؤلف موصوف کی دوسری کتاب دشمنان حسین۔ ان ہر دو کتب کا جواب جنہیں طبع ہوئے آج تقریباً نصف صدی سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔ آج تک کسی شیعہ سے بن نہیں پڑا۔ اور انشاء اللہ تا قیامت ان کا جواب قرض رہے گا۔

بجدا میں بھی اس قافلہ کے آخر میں تھا۔

(منہج البلاغہ جز ۱ صفحہ ۷۷)

میاں پوستی صاحب آیا کچھ خیال شریفین میں۔ سیدنا علی اپنے آپ کو اس قافلہ کا آخری فرد کہہ رہے ہیں۔ جو بنی علیہ السلام نے تیار کیا اور سیدنا علی سے پہلے گزر گیا۔ مگر آج آپ نامعلوم کس پنک میں آکر اپنے اٹے سیدھے دیا کھانوں سے لوگوں کو گمراہی کیطرت بلا رہے ہیں۔ اور جب کوئی آپ کے ساتھیوں میں سے آپ کی کتابوں سے کوئی حقیقت پیش کرے۔ اور آپ سے اس کا کوئی جواب نہ بن پڑے تو بغلیں جھانک کر یہ کہنے میں ہی عافیت سمجھیں کہ فلاں خبیث کی کتابیں نہ پڑھو۔

سیدنا علی کے اس اشارے سے واضح ہوتا ہے۔ کہ بنی اکرم کی وفات کے بعد صحابہ کرام میں سے کوئی مرتد ہوا نہ منافق۔ کیونکہ منزل مقصود پر پہنچنے والا ضلالت اور گمراہی کا شکار نہیں ہو سکتا۔ ماکان اور مایکون کے مرعومہ عالم اور امام اول بلکہ ان کے رب السموات والارض کے ان کلمات کا منکر

۹۔ ہم گروہ صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں اپنے ابا، بیٹوں بھائیوں اور چچوں کو بھی قتل کر ڈالتے تھے۔ اور اس سے ہمارے ایمان و یقین اور راہ راست پر گامزن میں اضافہ ہی ہوتا تھا۔ تکالیف شافہ پر صبر اور دشمنوں سے جنگ پر شوق بڑھتا تھا۔

(منہج البلاغہ جز ۱ صفحہ ۱۰۰)

۱۰۔ میں اٹھا اور ابو بکر کے ماتھے پر بیعت کی..... ابو بکر کی حکومت ٹھیک اور روش سیدھی رہی اور میں ان کی مجاہدانہ اطاعت کرتا رہا۔

(منہج البلاغہ صفحہ ۸۸۱)

۱۱۔ غمدۃ البیان میں سید علی شیبی واذا اذنا سدا لبني الى بعض اذا وجد الخ کی تفسیر میں لکھتا ہے کہ اس کے شان نزول میں لکھا ہے کہ کہتے ہیں کہ رسول خدا نے مار یہ قبضہ کو اپنے اوپر حرام کر دیا۔ اور حفصہ کو اس راز کے پوشیدہ رکھنے کی بہت تاکید کی اور فرمایا۔ ایک راز میرا اور ہے۔ کہ تیرے رد برد اسے بیان کرتا ہوں اس کو بھی کسی سے بیان نہ کرنا اور اس کے پوشیدہ رکھنے میں خیانت نہ کرنا۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ میرے بعد ابو بکر اور عمر باپ تیرا مالک اس امت کے ہوں گے۔ اور بادشاہی کریں گے اور بعد اس کے عثمان حکومت کرے گا۔ حفصہ یہ بات سن کر خوشی سے پھولا نہ صحابی اور یہ دونوں راز حضرت کے عائشہ سے جا کر کہہ دیئے۔

(تفسیر غمدۃ البیان جلد ۳ صفحہ ۲۶۱)

کہاں گئیں حدیث قرطاس پر آپ کی لن ترانیاں

۱۲۔ سیدنا علی کا ارشاد۔ من فضلی علی ابی بکر جلد نہ حد المفری (افادات و عیون) جس نے مجھے ابو بکر پر فضیلت دی میں اس کو مفری کی حد دلا دوں گا۔

۱۳۔ واسطی اللہ کے ہیں بلاذ ابو بکر کے البتہ اس نے کجیوں کو راست کیا بیماریوں کا علاج کیا۔ اقام السنۃ و خلفہ ابلاغۃ و زہب نقی الثواب طفیل العییب اصاب خیرا۔ اس نے سنت کو قائم کیا۔ بدعت کو دور کیا۔ پاکدامن ہو کر رخصت ہوا۔ عیب کم اور نیکیاں زیادہ بنیں۔

(منہج البلاغہ)

منہج البلاغہ کے اقتباسات کے بعد کسی امام کی مزید گواہی کی ضرورت نہ

تھی۔ اور یہ بھی خوب معلوم ہے کہ اس موضوع پر جس قدر ثبوت ان شیخان علی کے مسلمے پیش کئے جائیں گے۔ یہ ہرگز ہرگز تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہوں گے۔ مگر حضرت علی (زین العابدین) کے ان کلمات کا اعادہ کئے بغیر آگے بڑھنے کو جی نہیں چاہتا یہ ہے صحیفہ کاملہ جو آپ کی دعوت کا مجموعہ ہے۔ حضرت محدث صحابہ کرام پر درود بھیجتے ہوئے کہتے ہیں۔

۱۴۔ اے اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر بھی رحمت نازل فرما۔ جنہوں نے بہت اچھی طرح حضور کی صحبت کی۔ جو معیتوں میں مبتلا کئے گئے۔ اور آپ کی نصرت میں مشکلات برداشت کیں۔ اور کما حقہ آپ کی حفاظت کی۔ آپ کی جماعت قوی تر بنانے میں بھاگ دوڑ کی۔ آپ کی دعوت قبول کرنے پر ایک دوسرے سے سبقت کی۔ اور ایسے مقام پر دعوت کو قبول کیا کہ آپ نے اپنی رسالت کی واضح دلیل ان کو سنائی۔ کلمہ حق کے اظہار کے لئے اپنی بیویوں اور اولاد کو چھوڑ دیا۔ اپنے ابا اور اولاد سے جنگ کی۔ تاکہ آپ کی نبوت ثابت قدم رہے۔ نیز یہ لوگ آپ کی محبت میں سرشار تھے۔ اور آپ کی دوستی میں ایسی تجارت کی امید رکھتے تھے۔ جس میں کوئی خسارہ نہیں۔ اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ (دین کی نصرت کیلئے) رگوں میں سریش کی مانند چپٹ گئے۔ تو قوم قبیلوں نے انہیں چھوڑ دیا۔ اور سب رشتے ناٹے ختم ہو گئے۔ جب آپ کی رشتہ داری کے سائے میں انہوں نے سکونت اختیار کی۔ اے اللہ تیری رضا اور تیرے بغض میں انہوں نے جو چھوڑا اس کے طفیل انہیں نہ بھلانا اور اپنی رضامندی سے انہیں راضی رکھنا اور اس وجہ سے بھی ان سے راضی رہنا کہ انہوں نے مخلوق کو تیرے دین پر جمع کیا ہے۔

وہ تفسیری طرف اور تفسیرے دین کے لئے مخلوق کو دعوت دینے والے تھے۔
اے اللہ تیری رضا کے لئے ان کے اپنی قوم کو چھوڑ دینے کی تو قدر دانی فرما۔ اور
اور کٹاکش رزق سے نکل کر تنگی کی طرف آجانے پر تو ان کو اجر خیر عطا فرما۔
مجھے از حد افسوس ہے کہ میں اس موضوع پر ان کے دیگر مزمومہ
آئمہ کے اقوال پیش نہیں کر سکا۔ ورنہ یہی کتابچہ ایک ضخیم کتاب کی شکل
اختیار کر جاتا۔ صرف پوستی صاحب کی خدمت میں یہ عرض کر کے ان سطور
کو ختم کرتا ہوں۔ کہ حضرت جی چنگ سے نکلے۔ ٹھنڈے پانی سے سردھویئے
آنکھیں ملیئے اور خبردار ہو کر دوبارہ جلا۔ العیون کے حاشیہ پر اپنی خامہ
فرساتی پر نظر ڈالئے۔

تو چمے سرائی و آئمہ تو چمے فرمایند۔

۱۵۔ امام حسنؑ روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
فرمایا کہ ابو بکر بمنزلہ میرے سمیع کے ہیں۔ اور عمر بمنزلہ بصر کے اور عثمانؓ
بمنزلہ دل کے ہیں۔

(معانی الاخبار مصنف شیخ ابن بابویہ قمی بروایت امام موسیٰ رضا)

۱۶۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا، ابو بکرؓ اور عمرؓ دونوں امام ہیں۔ عادل ہیں
اور انصاف کرنے والے ہیں۔ دونوں حق پر تھے۔ اور میرے حق پر۔ ان
دونوں پر رحمت خدا کی قیامت کے دن۔

۱۷۔ اول نہار میں ایک منادی آسمان سے ندا کرتا ہے کہ اگاہ ہو جاؤ کہ
علی اور ان کے گھر والے مراد کو پہنچیں گے۔ (علی کے گھر والے صرف وہی
ہو سکتے ہیں۔ جنہوں نے ان کا حکم مانا کہ وہ جو ہر مقام پر آپ کی مخالفت
کرتے رہے اور آپ اپنی خلافت کے زمانہ میں ان سے نالاں رہے)

پھر فرمایا اور شام کے وقت ایک منادی ندا کرتا ہے کہ اگاہ ہو جاؤ کہ عثمانؓ
اور ان کے گھر والے مراد کو پہنچیں گے۔ (فروع کافی جلد ۲ کتاب الرد منہ
بروایت محمد بن علی الطبری)

۱۸۔ شامیوں کے متعلق حضرت علی کا قول والظاهر ان ربنا
واحد و بنینا واحد الخ کہ ہم دونوں کا رب بھی ایک ہے اور
بنی بھی ایک ہے (ربیع البلاغہ)

سیدنا علی کے ان ارشادات کی روشنی میں صحابہ کرام کی شان میں
گستاخی کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج منظور سمجھنے میں نبی کے سچے
امتی کو کوئی امر مانع نہیں۔

۱۹۔ سیدنا علی کے نزدیک شیطانی گروہ کون ہے۔

قال بنی علیہ السلام الزموا السواد الاعظم فانما ید الله علی
الجماعۃ وایاکم والفرقتا فان الشاذ من الناس
للسیطان كما ان الشاذ من الغنم للذئب

ایسے لوگوں کے حق میں جو سواد اعظم سے کٹ گئے آپ فرماتے ہیں۔

الا من دعا هذا الشعب فاقتلوه ولو كان تحت عمامتی هذا

(ربیع البلاغہ صفحہ ۹۳) خبردار جو نہیں جماعت سے الگ

ہونے کی دعوت دے اگرچہ میری دستار کے نیچے کھڑا ہوا سے
قتل کرو۔

ما تم

اے فاطمہ واضح ہو کہ پیغمبر کے مرنے میں گریبان چاک نہ کرنا چاہیے۔ اور بال نہ نوچنے چاہیے۔ اور واویلا نہ کہنا چاہیے۔ اور وہ کرنا چاہیے جو تیرے باپ نے ابراہیم کے مرنے پر کیا۔ کہ آنکھیں روتی ہیں اور دل درد مند ہے۔ اور میں وہ نہیں کہتا جو موجب غضب پروردگار ہو۔ اور اے ابراہیم میں تجھ پر اندوہناک ہوں اور اگر ابراہیم زندہ رہتا تو لازم تھا۔ کہ پیغمبر ہوتا۔ (جلد اول صفحہ ۱۱۱) یہاں بھی میاں پوستی نے ایک طویل حاشیہ سپرد قلم فرمایا ہے اے فاطمہ! جب میں مر جاؤں اس وقت تو اپنے بال میری موافقت میں نہ نوچنا۔ اور اپنے گیسو پر لٹیان نہ کرنا اور واویلا نہ کرنا۔ (جلد اول صفحہ ۱۱۲) یہاں بھی میاں پوستی کا طویل الہام حاشیہ پر موجود ہے۔

سیدنا علیؑ کی پرورش

ابن بابویہ نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ جناب امیرؑ نے فرمایا۔ بعد رسولؐ پہلی بلا اور امتحان مجھ پر وارد ہوا یہ تھا کہ میرا پیغمبر حضرت مسلمانوں میں کوئی مولیٰ و مددگار نہ تھا۔ (بارہ ہزار کدھر گئے) کہ میں اس پر اعتماد کرتا اور امید و تمسک اس سے رکھتا۔ حضرتؑ نے مجھے چپن میں تربیت کی۔ اور جب میں بڑا ہوا اپنی پناہ میں رکھا۔ یمنی سے نکالا۔ میرے اور میرے عیال کے خرچ کی کفالت فرمائی۔ مجھے ہر

حالت سے بے نیاز کیا۔ حضرتؑ کی برکت سے محتاج نہ ہوا۔ اور اسی طرح چند نعمت ہائے دنیا حضرتؑ کی برکت سے ہبیا تھیں۔
جز ۱ ۱۲۳ - ۱۲۴ (اور حبیب حضرتؑ نے لڑکی دی تو اسے جی بھر کر ستایا)

ولادت سیدہ فاطمہؑ

جب خدیجہؑ نے جناب رسول خداؐ کے ساتھ عقد کیا اور زنان مکہ بوجہ اس عداوت کے جو حضرتؑ سے رکھتی تھیں۔ علیحدہ ہو گئیں۔ اور ان کو سلام کرنا چھوڑ دیا۔ اور کسی عورت کو خدیجہؑ کے پاس نہ جانے دیتی تھیں۔ خدیجہؑ کو اس سبب سے کمال صدمہ ہوا۔ لیکن زبادہ ربیع و غم خدیجہؑ کا حضرت رسول خداؐ کے لئے تھا کہ مبادا شدت عداوت کے کوئی صدمہ حضرتؑ کو پہنچے (اس وقت تو بنی مکہ والوں کے لئے آئین و صادق تھے پھر یہ خوف کا ہے کا) جب بچل فاطمہؑ حاملہ ہوئیں۔ جناب سیدہ شکم میں ان سے بائیں کرتی تھیں۔ اور مولیٰ و ہدم خدیجہؑ کی تھیں۔ اور خدیجہؑ کو سبردنسی دیتی تھیں۔ اور خدیجہؑ اس حالت کو حضرتؑ سے پوشیدہ رکھتی تھیں۔ ایک روز حضرت تشریف لائے اور سنا کہ خدیجہؑ بائیں کر رہی ہیں۔ مگر کسی کو ان کے پاس نہ دیکھا۔ حضرتؑ نے فرمایا اے خدیجہؑ کس سے بائیں کر رہی ہو۔ خدیجہؑ نے کہا یہ فرزند جو میرے شکم میں ہے۔ (بائیں کرتے ہوئے یہ نہ بتایا کہ میں لڑکی ہوں) اور میرا مولیٰ و ہدم ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا اس وقت جبرائیلؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ فرزند دختر ہے (گویا حضورؑ پر پچیس پچیس سال کی عمر

میں جبرائیل نازل ہونا شروع ہو گیا۔ اور آپ نے مزید چودہ پندرہ سال اس وحی کو لپٹے مشیدہ رکھا اور وہ نسل طاہرہ بامین و بابرکت ہے۔ اور حق تعالیٰ میری نسل اس سے ظاہر کرے گا۔ اور اس کی نسل سے پیشوا و امامان پیدا ہوں گے۔ اور حق تعالیٰ بعد انقطاع وحی ان کو اپنا خلیفہ زمین پر کرے گا۔ (جز ۱ صفحہ ۱۴۰، ۱۴۱)

اس عبارت سے صاف واضح ہوتا ہے کہ نبی اکرمؐ کی پہلی اولاد سیدہ فاطمہ ہیں۔ سیدہ خدیجہ نکاح سے جلدی بعد امانتدار فاطمہ ہو گئی تھیں۔ اس لحاظ سے بعثت نبوی کے وقت سیدہ کی عمر تقریباً چودہ سال ہوئی اور نکاح کے وقت جو دہ بھری میں ہوا۔ اسی سال کے قریب ہوئی۔ کچھ نہ سمجھیں خدا کرے کوئی

سیدہ فاطمہ کا نکاح

نکاح کے محرک سیدنا ابوبکرؓ، سیدنا عمرؓ، سیدنا طلحہؓ اور سیدنا سعدؓ بن معاذ تھے۔ اور ماں بھی دیا۔

شیخ طوسی نے بسند معتبر جناب امیر سے روایت کی ہے کہ جناب

سے میاں پرستی انقطاع وحی کا منکر ہے۔ چنانچہ مکتبہ ہے کہ جبرائیل ادنیائے نبوت کے پاس آتا رہا۔ اور آئندہ بھی آئے گا (صفحہ ۱۱۹ کا حاشیہ)

امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ میرے پاس آئے اور کہا۔ حضرت رسولؐ پاس جناب فاطمہؓ کی خواستگاری کیوں نہیں کرتے۔ (جز ۱ صفحہ ۱۳۹)

پس ابوبکرؓ نے عمرؓ اور سعدؓ سے کہا اٹھو علیؓ کے پاس چلیں۔ اور ان سے کہیں فاطمہؓ کی خواستگاری کرو۔ اگر تنگدستی مانع ہے تو ہم ان کی مدد کریں۔ سعد بن معاذ نے کہا بہت ٹھیک ہے۔ یہ کہہ کر اٹھے اور جناب امیرؓ کے گھر گئے حضرت کو دیاں نہ پایا۔ اس وقت حضرت اپنے اونٹ کو لے گئے تھے۔ اور باغ میں ایک مرد انصاری کی اجرت پر آب کشی کر رہے تھے۔ یہ لوگ اس باغ میں گئے۔ جب جناب امیرؓ کی خدمت میں پہنچے حضرت نے فرمایا کیوں آئے ہو۔ ابوبکرؓ نے کہا اے علیؓ! کوئی خصلت خصلت تھانے نیک سے بڑھ کر نہیں۔ مگر یہ کہ تم اور لوگوں پر اس خصلت میں افضل ہو۔ تمہارے اور حضرت رسولؐ کے درمیان جو روابط، یگانگت و مصاہبت دائمی و نصرت و مددگاری اور جو روابط معنوی ہیں وہ معلوم ہیں۔ جمیع قریش نے فاطمہؓ کی خواستگاری کی۔ (لعنت اللہ علیٰ رکاذ بینہ) مگر حضرت نے قبول نہ کیا۔

جب جناب امیرؓ نے ابوبکرؓ سے یہ سنا آنسو چشمہ مارے مبارک سے جاری ہوتے اور فرمایا میرا اندوہ تم نے تازہ کیا۔ اور جو آرزو میرے دل میں پنہاں ہے۔ اس کو تم نے تیز کر دیا۔ کون ایسا ہوگا جو فاطمہؓ کی خواستگاری نہ چاہتا ہوگا۔ لیکن مجھے تنگدستی اس امر کے اظہار سے شرم دلاتی ہے

(جز ۱ صفحہ ۱۳۹)

علیؑ خدمتِ اقدس میں پہنچے

یا حضرت آپ جانتے ہیں کہ آپ نے مجھے ابوطالب اور فاطمہ بنت اسد سے لیکر پالا۔ آپ نے اپنی غذا اسے مجھے غذا دی۔ آپ نے مجھے ادب دیا۔ اور مجھ پر آپ میرے ماں باپ سے زیادہ مہربان رہے۔ حق تعالیٰ نے مجھے آپ کی برکت سے چچاؤں اور بزرگوں کی گمراہی سے نجات دی۔ (یعنی ابولہب اور ابوطالب وغیرہ) امیدوار ہوں کہ گھر اور زوجہ مجھے ملے۔ اور آپ کے پاس خواستگار آیا ہوں۔ کہ اپنی بیٹی فاطمہ سے مجھے تزویج فرمادیجئے۔ (جلد ۱ - صفحہ ۱۴۰)

نشر الطلح

قرب الاسناد میں بسند معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے یہ انتظار فرمایا تھا کہ خدمتِ باہر کی مثل لکڑی اور پانی لانے کے جناب امیر کریں۔ اور خدمتِ گھر کے اندر کی مثل چکی پیسنے کھانے پکانے جھاڑو دینے کی جناب فاطمہ کریں (جز ۱ - ۱۴۲ - ۱۴۳)

نکاحِ محرم میں ہوا

شیخ مفید اور ابن طادرس اور اکثر اعظم علماء نے لکھا ہے کہ یہ نزاوجت باسعادت پنج شنبہ شب یکشنبی ماہ محرم سال سوم ہجرت کو واقع ہوئی۔ (جز ۱ صفحہ ۱۴۴)

ہجر کا سامان سیدنا ابوبکرؓ کے مشورہ سے خریدا گیا

دو مٹھیاں ابوبکرؓ کو دیں بازار میں جا کر کپڑا وغیرہ جو کچھ اثاثہ البیت درکار ہے لے آئے۔ پھر عمار بن یاسرؓ کو اور ایک جماعت صحابہؓ کو ابوبکرؓ کے بعد بھیجا۔ اور سب بازار میں پہنچے۔ ان میں سے جو شخص چیز لیتا تھا۔ ابوبکرؓ کے مشورے سے لیتا تھا۔ (ج ۱ صفحہ ۱۴۶)

سیدہ کا ہجر

بسند معتبر امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت رسولؐ سے فرمایا۔ میں نے علیؑ کی طرف سے پانچواں حصہ زمین کا اور تیسرا حصہ بہشت کا فاطمہؑ کو بخشا۔ اور اس کے لئے دنیا میں چار مہرین مقرر کیں۔ مہر فرات، نیل مصر و نہرواں و نہر بلخ۔ اور تم فاطمہؑ کو زمین پر پانچ سو درہم میں تزویج کر دو۔ (جلد ۱ - صفحہ ۱۸۵)

محمد بن یعقوب کلینی نے بسند معتبر امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جناب امیر نے ایک چادر کہہ نہ ایک زرہ تیس درہم کی۔ اور ایک بھوننا۔ پوست گوسفند کہ جب اس پر آرام کرنا مقصود ہوتا تو اس کو الٹ لیتے تھے۔ اور اس کے بالوں پر سوہتے تھے۔ جناب فاطمہؑ کو مہر میں دیا۔

(جلد ۱ - صفحہ ۱۸۴)

حضرت رسول اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی ابن ابی طالبؑ سے فرمایا اے علیؑ! حق تعالیٰ نے فاطمہؑ کو تم سے تزویج کیا۔ اور زمین

اس کے مہر میں عطا کی۔ پس جو کوئی زمین پر چلے اور تمہارا دشمن ہو وہ زمین پر حرام نہا چلا ہے۔
(مہر لڑکی کے والدین نہیں دیتے شوہر دیتا ہے۔ والدین کی طرف سے جہیز ہوتا ہے۔ ملا مجلسی کو اتنی بھی نہیں)

جناب فاطمہ حضرت رسول خدا کے سامنے کھڑی ہوئیں حضرت نے نقاب روئے منور جناب فاطمہ سے اٹھا دی۔ کہ علی نے نور شید جمال بے مثال کا مشاہدہ فرمایا۔ (جلد ۱ صفحہ ۱۷۵)

رخصتی اور زفاف

حضرت نے اپنا اشترا شہب منگایا اور ایک چادر اس پر ڈال کر فاطمہ کو سوار کیا۔ اور سلمان کو حکم دیا کہ اشتر کھینچیں۔ حضرت رسول اشتر کے پیچھے پیچھے جاتے تھے۔ اثنائے راہ میں آواز میں بکثرت سنیں۔ ناگاہ جبرائیل و میکائیل ستر ستر ہزار فرشتوں کے ہمراہ حاضر ہوئے۔ حضرت نے پوچھا کس لئے یہ آئے ہو۔ جبرائیل میکائیل نے تکبیر کہی۔ اور ان سب فرشتوں نے بھی تکبیر کہی اور عرض کی۔ جناب علی و فاطمہ کے زفاف کی تہنیت کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔

(جلد ۱ - صفحہ ۱۸۴)

* اس وقت جناب سیدہ کو اپنے ناکہ پر سوار کیا۔ ہر روایت دیگر اپنے اشترا شہب پر سوار کیا۔ (ابھی تک ناکہ اور اشتر کا فرق معلوم نہیں ہوا مگر ایک لاکھ چالیس ہزار فرشتے نظر آ گئے اور انہیں شاید قطار در قطار کھڑے کر کے گن بھی لیا۔) سلمان نے ہمارے پکڑی۔ اور گرد و جناب فاطمہ ستر حواریں جاتی تھیں۔ اور حضرت رسول و حمزہ و عقیل و جعفر اور اہلبیت پیچھے پیچھے جاتے تھے۔ (یہ کون اہل بیت تھے اس وقت تک تو دوسری اہلبیت تھے علی اور فاطمہ، فاطمہ ناکہ پر سوار ہیں

ولیمہ جناب امیر نے فرمایا حضرت نے مجھ سے ارشاد فرمایا۔ اے علی! اپنے اعزہ کے لئے عمدہ کھانا تیار کرو۔ اور فرمایا گوشت روٹی میں لاتا ہوں۔ تم خرمے لاؤ۔۔۔۔۔ اور فرمایا اے علی! جاد اور جس کو چاہو، بلاؤ مجھے شرم و حیا و امنگیر ہوئی کہ کس کو بلاؤں اور کس کو نہ بلاؤں، پس میں نے بلندی پر آکر آواز دی کہ ولیمہ فاطمہ میں سب لوگ تکلیف کریں۔ یہ سنکر جمیع حاضرین مسجد سے اٹھ کھڑے ہوئے اور میرے گھر چلے۔

(آپ کا گھر تھا ہی کہاں آپ تو نبی اکرم کے ہمراہ رہائش پذیر تھے میں ایک انصاف می نے اپنا مکان آپ کو دیا تھا۔) یہ لوگ چار ہزار تھے اور کھانے میں کچھ کمی نہ ہوئی (جلد ۱ صفحہ ۱۷۵)

منہ دکھائی

حضرت ام سلمہ کو فرمایا فاطمہ کو لاؤ۔ ام سلمہ جناب فاطمہ کو لائیں۔ دامن زمین پر لٹکتا اور فرط حیا سے عرق ٹپکتا تھا۔ نہایت شرم و حیا سے سر نہوڑائے تشریف لائیں

اور علی کا یہاں نام ہی نہیں۔ پھر یہ اہلبیت ؟ اور نہنگی تلواریں ہاتھوں میں تھیں۔ زنان رسول آگے آگے جاتی تھیں۔ (زنان رسول کے ذکر کا تکلف ؟) اور رجز پڑھتی تھیں۔ (شاید میدان جنگ کی طرف جا رہی تھیں) یہاں تک کہ جناب فاطمہ اور جناب امیر کو حجرہ عزت شرف و سعادت تک پہنچایا۔ (ج ۱ صفحہ ۱۸۵)

پیشانی کا بوسہ لیکر فاطمہ کو علی کے سپرد کیا۔ اور فرمایا اے علی نیک بی بی تمہاری بی بی ہے۔ اور پھر جناب فاطمہ سے مخاطب ہو کر فرمایا اے فاطمہ ! نیک شوہر تمہارا شوہر ہے۔ یہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کو اپنے ہمراہ لے گئے۔ یہاں تک کہ ان کو ان کے گھر میں جو ان کے لئے خالی کیا تھا پہنچا کر باہر آ گئے۔ اور دونوں پٹ دروازے کے بند کر دیئے (ج ۱ صفحہ ۱۷۸)

معلوم ہوتا ہے یہ سارا طبرہ ہی پوستینوں کا ہے۔ کبھی خچر پر چڑھاتا ہے۔ کبھی ناقہ پر۔ اور اب پیدل ہی چلانے کی ٹانگ رہا ہے کبھی اپنے حجروں کے درمیان ان کے لئے حجرہ خالی کرتا ہے۔ اور کبھی اس طرح گھر سے انہیں ہمراہ لیکر نکلتا ہے۔ جیسے کہیں فاصلہ پر جانا ہو۔ یہاں اس بات کو نہ بھولئے کہ یہ سب پہلی بار رخصتی کی شکلیں ہیں۔ اور اگر یہ مختلف موقعوں کا ذکر ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بنی بار بار اپنی بیٹی کو مختلف شکلوں میں علی کے ہمراہ بھیج رہا ہے اور یہ ڈرامہ کئی بار سیٹج کیا جاتا ہے (العیاذ باللہ)

زفاف

اللہ تعالیٰ ان محبان اہلبیت پر رحم کرے۔ انہیں ہدایت دے انہیں عقل و شعور دے، انہیں حیا بخشنے اور انہیں صراط مستقیم کی طرف توجہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ کتنی پست ذہنیت، گھٹیا سوچ اور سٹہ اس کھبرے انسان کا حامل ہے۔ بات اس قدر تھی کہ صدیق اکبرؑ، فاروقؑ، غلامؑ، طلحہؑ اور سعد بن معاذؑ کی تحریک سے جناب سیدہ کا سیدہ علی کے ساتھ نکاح ہوا۔ نکاح کے بعد انصار میں سے ایک صحابی نے ان کی رہائش کے لئے اپنا مکان پیش کیا۔ اور سیدہ اس مکان میں تشریف لے گئیں۔ مگر ان شیعان علی نے جس طرح دیگر امور میں موشگافیاں کی ہیں۔ اسی طرح اس نکاح کو بھی ایک ڈرامہ بنا کر پیش کیا ہے۔ اور یہ ڈرامہ صرف کتابوں تک محدود نہیں رکھا بلکہ آج تک اکثر مقامات پر اس ڈرامہ کو سیٹج کیا جاتا ہے۔ اودھ کی بیگمات تو اسے اس شان سے سیٹج کرتی رہیں۔ کہ اس کی گورج آج تک ہالٹر سلیمین اور شرر مرحوم کی کتابوں کے ذریعہ کانوں تک پہنچ رہی ہیں۔ جس زفاف کا ذکر یہ ملا مجلسی کئی مقامات پر چٹخا رہے لے لے کر کرتا ہے۔ الامان والحفیظ ! آج تک اس سو قیانہ انداز اور بھونڈے پن سے کسی عام سطح کے خاندان میں بھی اس طرح نہیں کیا گیا۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص ٹیپ ریکارڈر اور کمرہ لے کر ساتھ ساتھ گھوم رہا تھا۔ اور بڑی چابکدستی اور فنی مہارت سے اس نے معمولی سے معمولی جزئیات کو بھی ٹیپ ریکارڈر اور کمرہ کی فلم میں محفوظ کر لیا اور

اب چٹخارے لے لے کر لوگوں کے سامنے بیان کر رہا ہے۔ میں ہرگز ہرگز
ایسی حیا سوز باتیں اور وہ بھی ان پاکیزہ اور مقدس ہستیوں کے متعلق
جن کے شرم و حیا پر کائنات شاہد ہے۔ نقل کرنے کے لئے تیار
نہ تھا۔ مگر اس وجہ سے ایسا کرنے پر مجبور ہو رہا ہوں کہ وہ مجھ سے
مجھالے شیعہ جو محض حب اہلبیت کے مزعومہ نعروں سے متاثر ہو کر
صراطِ مستقیم سے ہٹ چکے ہیں، اور اپنے مذہب کی صحیح کتابیں
پڑھنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ کچھ نہ کچھ واقف ہو جائیں۔
● ام ایمن نے کہا یا رسول اللہ اگر خدیجہ زندہ ہوتیں زفافِ فاطمہؑ
سے ان کی آنکھیں روشن ہوتیں۔ علیؑ اپنی زوجہ کے خواستگار ہیں۔

(ج ۱ صفحہ ۱۷۲)

● دوسرے دن صبح حضرتؑ پاس آئے اور ہم دونوں ایک
طاف میں تھے (گویا صبح کی نماز نہیں پڑھی اور دونوں لحاف میں پڑے
ہیں) دوسرا پٹرا نہ تھا کہ اسے اوڑھ کر باہر آتے۔ (اس سے پہلے
یا اس کے بعد کیا اوڑھ کر باہر نکلتے رہے) حضرتؑ نے فرمایا السلام
علیکم ہمیں شرم آئی کہ اس حالت میں حضرتؑ کو جواب دیں (مگر
لحاف سے پھر بھی نہ نکلے) دوسری مرتبہ حضرتؑ نے سلام کیا اور
جواب حیا سے نہ دیا۔ تیسری مرتبہ حضرتؑ نے سلام کیا اور ہم ڈرے کہ
اگر ہم جواب نہ دیں گے تو حضرتؑ پھر جائیں گے۔ اور عادت حضرتؑ کی
یہی تھی..... اس وقت مارے شرم کے سیدہ نے جواب نہ دیا۔
میں ڈرا اگر جواب نہ دیا تو حضرتؑ اٹھ جائیں گے۔ اس وقت میں نے
سر لحاف سے نکالا..... پھر جناب سیدہ نے سر لحاف سے باہر نکالا

(ج ۱ صفحہ ۱۶۳) (لحاف شاید بلا قہر مجلسی نے بنا کر بھیجا تھا)
● اے علیؑ اپنی زوجہ کے پاس جاؤ۔ خدا تم کو برکت دے۔ (صفحہ ۱۷۶)
(یہ کہنے کی ضرورت؟ کیا کبھی کسی خسر نے ایسا کہا ہے؟)

(ج ۱ صفحہ ۱۷۶)

● جناب امیرؑ نے فرمایا (کس کو فرمایا۔ نبیؑ کے صحابہ تو منافق اور آپ
کے دشمن تھے۔ اور اولاد کو فرمایا۔ تو یا للعجب ذرا مجلسی صاحب اور
پوستی صاحب اپنی شبِ عمر دینی کی داستان اپنی اولاد سے بیان کر کے
دیکھیں) شبِ زفاف حضرت رسولؐ میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ
پکڑ کر فرمایا اٹھو بنامِ خدا اور کہو بہ برکت خدا جاتا ہوں اور جو کچھ خدا
چاہتا ہے۔ واقع ہوتا ہے۔ (ج ۱ صفحہ ۱۷۶)
(ضرور اس سنت پر عمل کیجئے)

● علیؑ کو احباب اور اہلِ اہلِ المؤمنین کہتی ہیں۔ اے برادرِ تم
کس لئے حضرت رسولؐ سے سوال نہیں کرتے کہ فاطمہؑ تمہیں عطا کریں۔
اور تمہارے زفاف سے آنکھیں ہماری روشن ہوں۔

(ج ۱ - صفحہ ۱۷۶)

● جناب امیرؑ نے فرمایا اس وقت نہایت سردی تھی، میں اور فاطمہؑ
ایک عبا میں سو گئے تھے (لحاف کی عبا بن گئی ہوگی) جب حضرتؑ کی
آواز ہم نے سنی چاہا اٹھیں (یہ شاید دوسری بار کا ذکر ہو اور بار بار
زفاف کی خوشی منائی جاتی رہی ہو) جناب رسولؐ خدا نے قسم دلائی تم کو
قسم ہے جو تم اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا (معاذ اللہ معاذ اللہ) بیٹی اور
داماد کو ایک کپڑے میں سوتا دیکھ کر کوئی بے حیا سے بے حیا بھی یہ

گوارا نہیں کرتا کہ ان کے قریب جائے) جب تک میں نہ آؤں۔ پس اس طرح منتظر رہے۔ کہ حضرت ہمارے سر پانے آکر ہمارے سر کے نزدیک بیٹھ گئے۔ اور پائے مبارک ہماری عبا میں پھیلا دیئے اور داہنا پاؤں حضرت کا میں نے اپنے منہ سے اور بائیں حضرت کا فاطمہ نے اپنے سینہ سے لگا لیا۔ اور حضرت کے پاؤں گرم کر دیئے (ج ۱ - صفحہ ۱۷۸)

(کیا سیدنا علی اور سیدہ فاطمہ کی تعریف ان حیا سوز کلمات کے بغیر ممکن تھی)

فاطمہ و علی کا آپس میں سلوک اور سیدہ کی مشقت

ایک روز حضرت رسول خدا نماز صبح ہمارے ساتھ پڑھ رہے تھے اور اثر حزن و ملال حضرت کے بدن مبارک سے ظاہر تھا۔ ناگاہ اٹھ کھڑے ہوئے اور جناب فاطمہ کے گھر تشریف لے چلے۔ اور ہم بھی حضرت رسول خدا کے پیچھے پیچھے چلے دروازے پر پہنچے دیکھا جناب امیر و دروازہ میں خاک پر سو رہے ہیں۔ حضرت جناب امیر کے پاس بیٹھ گئے۔ اور خاک جناب امیر کی پیٹھ سے جھارنے لگے اور فرمایا: اے ابوتراب میرے ماں باپ تم پر قربان اٹھو۔

(ج ۱ - صفحہ ۱۸۸)

● ایک روز میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا۔ ناگاہ جناب فاطمہ گریاں تشریف لائیں۔ رسول خدا نے گریہ کا سبب پوچھا۔ جناب فاطمہ نے عرض کی یا با جان زمان قریش مجھے طعنہ لگا کرتی ہیں اور کہتی ہیں تمہارے باپ نے مرد پریشان کے ہمراہ تزدیک کیا۔ جو مالدار نہیں۔ (جلد ۲ صفحہ ۶۵)

● بسند معتبر جناب امیر سے روایت ہے کہ جناب فاطمہ حضرت رسول خدا کو محبوب ترین مردم تھیں۔ اس قدر مشکیزے پانی کے اٹھائے کہ سینہ مبارک سے اثر ایذا کا ظاہر ہوا۔ (سیدہ پانی کیوں ڈھونڈتی رہیں جبکہ یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ باہر کا کام علی کریں گے اور اندر کا فاطمہ نہ لے) اس قدر چکی پیسی کہ ناکھ مجروح ہو گئے (غالباً علی محلہ بھر کے دانے اجرت پر پسوانے کے لئے لاتے ہوں گے) اس قدر گھر میں جھاڑ ددی کہ کپڑے گرد آلود ہو گئے۔ اور اس قدر کھانے پکائے اور آگ سلگائی کہ کپڑے سیاہ ہو گئے۔ لہذا کثرت کار و بار سے جناب سیدہ کو سخت تکلیف ہوئی۔

(ج ۱ صفحہ ۱۹۳) (اس تکلیف کا موجب)

● علی کہتے ہیں۔ پس مجھے آواز دی اور طلب فرمایا۔ میں نے کہا لبیک یا رسول اللہ۔ فرمایا اپنے گھر میں آؤ اور اپنی زوجہ سے شفقت اور مہربانی کرو اس لئے کہ فاطمہ میری پارہ تن ہے جو اسے آزر دہ کرے وہ مجھے

آزردہ کرتا ہے (ج ۱ صفحہ ۱۷۹)
 جب ارادہ تہ زوج ہمراہ علی ہوا جناب فاطمہ سے پوشیدہ بیان
 کیا۔ جناب فاطمہ نے کہا میرا اختیار آپ کو ہے۔ لیکن زنان قریش
 کہتی ہیں۔ علی بزرگ شکم اور بلند دست ہیں اور بندائے استخوان
 پر آگندہ ہیں۔ آگے سر کے بال نہیں، آنکھیں بڑی اور ہمیشہ خنداں ہوں
 اور مفلس ہیں۔ (ج ۱ - صفحہ ۱۸۱)

جناب سیدہ سے قبل از نکاح اپنے باپ کے سامنے اپنے ہونیوالے
 شوہر کے متعلق اس قسم کے کلمات کہلانا شیعوں کا ہی کام ہے۔

کتاب علل الشرائع و بشارات المصطفیٰ و خوارزمی میں لبند
 ہاتے معتبر روایت ہے، ابوذرؓ اور ابن عباسؓ سے جب جعفر طیار
 مدینہ میں آئے۔ ایک کنیز کو بطور تحفہ اپنے بھائی علی ابن ابی طالب
 کے پاس بھیجا۔ وہ کنیز جناب امیرؓ کی خدمت کرتی تھی۔ ایک دن
 جناب فاطمہؓ گھر میں آئیں۔ (غالباً کنویں سے پانی لے کر آئی ہونگی)
 اور دیکھا سر جناب امیرؓ کا اس کنیز کے دامن پر ہے (یہاں اس بات
 کو ذہن میں رکھئے کہ جعفر حبشہ سے واپس آئے تھے اور لونڈی یقیناً
 حبشہ ہونگی۔ شیعوں کے جناب امیرؓ نے سیدہ فاطمہؓ سے آنکھیں چرائیں
 اور وہ پانی لانے کے لئے باہر گئیں تو آپ اس پر ترجمہ گئے۔) جب یہ
 حالت دیکھی متغیر ہو گئیں۔ اور پوچھا اس کنیز کے ساتھ کیا تم نے
 کوئی متعلق کیا ہے۔ جناب امیرؓ نے فرمایا بخدا سو گند اے دختر محمدؐ
 میں نے اس کے ساتھ کوئی متعلق نہیں قائم کیا۔ (تو زنانہ پر سر رکھنے
 کا مطلب) اب جو کچھ تم کو منظور ہے بیان کرو۔ میں بجا لاؤں

جناب سیدہ نے کہا مجھے میرے پدر بزرگوار کے گھر جانے کی اجازت
 دو۔ جناب امیرؓ نے فرمایا میں نے اجازت دی۔ پس جناب فاطمہؓ نے
 چادر سر پر اوڑھی اور اپنے باپ کی خدمت میں پہنچیں۔
 (جلد ۱ صفحہ ۱۸۸)

پیغمبرؐ کی بیٹی کو اپنے محسن کی بیٹی کو اپنے پرورش کرنے والے
 کی بیٹی کو ایک حبشن کیلئے علی کے ذریعے گھر سے نکلوانا شیعوں کو ہی
 مبارک رہے۔ بالکل یہی روایت صفحہ ۱۹۱ پر دوبارہ لکھی ہوئی ہے۔

اے سیدنا علیؓ کاشد حضرت سیدہ فاطمہؓ پر۔ اس تفصیل کے
 لئے دیکھیے۔

۱) بخاری پارہ ۴ فضائل داماد رسولؐ، سیدنا ابوالعاص
 (۲) طبقات صفحہ ۱۷ (۳) اصحابہ صفحہ ۷۳
 (۴) صحابیات صفحہ ۱۲۷ ملاحظہ کریں۔ حضرت علیؓ سیدہ
 کی وفات کے وقت بھی موجود نہ تھے۔ (۱) طبقات صفحہ ۱۷ - ۱۸ (۲)
 اصحابہ ۷۲۹ (۳) صحابیات ۱۳۲ - ۱۳۳ (۴) ناسخ التواریخ فارسی جلد ۲ ص ۵۱۸
 فردع کافی ۱۵۵ جلد دوم طبع نو لکھنؤ سے بھی ایک روایت سن لیجئے کہ
 سیدہ فاطمہؓ اس نکاح پر رضامند ہی نہ تھیں۔ یعقوب بن شعیب کا بیان ہے
 کہ جب رسول اللہؐ نے فاطمہؓ کا نکاح علیؓ سے کر دیا تو آپ فاطمہؓ کے
 پاس گئے اور وہ رو رہی تھیں آپ نے فرمایا کیوں روتی ہے۔
 اللہ کی قسم میرے اہل اگر کوئی علیؓ سے بہتر ہوتا تو میں تیرا نکاح علیؓ
 سے نہ کرتا۔

ایک روز شیطان جناب سیدہ کے پاس آیا۔ اور کہا علی ابن ابی طالب نے دختر ابوہل کی خواست گاری کی ہے۔ جناب سیدہ نے اس شفیق سے کہا تو قسم کھا۔ اس نے تین دفعہ قسم کھائی اور کہا جو کچھ میں کہتا ہوں سچ کہتا ہوں۔ جناب فاطمہ کو غیرت آئی۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ نے غورتوں کے ضمیر میں بہت غیرت قرار دی ہے۔ جس طرح مردوں پر جہاد واجب کیا ہے۔ اور اس عورت کیلئے جو باوجود غیرت کے صبر کرے۔ ایک ثواب مقرر کیا ہے۔ مثل ثواب اس شخص کے جو مسلمانوں کی حفاظت کے لئے سرحد پر ننگہبانی کرے۔ یہ سن کر جناب فاطمہ کو سخت صدمہ ہوا۔ اور متفکر و متروک ہوئیں۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی۔ جب رات ہوئی بایں کندھے پر حسین کو بٹھایا اور بایاں ہاتھ کلتوم کا اپنے دامنے ہاتھ میں لیا اور اپنے پدر بزرگوار کے گھر لے گئیں۔ جب جناب امیر گھر آئے اور جناب فاطمہ کو دیاں نہ دیکھا تو بہت غمگین و مخزون ہوئے۔ مگر تشریف لے جانے کا سبب نہ نکلا۔ اور شرم و حجاب دامنگیر ہوا کہ جناب سیدہ کو ان کے پدر بزرگوار کے گھر سے بلا لیں۔ پس گھر سے نکلے اور مسجد میں جا کر نمازیں ادا کیں۔ اور ایک تودہ خاک جمع کر کے اس پر تکیہ فرمایا۔ جناب رسول خدا نے جناب فاطمہ کو مخزون و مغوم پایا۔ غسل کیا اور لباس بدل کر مسجد میں تشریف لائے۔ اور غازیں پڑھنی شروع کر دیں۔ مشغول رکوع و سجود تھے۔ بعد دو رکعت کے دعا مانگتے تھے۔ خداوند فاطمہ کے حزن و ملال کو زائل کر۔ کیونکہ جس وقت گھر سے باہر تشریف لائے فاطمہ کو دیکھ کر آئے تھے۔ کہ آپ کروٹیں بدلتیں اور ٹھنڈی سانسیں بھرتی ہیں۔ پھر گھر میں تشریف لے گئے۔

دیکھا کہ فاطمہ کو نیند نہیں آتی اور بیقرار رہے۔ فرمایا اے دختر گرامی۔ اے فاطمہ اٹھو۔ جب جناب فاطمہ اٹھیں جناب رسول خدا نے امام حسن کو اور فاطمہ نے امام حسین کو اٹھایا اور ام کلتوم کا ہاتھ پکڑ کر گھر سے مسجد میں تشریف لے گئے۔ یہاں تک کہ قریب جناب امیر کے پہنچے۔ اس وقت جناب امیر آرام فرما رہے تھے۔ اس وقت جناب رسول خدا نے اپنا پاؤں جناب امیر کے پاؤں کے اوپر رکھا۔ اور فرمایا اے ابو تراب، اٹھو گھر والوں کو تم نے اپنی جگہ سے جدا کیا ہے۔ جاذ ابو بکر اور عمر اور طلحہ کو بلا لاؤ۔ پس جناب امیر گئے۔ اور ابو بکر اور عمر کو بلا لائے۔ جب قریب جناب رسول خدا کے حاضر ہوئے۔ حضرت رسول نے ارشاد فرمایا۔ اے علی! کیا تم نہیں جانتے کہ فاطمہ میری پارہ تن ہے اور میں فاطمہ سے ہوں جس نے اسے آزار دیا جس نے اسے میری وفات کے بعد آزار دیا گویا ایسا مجھ کو میری حیات میں آزار دیا۔ اور جس نے اسے میری حیات میں آزار دیا ایسا ہے کہ گویا اس نے میری وفات کے بعد آزار دیا۔

(جلد ۱ - صفحہ ۲۱۵ - ۲۱۸)

ابوہل کی لڑکی کے علاوہ مین کا قصہ بھی سن لیجئے۔ حضرت بریدہ بیان کرتے ہیں کہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو خالد بن ولید کے پاس مین بھیجا کہ غنیمت کا پانچواں حصہ لے آئیں۔ میں ان لوگوں میں تھا۔ جنہوں نے حضرت علی کو برا سمجھا۔ انہوں نے وہاں غسل کیا (ایک لونڈی سے صحبت کی) میں نے حضرت خالد سے کہا دیکھتے ہو علی نے کیا کیا۔ (بخاری پارہ ۱۷ صفحہ ۲۲ ترجمہ مولیٰ وحید زمان طبع ہو)

مگر بخاری چونکہ سنہوں کی کتاب ہے اس لئے قابل اعتبار نہیں۔
اس لئے حیات القلوب پیش کرتا ہوں۔

حضرت علیؓ کو ایک دستہ فوج دیکر خالد کے ساتھ ایک مہم کے لئے بھیجا۔ وہاں جا کر علیؓ نے ایک قلعہ فتح کیا۔ تو وہاں سے ایک لونڈی پکڑ کر اس سے ہمبستری کی۔ خالد بن ولیدؓ نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں ایک عریضہ بھیجا۔ جس میں یہ تفصیل لکھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جوں جوں یہ خط پڑھتے تھے آپ کا رنگ متغیر اور غیض و غضب کے آثار پیشانی انور سے ظاہر ہوتے تھے۔

(حیات القلوب فارسی طبع نو کشور ص ۶۳)

(حیات القلوب اردو طبع لکھنؤ ص ۸۱)

یاد رہے کہ اس وقت سیدہ فاطمہؓ آپ کے نکاح میں تھیں۔ اور حضرت سیدہ کی موجودگی میں دوسری عورت سے تعلق پیدا کرنا آپ کے لئے حرام تھا۔ (صفحہ ۱۸۷ جلد ۱)

اگر شیعہ مذہب کی تمام تفاسیر، احادیث، روایات و اخبار اور معنولات و منقولات سے قطع نظر صرف اسی ایک روایت پر تحقیقات قائم کی جائیں تو شیعیت کا مزعومہ قصر رفیع چند لمحات میں پوینہ زمین ہو کر رہ جاتا ہے۔

۱۔ مولوی اسماعیل دریں آل محمد والے نے نبات الرسول کے مکتوب مفتوح کے جواب میں بار بار اس لفظ کا اعادہ کیا ہے اور کہا ہے جو معقول و منقول کا علم نہیں رکھتا اس کیلئے ایسے مسئلوں میں پڑنا جائز نہیں۔

شیعہ کہتے ہیں کہ نبیؐ، علیؓ اور فاطمہؓ کو ماسکان و مایکون کا علم تھا۔ پھر صرف ایک معمولی سے شیطنہ کھڑے نے ذرا سی انگلی ہلا کر اتنا ہنگامہ کیسے پیدا کر دیا۔

علیؓ دیکھتے ہیں کہ بیوی روٹ کر والد کے گھر جا چکی ہے۔ پھر سیدھے بیوی کے پاس یا سسرال کے ہاں جانے کے مسجد میں جا کر نمازیں کیوں پڑھنے لگے اور وہیں مٹی کا تکیہ بنا کر کیوں سو گئے۔ بات اصل میں یوں تھی کہ روٹی دو وقت پکی پکائی مل جاتی تھی۔ بیوی پانی ڈھوتی ہے چکی پیستی ہے روٹی پکاتی ہے آپ پیٹ بھر کر مسجد میں جا کر جہاں جگہ ملتی ہے آغوش نیند میں جانے کے عادی ہو چکے ہیں۔ گھر کے تقاضوں سے بچنے کا یہ بہترین حربہ تھا۔ اس روز بھی حسب معمول آپ نے ایسا ہی کیا۔ پہلی بار نبی مسجد میں آتے ہیں مگر آپ کو نہیں دیکھتے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ علیؓ کسی کونے کھدرے میں چھپ کر اپنا معمول ادا کر رہے تھے۔ دوسری بار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آتے ہیں۔ تو سیدنا علیؓ پر نظر پڑتی ہے اور پاؤں کی ٹھوکر سے جگا کر کہتے ہیں اٹھو! ابوتراب! آج جو مدعیان علم و فضل ابوتراب کو ایک عزت کا لفظ بنا کر پیش کرنے میں ہلکان ہوئے جا رہے ہیں ان کے منہ پر لفظ ابوتراب اپنے شان نزول کی بنا پر ایک تھپہ ہے آنحضرتؐ دوبار حضرت علیؓ کو ابوتراب کی کنیت سے مخاطب کرتے ہیں، اور دونوں بار ایسے موقع پر یہ کنیت استعمال کرتے ہیں جب سیدنا علیؓ کو مٹی میں لت پت گہری نیند میں مدہوش پاتے ہیں جیسے کوئی غیر مہار آدمی ہو اور دونوں دفعہ نبی اکرمؐ حضرت سیدہ کی تکلیف سے متاثر ہو کر رنجیدگی کی حالت میں یہ الفاظ استعمال فرماتے ہیں۔ ایسے مواقع

پہر ایسا لفظ اپنے اندر شرف مجد کا کون سا پہلو رکھتا ہے۔ پھر تفسیر لفظ
ان سب سے اہم تر ہے جو اس روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ حسن کو نبیؐ
نے کندھے پر اٹھالیا، حسینؑ کو سیدہ نے اٹھایا اور ام کلثومؑ کی انگلی پکڑ کر
مسجد میں لے گئے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ سیدہ ام کلثومؑ سب
سے بڑی ارلا دھتیں جو اپنے پاؤں سے چل کر مسجد میں پہنچیں، یہ واقعہ اگر
چار ہجری کا بھی ہو چونکہ حسنؑ اور حسینؑ کی عمریں صرف نو ماہ کا فاصلہ تھا
(تفصیل اپنے مقام پر آئے گی) تو جس وقت سیدہ ام کلثومؑ کا نکاح
سیدنا فاروق اعظمؓ سے ہوا، اس وقت سیدہ ام کلثومؑ کی عمر کم از کم دس
گیارہ سال ضرور تھی۔ بشرطیکہ سیدنا فاروق اعظمؓ نے اورنگ نشین
خلافت ہوتے ہی یہ نکاح کر لیا ہو اور عرب جیسے گرم ملک میں دس
سال کی لڑکیوں کا بالغ ہو جانا کوئی مستبعد نہیں، مسجد میں پہنچتے ہی سیدنا علیؑ
کو فرمایا جاتے ہے کہ بلاؤ ابو بکرؓ اور طلحہؓ کو، بھلا کیوں۔ یہ بات بھی سن لیجئے
ان اصحابؓ کی تحریک اور تقاضے سے ہی نبی علیہ السلامؐ نے اپنی دختر سیدنا
علیؑ کے نکاح میں دی تھی۔ ایسے وقت ضمانت دینے والوں کو طلب کرنا نہایت
ضروری تھا۔

اب رہ گیا معاملہ ابو جہل کی لڑکی سے نکاح کا! سیدنا علیؑ نے یہ
ارادہ کیا اور ضرور کیا۔ فریقین کی درجنوں کتابیں اس پر شاہد ہیں۔
اب کوئی میان پوستی یہ کہتے پھر میں کہ وہ کب پیدا ہوئی اور کب جوان
ہوئی۔ اس کا نام کیا تھا۔ بعد میں اس کا نکاح کس کے ساتھ ہوا یہ
ایسے ہی سوال ہیں جیسے آپ سیدہ کے نکاح کی صحیح تاریخ سے واقف
نہیں۔ حضرت سیدین کی پیدائش کی تاریخوں سے واقف نہیں۔ آپ کو

کربلا کے اس واقعہ کی صحیح تاریخ تو درکنار صحیح سال یاد نہیں۔ جس پر آپ
نے اتنا کھڑا کچا رکھا ہے۔ تو ابو جہل کی لڑکی کے ان کو اتھت کی کسے ضرورت
تھی۔ آپ مندرجہ بالا سوالوں کا صحیح جواب دیجئے۔ ابو جہل کی لڑکی کے حالات
عجیب سے سن لیجئے۔ پوستی صاحب آپ کیا جواب دیں گے۔ مجھ سے سن
لیجئے۔ ابو جہل کی لڑکی کا نام جو یہ یہ تھا۔

پیغمبروں کے علاوہ کوئی معصوم نہیں۔ ہر آدمی سے بھول چوک ہوتی
ہے۔ سیدنا علیؑ کا سر اگر سیدہ فاطمہؑ نے ایک جشن کے زانو پر دیکھ
لیا یا آپ نے ابو جہل کی لڑکی سے نکاح کا ارادہ کیا تو یہ عین انسانی فطرت
ہے۔ اور ہر انسان فطرت کے تقاضوں کے سامنے مجبور ہے۔ ناں اس
مقام پر ملا مجلسی نے ایک اور شوشہ چھوڑ کر سیدنا علیؑ کی ذات والا صفات
پر حملہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ حق تعالیٰ نے جناب امیر پر حیات
فاطمہؑ میں اور عورتیں حرام کی تھیں (ج ۱ صفحہ ۱۸۷)
اب کوئی اس بھلا مانس سے پوچھے کہ اگر صورت یہ تھی تو تم
خواہ مخواہ شیعان حبیدر کرا کے ذہنوں کو پراگندہ کرنے پر کیوں
کمر بستہ ہو۔

علیؑ نے کنیز آزاد کی

جبرائیل نازل ہوئے اور کہا یا محمدؐ حق تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا
ہے اور ارشاد کرتا ہے۔ کہ علیؑ سے کہو کہ کنیز آزاد کرنے سے اور فاطمہؑ

کو خوش کرنے سے میں نے تم کو بہشت عطا کی۔ اور بعض چار سو درہم جو تم نے تصدق کئے اختیار جہنم تم کو دیا۔ میری رحمت سے جس کو تم چاہو داخل بہشت کرو یا داخل جہنم، اور جس کو چاہو میرے عفو سے جہنم سے نکال لاؤ۔ (ج ۱ صفحہ ۱۸۹)

کیسے سستے سودے ہیں۔ کہاں تو سیدنا علی کی حرکات سے نبی اکرمؐ کا اس قدر رنجیدہ ہونا اور صرف ایک لونڈی کو آزاد کرنے سے جنت اور جہنم کا مالک بنا دینا۔

سیدہ زینب بنت رسول اللہؐ

جب مرض جناب فاطمہؑ پر شدید ہوا۔ جناب امیر کو بلایا۔ اور فرمایا میں تم کو وصیت کرتی ہوں کہ میرے بعد مرنے کے امامہ میری بہن زینب کی دختر کی خواستگاری کرنا۔ (ج ۱ صفحہ ۲۱۲)

یہ کہ امور خانہ داری کے اوقات اور متاع خانہ داری کی وصیت کی اور کہا میرے بعد امامہ بنت ابی العاص کی میری خواہر زینب کی دختر ہے خواستگاری کرنا کہ وہ میرے فرزندوں پر مہربان ہے۔

(ج ۱ صفحہ ۲۱۶)

امامہ دختر زینب سے نکاح کرنا کہ وہ میرے فرزندوں پر مہربان ہے۔ (ج ۱ صفحہ ۲۲۱)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد۔ ایھا الناس تم چاہتے ہو میں تم کو ان کی خبر دوں جو اپنے چچا چچی کے سبب سب سے افضل بہتر ہیں۔ اصحاب نے عرض کی یا رسول اللہ! بیان فرمائیے۔ حضرت نے فرمایا کہ خالو ان کا قاسم فرزند رسول اور خالہ ان کی زینب دختر رسول ہے۔ (ج ۱ صفحہ ۳۱۸)

نبات الرسول کے سلسلہ میں بہت کچھ کہا گیا اور لکھا گیا ہے۔ میں یہاں صرف ایک بات کی طرف ناظرین کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ اگر زینب رقیہ اور ام کلثوم نبیؐ کی بیٹیاں تھیں تو نبیؐ نے کافروں کے نکاح میں کیوں دیں۔ اس کے ثبوت میں وہ بار بار ولاتنکحوا المشرکین کو پیش کرتے ہیں یہ ایک جاہلانہ بودا اور سطحی استدلال ہے۔ بعثت سے پہلے نبی علیہ السلام اپنے خاندانی طریقوں کے مطابق عمل کرتے رہے، سیدہ رقیہ اور ام کلثوم کا نہایت چھوٹی عمر میں ابولہب کے بیٹوں سے نکاح ہوا۔ اور رخصتی سے پہلے ہی ان میں تفریق ہو گئی۔ اور یہ ہر دو مشہرہ زینب کیسے بعد دیگرے سیدنا ذوالنورین کے

مولانا محمد عبدالستار تونسوی اور مولوی اسماعیل لائپپوری کے مناظرہ کی تفصیل بیان کی جا چکی ہے۔ ڈاکٹر یار حسین کا مکتوب مفتوح ابھی ان لوگوں کے سر پر قرض ہے۔

نکاح میں آئیں۔ سیدہ زینب کے متعلق ناسخ التواریخ فارسی کی یہی شہادت کافی ہے اور یہ لفظ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرماتے جب سیدہ فاطمہ کی مصائب آمیز زندگی سے غمگین ہوئے۔

سیدنا ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ شعب بنو ناسم (جسے یاران طریقت نے شعب ابی طالب بنا دیا) کے زمانہ میں شتر پر گھڑم اور غربا بار کر کے شعب میں ہانک دیا کرتے تھے۔ اپنی مرضی سے اسلام لائے اور سرور کائناتؐ نے پہلے نکاح پر سیدہ زینب کو رخصت کر دیا۔ آپ سے دو اولادیں ہوئیں۔ سیدہ امامہ جن کا ذکر ہو چکا ہے۔ اور سیدنا علی جو فتح مکہ کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ربیب تھے۔ اور آپ کے گھڑے پر سوار ہو کر اکعبہ کی دیواروں سے تصویریں صاف کیں۔ اور بت گرائے تھے (یاران طریقت نے یہاں بھی علیؑ نام سے غلط فائدہ اٹھانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

نبی علیہ السلام کے یہ کلمات متعدد کتب میں موجود ہیں۔ ایک لڑکی میں نے ابوالعاص کے نکاح میں دی اور اس نے حق دامادی ادا کر دیا۔ اب رہ گیا میاں پوستی کا ولا تنکھو المشتہکات کا اعتراض! تو حضرت جی! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی طالب کی اولاد کی پرورش کی۔ انہیں سنبھالا مگر حیب ام بانی کا رشتہ طلب کیا۔ تو اسٹیجاً نے یہ کہہ کر جواب دیا کہ اشراف کا رشتہ اشراف سے ہوتا ہے۔ اور اسے شریف ملا ہیبرہ۔ جو پہلے نبی علیہ السلام کے خلاف جنگیں لڑتا رہا اور آخر میں ہمیں بھاگ گیا اور بحالت کفر مر گیا۔

پوستی جی ابوطالب پر تو بقول تمہارے وحی نازل ہوتی تھی تو

اس نے کافر کو کیوں بیٹی دی۔ اور وہ بھی نبیؐ کی آرزو ٹھکرا کر۔ اگر اس سے بھی آپ کی تسلی نہیں ہوتی اور آپ ابوالعاص اور عثمان کو کافر اور منافق ہی کہنے پر تلے ہوئے ہیں تو اس کا جواب بھی سن لیجئے۔

یہ ہے حیات القلوب فارسی کا صفحہ ۵۷۱۔

اس کا مصنف نبی کی تین بیٹیوں کا ذکر کرتے ہوئے کس بھونڈے سو قیانہ اور گستاخانہ انداز سے نبی علیہ السلام کی ذات اقدس پر حملہ کرتا ہے کہ نبی کی نبوت کو ہی اس ظالم نے ہلا کر رکھ دیا ہے۔

پس اگر دختر عثمان دادہ باشد بنا برآں کہ در ظاہر داخل مسلمانان بودہ است دلالت نفع کند برآں کہ در باطن کافر نبودہ است۔ و تالیف قلب ایشان و دختر خواستن از ایشان و دختر دادن بایشان در ترویج دین اسلام و اعلائے کلمۃ الحق مدخلیت عظیم داشت و در این نام مصالح بے شمار بود کہ اکثر آئینہ بر عاقل متاکل پوشیدہ نیست و اگر آنجناب اظہار متفاق ایشان سے نمود و اسلام ظاہر ایشان را قبول نفع فرمود با آن جناب بغیر از قبیلے از ضعفائے ماندند۔ چنانچہ بعد از ان جناب با امیر المؤمنین علیہ السلام بغیر از سہ چہار نفر نمازند۔

یعنی اگر نبی علیہ السلام نے عثمان کو بیٹی دی تو عثمان کے ظاہری ایمان کی وجہ سے تھا۔ عثمان کا ظاہری ایمان اس بات کی دلالت نہیں کرتا کہ وہ باطن میں کافر نہ تھا۔ اور کافروں کی تالیف قلب کیلئے ان سے لڑ کیا لینا اور ان کو لڑکیاں دینا اسلام کی ترقی اور اعلائے کلمۃ الحق کے فوائد عظیم کے لئے تھا۔ اور اس میں بے حساب مصلحتیں تھیں۔ جو اکثر عقلمندوں پر پوشیدہ نہیں۔ اگر نبی اکرمؐ ان کے متفاق کا اظہار فرماتے

اور ان کے ظاہری اسلام کو قبول نہ فرماتے۔ تو آنحضرتؐ کے ساتھ چند کمزور اور ضعیف لوگوں کے کوئی نہ ہوتا۔ چنانچہ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد علیؑ کے ساتھ تین چار آدمیوں کے سوا کوئی نہ رہا۔

یہ ظالم بھٹتا ہے کہ نبیؐ نے منافقوں کو لڑکیاں دیں۔ اور اس لئے دیں کہ ان کی تالیف قلب منظور تھی۔ اسی تالیف قلب کی وجہ سے ان کی لڑکیاں لیں۔ منافقوں اور کافروں کو اس لئے لڑکیاں دیں کہ اسلام میں ترقی ہو سکے۔ لیکن انھوں نے کہ نبیؐ کافروں کو لڑکیاں دینے کے باوجود سوائے تین چار کے کسی کو مسلمان نہ بنا سکے۔ گویا نبیؐ کی لڑکیاں کافروں کے گھر ہی رہیں۔ اور نبیؐ اس دنیا سے نامراد اور ناکام رخصت ہو گیا۔

ایک دردمندانہ اپیل

میرے شیعہ دوستو! میں نہایت دردمندانہ، ہمدردانہ اور غمناک انداز میں آپ کے سامنے اس حقیقت کو پیش کرنا چاہتا ہوں کہ آپ خود سنجیدگی، تحمل، اطمینان، غور اور فکر سے اپنی کتب کا مطالعہ کیجئے۔ آپ کو واضح، بین، واشگاف اور صاف طور پر نظر آئے گا کہ شیعیت درحقیقت ایک ایسا عجوبہ ہے جس میں معقولات کا وجود ہے نہ منقولات کا۔ یہ سب کچھ ایک ہوائی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اس کے خالقین نے سب سے پہلے وصایتؑ کا نظریہ ایجاد کیا۔

جب اس کا متعاقب شروع ہوا تو تفسیر کی آڑ میں پناہ لی۔ اور ساتھ ہی عصمتِ آلہ کی آواز پیدا کر کے عوام کو بھول بھلیوں میں پھنسا کر ان کے اذنان کو براگندہ کرنے کی طرح ڈالی۔ وصایتؑ کے ابتدائی جھوٹ نے آگے چل کر اپنی ذریت یعنی معصومیت اور تقیہ کی وہ حیثیت تیار کی کہ ان سے خود بخود گمراہی کی اور میں پیدا ہوتی چلی گئیں۔ یہ اسی بے سروپائی کے نتائج ہیں کہ آج شیعہ مذہب کا کوئی پہلو یا ایک آدھ مسئلہ بھی ایسا نہیں، کوئی ایک تاریخ بھی روایت بھی ایسی نہیں جس کے کئی پہلو نہ ہوں۔ اس لئے یہ سبق بھی دیا گیا کہ شیعہ مذہب کے ستر پہلو ہیں۔ آپ مناظرانہ ذہن اور محاذ لانہ انداز سے دستکش ہو کر صرف ایک بات پر آئیے کہ قرآن کے متعلق شیعہ مذہب کے کیا نظریات ہیں۔ قرآن کہتے ہیں۔ کہاں ہیں کب سامنے آئیں گے۔ آپ کا عمل کس قرآن پر ہے تو تمام مسئلے حل ہو جائیں گے۔ میرے دوستو! نبات الرسولؐ سے آپ اس لئے انکاری ہوئے کہ نبیؐ کی ایک بیٹی کا مقام بلند کر کے دکھایا جائے حالانکہ بقول صاحب تحفۃ العوام آپ

۱۔ وصایت کے نظریہ کا خالق عبداللہ بن سبا تھا۔

۲۔ اساس الاصول مصنف مجتہد العصر مولوی دیدار علی کا صفحہ ۷۵

ترجمہ۔ امام جعفر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بے شک میں ستر پہلو رکھ کر

بات کرتا ہوں ہر پہلو سے نکل جانے کا راستہ رہتا ہے۔ ابو بصیر سے یہ بھی

روایت ہے کہ میں نے امام جعفر علیہ السلام سے سنا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں جب

کوئی کلام کرتا ہوں تو اس میں ستر پہلو رکھ لینا ہوں۔ جب چاہوں تو اس پہلو کو

اختیار کر لوں اور جب چاہوں اس پہلو کو لے لوں (یہ کلام ہے ممنوعہ التفسیر

امام کا اور ماوراء التفسیر کا کیا پوچھنا)

اس سلسلہ میں نبی کو ایذا پہنچانے کا موجب بنے۔ سیدنا عمر کے ساتھ سیدہ ام کلثوم بنت علیؓ کے نکاح کے اس لئے انکاری ہوئے کہ جو سیت کو تاروق اعظم نے دنیا سے نیست و نابود کیا تھا۔ آپ نے علیؓ اور فاطمہؓ کو در بدر پھرایا۔ اور گلیوں میں گھسیٹا اور محض اس لئے کہ صحابہ کرامؓ کی شان میں کلمات کفر کا جواز پیدا ہو سکے۔ وہ تو ہونے سے رہا۔ مگر آپ سیدنا علیؓ اور سیدہ فاطمہؓ کو بجائے معصومیت کا مقام دلانے کے ان کی بے ادبی کا موجب ضرور بنے آپ نے وصایت کا ثبوت پیش کرتے کرتے یہاں تک ذلت امیز حربے استعمال کئے کہ معاذ اللہ نبی نے اسلام کی تردید کے لئے کفار کو لڑکیاں دیں۔ مگر اس کے باوجود بھی سوائے تین چار کے کوئی سچا مسلمان نبی نہ بنا سکا۔ امت مرحومہ نے آج تک اس معاملہ میں غصہ بصر سے کام لیا۔ اور اس طرف کوئی اعتنا نہ کیا۔ آخر کبھی کو کیا پڑی تھی کہ آپ کے ان پرائمریٹ معاملات میں پڑتا۔ گوسٹ صحابہ کا سلسلہ صدیوں سے جاری تھا۔ اور وہ کسی حد تک آپ کی کتابوں کی زینت تھا۔ چند منہ پھرے کہیں کہیں اپنی مجالس میں کچھ کہہ اٹھتے تھے۔ اور اب جبکہ علی الاعلان لاؤڈ سپیکروں کے ذریعے گیلیوں اور کوچوں میں مجالس و محافل میں آپ کے واعظین اور ذاکرین نے ایک منظم و ضبط کے تحت اس کا رد پر اپنا زور بیان ختم کرنے کی گویا قسم اٹھا رکھی ہے۔ تو ہمیں بھی یہ حق پہنچتا ہے کہ ہم اس کے ازالہ اور دفعیہ کے وسائل اپنے مفکر و بھر عمل میں لائیں۔ بفضل ایک گروہ اور ایک جماعت نہیں بلکہ کئی جماعتیں آپ کے نظریات اور آپ کی پیش کردہ تاریخوں کی غلط بیانیوں کی تطہیر کیلئے میدان عمل میں آ چکی ہیں۔ آج تک آپ کا کوئی مجتہد کوئی مبلغ اعظم کوئی فاضل کوئی عالم کسی ایک متنازعہ امر میں عہدہ برآ نہیں ہو سکا۔ اور نہ آئندہ اس کی امید رکھی جا

سکتی ہے۔ چونکہ آپ کا تمام علمی سرمایہ تصانیف کا مجموعہ اور دیو مالانی داستانوں کا پلندہ ہے۔

اب چھوڑیئے صفحہ اور ہیٹ و صرعی کو۔ اپنی مخصوص مجلسوں میں گرجنے برسنے کو خیر باد کہہ دیجئے۔ عوام کو حب اہلبیت کے ناکہ پر گمراہ نہ کیجئے۔ ان ہذا صراطی مستقیم کو غور سے پڑھئے اور سیدھے راستے پر آجائیے۔ ورنہ میری ان باتوں کو مجذوب کی بڑ نہ سمجھئے وہ وقت انشاء اللہ قریب آنے والا ہے کہ آپ کے حواری ہی آپ کا راستہ کاٹنے کو تیار ہو جائیں گے۔

مقام قبر فاطمہؓ

مقام قبر جناب فاطمہؓ میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں بقیع میں نزدیک قبور آلیمہ ہے۔ بعض کہتے ہیں درمیان قبر رسول خدا اور منبر آنحضرت جناب سیدہ دفن ہیں۔ اس لئے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا۔ میری قبر اور منبر کے درمیان ایک باغ ہے باغ ہائے بہشت سے اور میرا منبر ایک دروازہ ہے دروازہ ہائے بہشت سے (افسوس کہ آپ کے شیعوں نے حضرت امیرؓ کو ایک دن بھی اس منبر پر بیٹھنے کا موقع نہ دیا۔ اور دھوکے اور فریب سے کوڑے لگئے) اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ جناب فاطمہؓ کو گھر میں ہی دفن کیا

(ج ۱ صفحہ ۲۲۸)

ناگاہ قبر شریف زمین کے برابر ہو گئی اور نشان باقی نہ رہا۔ اور

تاریخ قیامت دریافت نہیں ہو سکتا کہ قبر کہاں ہے۔
(ج ۱ صفحہ ۲۲۸)

تبصرہ

حضرات شیخینؒ کے خلاف زہر اگلنے اگلنے سیدہ فاطمہؓ کی قبر تک کو
علیا میٹ کر دیا۔ اسی جلا رلیون میں ایک اور مقام پر لکھا ہے کہ سیدہ کی
قبر کے ساتھ علیؓ نے چالیس اور قبریں تیار کیں۔ تاکہ کوئی منافق سیدہ
کی نعش نکال کر بے حرمتی نہ کرے۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ مجہول کچن کیا چاہتا ہے۔ اسے یہ بھی معلوم نہیں
کہ میری اس بکواس سے جناب سیدہ کی عزت کا کوئی پہلو سامنے آتا ہے
یا سراسر ذلت اور رسوائی کا۔

خدا ان محبانِ اہلبیت کو ہدایت دے۔ یقولون با فدا ھم
مالیس فی قلوبھم !

عمر شریف جناب فاطمہؓ

عمر شریف بوقت وفات اٹھارہ سال تھی۔ بعض نے انیس سال بعض
نے پینتیس سال، بعضوں نے سینتیس سال اور بعض نے اڑتیس سال بھی کہی
ہے۔ (ج ۱ صفحہ ۲۳۲)

لیجئے یہ مسئلہ بھی حل کر دیتا ہوں۔ گذشتہ صفحات میں بیان کیا گیا

ہے کہ سیدہ خدیجہ کلاخ کے فوراً بعد امانتدار سیدہ فاطمہؓ ہو گئیں۔
گویا جب نبی علیہ السلام کی عمر پچیس سال تھی آپؐ پیدا ہوئیں۔ چودہ
سال قبل نبوت کے تیس سال نبوت کے اور چند ماہ صدیق اکبرؓ کی خلافت
کے اس لحاظ سے آپؐ کی عمر بوقت وفات سینتیس سال تھی۔ اور یہ مسئلہ
بھی حل ہو گیا کہ سیدہ فاطمہؓ نبی اکرمؐ کی تمام اولاد سے بڑی تھیں۔ اور قبل نبوت
پیدا ہوئی تھیں۔

علیؓ خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے

یہاں اس بات کو بغور ذہن نشین کیجئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کی پیدائش سے بہت پہلے عمر بن ابی نے بیت اللہ میں ایک بت لاکر رکھا تھا۔
اور پھر اس پر جدتیں شروع ہو گئیں۔ ہر قبیلہ نے اپنا جدا بت گھڑا اور
کعبۃ اللہ میں رکھ دیا۔ اس روایت پر سب متفق ہیں کہ نبی اکرمؐ کی بعثت
کے وقت ۳۶۰ بت تھے اور خانہ کعبہ کی دیواروں پر جو تھوڑے ہیں تھیں۔
ان کا حساب ہی نہ تھا۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے ذرا ذہن کو اس طرف منطقت
کیجئے کہ جب کسی بت خانہ سے بت دور کر کے اس میں باقاعدہ نمازیں پڑھنی
شروع کی جائیں تو وہ بت خانہ ہی رہے گا یا مسجد بن جائے گا۔ اور جس مسجد میں
نماز کی بجائے بت رکھے جائیں۔ ان کی آرتی اتاری جائے ان کی پوجا شروع ہو
جائے ان سے حاجتیں طلب کی جائیں تو مسجد رہے گی یا بت خانہ بن جائے گی
سیدنا علیؓ کی پیدائش کے وقت یعنی دس سال قبل نبوت خانہ کعبہ بت خانہ تھا

وہاں تمام مشرکانہ اعمال کی ادائیگی ہوتی تھی۔ اب علی کی فضیلت ثابت کرنے کے لئے ان کے شیعہ فاطمہ اسدیہ زوجہ ابوطالب کو وضع حمل کے وقت گھسیٹ کھساٹ کر بت خانہ میں پہنچاتے ہیں۔ یہ صورت تو الگ رہی اب دوسری صورت بھی سن لیجئے۔

تمام بے فکر اپنے فرصت کے لمحات کعبہ کے صحن میں گزارتے تھے۔ کس ابو جہل اپنے یاروں کے جھرمٹ میں بیٹھا ہے کہیں اور کوئی۔ اور وضع حمل کا وقت ایسا ہوتا ہے کہ اس وقت جس قدر پردہ کا اہتمام کیا جاسکے کیا جاتا ہے۔ مگر ابوطالب ایسی حالت میں کہ بیوی دردِ زہ میں مبتلا ہے۔ اسے پکڑ کر مہج عام کے درمیان سے گزار کر بت خانہ میں لے جاتا ہے۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

۱۔ نبی اکرم علی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ وحی سنی، اٹھا اور قریب فاطمہ بنت اسد اس وقت پہنچا جبکہ وہ دردِ زہ میں مبتلا تھیں پس جبرائیل نے کہا یا محمد میں آپ کے اور ان کے درمیان پردہ ڈالتا ہوں۔

(گو یا تیس سال کی عمر میں بنی علیہ السلام پر وحی نازل ہونا شروع ہو گئی تھی) آپ پردہ کے پیچھے بیٹھے جب علی پیدا ہوں اپنے داہنے ہاتھ سے ان کو اٹھا لیجئے۔ تھوڑی دیر کے بعد جبرائیل نے مجھے آواز دی کہ اے محمد اپنا ہاتھ بڑھائیے اور علی کو اٹھا لیجئے۔ میں نے اپنا داہنا ہاتھ بڑھایا اور علی میرے ہاتھ میں آگئے (خود بخود) جب میں علی کو قریب لایا علی نے اپنا داہنا ہاتھ اپنے داہنے کان پر رکھا اور بآواز بلند آذان و اقامت کہی۔ (ج ۱ صفحہ ۲۵۵)

(کون سی آذان اور اقامت، حالانکہ یہ بات تو اتر کی حد تک مسابہ ہے کہ آذان کی ابتدا مدینہ میں عمر کے مشورہ سے ہوئی۔

۲۔ امام زین العابدین سے روایت ہے کہ ایک روز فاطمہ بنت اسد گرد کعبہ طواف کر رہی تھیں۔ اور جناب امیر شکم میں تھے۔ اثنائے طواف فاطمہ بنت اسد کو دردِ زہ ہوا۔ اس وقت بمقدور الہی دلیوار کعبہ شکافہ ہو گئی اور فاطمہ خانہ کعبہ میں گئیں اور جناب امیر اس مکان مکرم محترم میں ہا ہر دم مطاہر متولد ہوئے۔ (ج ۱۔ صفحہ ۲۵۵)

۳۔ ابوطالب کو بنی اکرم نے غلگین و ملول دیکھ کر وجہ دریافت کی تو ابوطالب نے کہا۔ فاطمہ دردِ زہ سے مضطرب ہے۔ یہ سن کر حضرت رسول اکرم ابوطالب کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر قریب فاطمہ بنت اسد کے آئے اور فاطمہ کو قریب کعبہ معظمہ لائے اور فاطمہ کو کعبہ کے اندر لے گئے اور کہا بنام خدا بیٹھو کہ وہ فرزند مکرم اس مکان محترم میں پیدا ہوگا۔ ناگاہ علی پاک پاکیزہ کہ کوئی کثافت نہ تھی ناف بریدہ نختہ کئے ہوئے متولد ہوئے۔

(ج ۱۔ صفحہ ۲۵۵ - ۲۵۶)

۴۔ فاطمہ بنت اسد کہتی ہیں۔ جمیع زنان عالمیاں پر جو مجھ سے پہلے گزری ہیں۔ مجھے فضیلت دی۔ اس لئے کہ مجھ سے خانہ برگزیدہ حق تعالیٰ میں فرزند پیدا ہوا۔ اور میں تین روز اس خانہ محترم میں رہی، طعام دمیوہ پائے بہشت کھائے (ج ۱ صفحہ ۲۵۹)

۵۔ پس فاطمہ تین روز خانہ کعبہ میں رہیں۔ (ج ۱ صفحہ ۲۵۸)

اس طرح اس سطر سے پہلے بڑی طویل تمہید ہے۔ کہ فاطمہ نے دعا کی کہ میں تمام پیغمبروں پر ایمان لائی وغیرہ وغیرہ

علی کی پیدائش

علیؑ کی پیدائش کے وقت نبی علیہ السلام کی عمر تیس برس تھی۔

(ج ۱ صفحہ ۲۵۱)
صرت مجلسی کی ایک کتاب میں علیؑ کی پیدائش کے متعلق چھ مختلف روایات ہیں جو سب کی سب ایک دوسری سے متضاد ہیں۔ اسی طرح اگر شیعہ مذہب کی باقی کتب سے بھی پیدائش علیؑ کے مناظر کا احاطہ کیا جائے تو نامعلوم کس قدر متضادات سامنے آئیں گے۔

حضرت علیؑ کی پرورش

جناب امیر کو مغل اطفال میں لپیٹا۔ جناب امیر نے اس کو پھاڑ ڈالا۔ پھر مضبوط کپڑے میں لپیٹا اس کو بھی پھاڑ ڈالا۔ آخر یہاں تک کہ دو تین چار کپڑوں میں لپیٹا، سب کو پھاڑ ڈالا۔ پھر چھ جامہ دیباہوں، ایٹیا اور مضبوط چمڑا اس پر لپیٹ دیا۔ جناب نے سب کو پھاڑ ڈالا۔ (ج ۱ صفحہ ۲۵۰)

ولیمہ

تین سو اونٹ اور ایک ہزار گوسفند و

گائے ذبح کئے۔ (ج ۱ صفحہ ۲۵۰)

تبصرہ

یہ بار بار کی لپیٹا لپیٹ اور وہ بھی دیبا جیسے قیمتی کپڑے میں اور ولیمہ میں اس قدر جانوروں کا ذبح کرنا (ملا صاحب کو یہ بھی معلوم نہیں کہ پیدائش پر حقیقت ہوتا ہے ولیمہ نہیں ہوتا۔ ولیمہ نکاح کے موقع پر ہوتا ہے۔) ابوطالب جیسے تلاش اور مفلس کے لئے بیان کرنا، ملاں مجلسی کا ہی کام ہے۔ ابوطالب غریب تو اس قدر نادار تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے افلاس اور ناداری سے متاثر ہو کر علیؑ کو اپنے گھر لے گئے۔ اور دوسرے بیٹے کو عباسؑ کے سپرد کیا۔ ابوطالب لشکر لٹا تھا اور دور دراز کے ملکوں کی تجارت سے معذور تھا۔ گھر میں ہی نو مشبوسیں وغیرہ بیچ کر بمشکل گزارہ کرتا تھا لے

علیؑ نے پیدا ہوتے ہی قرآن پڑھا

طویل تمہید کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ قول منسوب کیا گیا ہے کہ اس کے بعد قرآن جو غیب پر نازل ہوا بغیر اس کے کہ مجھ سے منا ہو پڑھا۔ میں نے علیؑ سے بائیں کہیں۔

(ج ۱ صفحہ ۲۵۵)

لے تفصیل کیلئے دیکھیے حقیقت مذہب شیعہ صفحہ ۱۲۹ تا ۱۳۸

حبیب کون ہے

ابن عباس نے کہا کہ حضرت اس روز (یعنی وفات کے دن) مکرر فرماتے تھے۔ میرے حبیب کو بلاؤ اور جس کو لوگ سامنے لاتے تھے اس سے حضرت منہ پھیر لیتے تھے۔ جناب فاطمہؓ سے لوگوں نے کہا ہمیں یقین ہے۔ کہ آپ حضرت علی ابن ابی طالب کو بلا تے ہیں۔ جناب فاطمہؓ گئیں اور جناب امیر کو بلا لائیں نظر مبارک سید انبیاء روئے منور سید اولیاء پر پڑی ہنسنے لگے۔

(ج ۱ صفحہ ۱۲۳)

علیؑ نے قرآن پیدا ہوتے ہی بغیر نبی کے پڑھائے پڑھ لیا۔ اس کے بعد تینتیس سال زندگی کے نبی کے سامنے میں گزارے مگر وفات کے وقت اور تو سب موجود ہیں سید اوصیا موجود نہیں۔ اور کسی کو بشمول فاطمہؓ اور حسینؑ اور عباسؑ اس وقت معلوم نہیں کہ نبیؐ کا حبیب کون ہے۔ بار بار مختلف لوگوں کو پکڑ پکڑ کر نبی کے پیش کر رہے ہیں۔ مگر نبیؐ ہر بار منہ پھیر لیتے ہیں جب کہیں جا کر حضرت ابوترابؓ کو کہیں کسی مقام سے غالباً مٹی پر سے سوتا ہوا پکڑ کر لاتے ہیں تو نبی کے چہرے پر خوشی کے آثار پیدا ہوتے ہیں۔

اس حقیقت مذہب شیعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کوئی سجاد بخاری تفسیر ابن کثیر کے حوالے سے حضرت فاروق اعظمؓ کے متعلق گورفتاں ہیں۔ عمر کہتے ہیں کہ مجھے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ حضورؐ کے بعد خلیفہ کون ہے (المبلغ مئی سنہ ۱۳۵۸) حضرت بخاری صاحب نبی کے آخری وقت (باقی صفحہ ۸۷ پر دیکھیے)

علیؑ کا قاتل شیعہ تھا

حضرت علیؑ کی شہادت

یہاں بھی طویل تہمید کے بعد نبی علیہ السلام کی طرف یہ زحمت منسوب کی گئی ہے کہ اے علیؑ سو ہزار شمشیر عراق تمہاری مسدود گا رہوں گی۔

(ج ۱ صفحہ ۲۵۸)

● حضرت علیؑ نامہ اور فرست اسامی پڑھ رہے تھے۔ جب نظر ابن ملجم تک پہنچی تو فرمایا تو ہی عبدالرحمن ابن ملجم ہے اس نے عرض کی ہاں! یا امیر المؤمنین میں ہی ہوں۔ حضرت نے فرمایا عبدالرحمن پر لعنت ہو اس ملعون نے کہا یا حضرت میں تو آپ کا دوست ہوں۔ حضرت نے فرمایا تو جھوٹا ہے۔ بخدا سو گند تو میرا دست نہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۶ سے آگے

نامعلوم کننا وقت حضورؐ اپنے حبیب کو بلائے کا تقاضا کر رہے ہیں۔ مگر کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ حبیب کون ہے اور ایک تفسیر سے آپ کو معمولی سے لفظ مل گئے تو آپ پتھاری بن گئے۔

ابن ملجم نے آپ کی بیعت کی

اور تیسری بار حضرت نے اس سے بیعت لی جب وہ چلا حضرت نے پھر اسے بلایا اور قسمیں دیں کہ بیعت سے نہ پھرنا اور عہد و پیمان کا نہ پختہ و حکم اس سے لے پھر جب وہ چلا پھر اسے بلایا اور مکرر تاکید کی (ج ۱ صفحہ ۲۶۰)

زخمی ہونے کے بعد ابن ملجم کو مخاطب کر کے کہتے ہیں، کیا میں تجھے پر مہر نہ تھا۔ کیا میں نے تجھے اوروں پر اختیار نہیں کیا۔ کیا تجھ سے میں نے احسان نہیں کیا۔ اور لوگوں سے زیادہ عطا نہیں کیا (ج ۱ - ۲۸۳)

سیدنا علیؑ نے پیدا ہوتے ہی قرآن پڑھا۔ آذان دی اور اصل بات یہ کہ آپ رب السموات والارض تھے۔ آپ جانتے تھے کہ ابن ملجم میرا قاتل ہے تو پھر اپنے قاتل کو اپنی بیعت میں داخل کرنے کا مطلب؟ بات ابن ملجم پر ہی ختم نہیں ہوتی آپ کے تمام شیعہ ہی اس قسم کے تھے۔ چنانچہ مجلسی صاحب فرماتے ہیں کہ جناب امیرِ نافرمانی و منافق و شقاق اصحاب سے دل تنگ ہوئے اور لشکرِ معاویہ نے اطرافِ نواحی ملک جناب امیرِ بغارت شروع کی (لعنت اللہ علی الکاذبین) اور بغرض محال اصحاب معاویہ نے غارت شروع کی تو علیؑ کے بھائی عقیل بھی ان غارتگروں میں شامل تھے اور اصحاب نے نصرت و مدد گاری نہ کی۔ اس وقت جناب امیر نے بالائے منبر ارشاد فرمایا

بھدا سو گند مجھے منظور ہے کہ خدا مجھ کو تم سے اٹھائے۔ پھر ارشاد کیا خداوند! تو جانتا ہے کہ میں ان سے تنگ آگیا ہوں اور یہ مجھ سے تنگ آگئے ہیں۔ (آپ تو ان کی نافرمانیوں سے تنگ آئے۔ مگر وہ آپ سے کیوں تنگ آئے۔۔۔۔۔ میں ان سے ملول ہوں اور یہ مجھ سے ملول ہیں۔ خداوند! مجھے ان سے راحت عطا کر اور ان کو مبتلا بہ بلا اس شخص کے ماتھے سے کر کہ بعد اس کے یہ مجھے یاد رکھیں چنانچہ کہ بلا کے مقام پر ہلال بن نافع بھی حضرت حسینؑ کو مخاطب کر کے کہتا ہے یا ابن رسول اللہ! آپ کے جد بزرگوار سے نہ ہو سکا کہ اپنی محبت قلوب مردم میں مستحکم کرتے اور ان کو اپنی اطاعت پر ثابت قدم رکھتے۔ بہت منافقین ایسے تھے کہ ان سے وعدہ و نصرت کرتے تھے اور دراصل مکر و عذر پر مستعد تھے۔ یہاں تک کہ انتقال فرمایا اور آپ بھی آج اس گروہ اشراک کے عذر و ٹکڑ میں گرفتار ہیں۔ (جلد ۲ صفحہ ۱۷۰)

تبصرہ

معلوم ہوتا ہے آپ کی اس دعا نے الٹا اثر کیا۔ تاریخیں ان حقائق و شواہد سے پُر ہیں کہ جب سیدنا حسنؑ نے امور خلافت سیدنا معاویہؓ کے سپرد کر کے ان کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ تو اس سال کو لوگوں نے عامِ الجماعت کا نام دیا۔ سیدنا معاویہؓ نے قاتلین عثمانؓ کو چنڈہ میں لٹکانے لگا دیا۔ جو لوگ سیدنا علیؑ کو تخت خلافت پر بٹھانے کا موجب تھے۔ ان کا مقصد سیدنا علیؑ کی آڑ میں اپنے اس قتل عثمانؓ کے جرم سے بچنا تھا۔ سیدنا علیؑ بجائے

اس کے کہ ان سے قصاص لیتے ان کی مدد سے آپ نے امت کو ایک خلافت پر مجتمع کرنے کی کوشش کی جس میں وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ آپ کا چار پانچ سالہ دور خلافت اگر اسے خلافت کہا جائے۔ (چونکہ آپ کی خلافت پر اجتماع نہ ہو سکا ان کے لئے کانٹوں کا تاج بنا رہا۔ اور آخر اپنے ایک شیعہ کے ہاتھ سے جام شہادت نوش فرما کر عازم خلد بریں ہو گئے) تو مسلمانوں کے لئے ایسا بدترین دور تاریخ اسلام میں ملنا محال ہے

حضرت علیؑ کی نصیحتیں

جلد ۱ صفحہ ۲۷، ۲۸

میں آپ کی منہاج نبیوار درج کرنا چاہتا ہوں تاکہ آپ کے شیعوں کا عمل ان منہاج پر واضح کرنے میں آسانی رہے۔

۱۔ در باب قرآن خدا کو اس طرح یاد رکھو کہ کوئی تم پر عمل کرنے میں اس پر سبقت نہ کر سکے۔

۲ قول۔ ذرا مہربانی کر کے وہ قرآن دکھائیے جس پر سیدنا علیؑ عمل کرنے کی ترغیب فرما رہے ہیں۔ قرآن تو آپ نے منہاج ہر کر کے بند کر دیا تھا جسے آپ اپنے دور خلافت میں بھی ظاہر نہ کر سکے اور فرمایا کہ یہ قرآن تم قیام قائم آل محمد تک نہیں دیکھو گے۔ موجودہ قرآن تو اہل سنت کا ہے۔ اگر آپ نے اس پر عمل کرنے کی ہدایت فرما رہے تو تم کتنے نافرمان ہو کہ تمہارا جو ایرغیر اٹھتا ہے اس پر اعتراض جڑ دیتا ہے۔

۲۔ خدا کو در باب خانہ کعبہ یاد کرو۔ کہ ہرگز جب تک تم ہو وہ تم سے خالی نہ رہے۔ اس لئے کہ اگر حج خانہ کعبہ کو ترک کر دو گے جہلت نہ پاؤ گے در بہت جلد عذاب خدا تم پر نازل ہوگا۔

۳ قول۔ ذرا دل پر مانتھ رکھ کر بتائے کہ آج کتنے شیعیان علی حج کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ حج کے موقع پر مشکل آپ کی تعداد ایک فی ہزار بھی کبھی دیکھنے میں نہیں آئی۔ ناں یہ ضرور ہے کہ کربلا کا حج بڑی دھوم دھام سے کیا جاتا ہے۔

ایسا کیوں نہ کیا جائے جبکہ کعبہ کی زمین نے کربلا پر فخر کیا تو خدا نے اس کی طرف وحی کی کہ خاموش ہو جا اور فخر نہ کر اس لئے کہ... میں نے اس میں موسے سے کلام کیا۔ زمین کربلا ربوہ ہے۔ مریم اور عیسیٰ مسیح کو اس میں میں نے جبکہ دی۔ الی ربوۃ ذات قرار معین، شاطی الوادی، الایمن کربلا ہی ہے۔ معین نہر فرات ہے۔ بہشت کے پر نالے فرات میں جاری ہوتے ہیں۔

(تخلیص تصویر کربلا صفحہ ۹ - ۱۰)

چنانچہ شیعوں کے مجتہد حائری صاحب فرماتے ہیں۔ اندر میں حالات مسلمانوں کو ان کے بیت اللہ شریف کا حج نہ کرنے پر متوجہ نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ شیعوں کی معتبر کتب میں کعبہ سے زیادہ کربلا کا ثواب لکھا ہے اور بالخصوص عرفہ کے دن جو ہم ذوالحجہ کو روز حج ہے قبر حسینؑ کی زیارت کرنے کا ثواب اس قدر بیان کیا گیا ہے کہ کوئی شیعہ اسے چھوڑ کر کعبہ کا

۱۔ اب ربوہ ضلع سرگودھا میں آگیا ہے اور مرزائیوں کا گڑھ ہے

رخ نہیں کر سکتا۔ اس لئے شیعہ بھولے سے بھی مکہ کا رخ نہیں کرتے چنانچہ جامع عباسی کے صفحہ ۳۰ پر لکھا ہے کہ حج کے دن زیارت کرنے سے ایسے بیس حج اور عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔ جو کسی نبی یا امام کے ساتھ کئے ہوں بعض روایات کے مطابق ایک حج مقبول اور دس لاکھ جہادوں کے برابر ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نوے حج میرے حجوں سے اور ہر ایک حج کے ہمراہ عمرہ بھی کیا ہو اس کا ثواب اس فرزند (حسین) کے زائر کو ملے گا (جلد ۲ صفحہ ۱۰۵)

آگے چل کر یاران سرپل نے کربلا کا پتہ بھی کاٹ دیا۔ چنانچہ مجلسی لکھتا ہے کہ فرمایا امام موسیٰ رضا نے۔ پس جو کوئی اس میری غربت میں زیارت کرے گا۔ خداوند عالم ایک لاکھ شہید ایک لاکھ صدیق ایک لاکھ حج کرنے والوں کا اور ایک لاکھ عمرہ کرنے والوں کا اور ایک لاکھ جہاد کرنے والوں کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھے گا۔ اور ہمارے زمرہ میں وہ شخص مشور ہوگا۔ اور درجات عالیہ بہشت میں ہمارا رفیق ہوگا۔

(جلد ۲ صفحہ ۳۷۱)

یاد رہے کہ آپ کو کارون کے مقبرہ میں دفن کیا گیا تھا۔ اب علی کے اس حکم کی کیا قدر رہ جاتی ہے کہ تم خدا کو درباب کعبہ یاد کرو۔

صفحہ ۴۱ جلد تصویر کربلا میں ہے کہ عید کے دن اور عرفہ کے دن، زیارت کرنے سے ہزار حج اور ہزار عمرہ بہرہ ور کا ثواب ملتا ہے۔

(بحوالہ رسالہ نمبر ۲۰ الموسوم بہ کربلا شائع کردہ)

دائرة الاصلاح محرم صفحہ ۸ تا ۱۰ ۱۳۴۱

مجھے بڑا تعجب اس بات پر ہے کہ افضل کے ہوتے ہوئے مفضل کی طرف منہ کر کے یہ لوگ کیوں نمازیں پڑھتے ہیں اور اگر وہ ایسا کریں تو اپنے مجتہد العصر والزمان سرکار شریعتیہ اور قبلہ حائری صاحب کے فتوے کی مطابقت کہ شیعہ مذہب ہر پہلو سے اہلسنت سے مختلف ہے اور ناجی ہونے کی شرط یہ ہے کہ ہر کام میں اہلسنت کی مخالفت کی جائے انہیں جرات سے کام لے کر فوراً اعلان کر دینا چاہیے۔ کہ آئندہ کربلا کی طرف یا مشہد کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جائے۔

۳۔ خدا کو درباب نماز یاد کرو۔ کہ وہ بہترین اعمال اور ستون دین ہر اقوال۔ سیدنا علی کو کیا معلوم تھا کہ میں کن لوگوں کو بتا رہا ہوں کہ نماز دین کا ستون ہے۔ اس طرح تو نماز ارکان دین میں شمار ہو جائے گی۔ اور شیعہ اسے فروعات دین سے بھی شاید کسی وقت خارج کر دیں۔ عملاً تو ایسا کر رہے ہیں۔ ایک طرف مجلس عزاء ہے دوسری طرف نماز کا وقت ہے مگر ماتم جاری ہے اور نماز عنقا۔

۴۔ اور خدا کو درباب جہاد فی سبیل اللہ اپنے اموال اور جانوں اور زبانوں سے یاد کرو۔ اور جانو کہ راہ خدا میں جہاد نہیں کر سکتا۔ مگر وہ امام کہ پیشوائے راہ ہدایت ہو۔

۱۔ قول۔ سب سے پہلے تو یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سیدنا حسن نے حق امامت معاویہ کے حوالے کر دیا۔ اور سیدنا حسین نے بھی سیدنا معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ پھر سیدنا حسین کو منصب امامت کس نے تفویض کیا۔ اور انہوں نے کس امام کے حکم سے جہاد کیا۔ امام تو اس وقت یزید تھا۔ چلیے اسے بھی چھوڑیے کربلا

کے سانچے کے بعد پورے ۶۵ علوی جہاد کی نیت سے امریکہ اور عباسیوں کے خلاف میدان میں اترتے رہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان میں سے بعض قتل ہوئے۔ بعض توبہ تائب ہوئے اور خلفائے وقت سے وظائف لے کر گوشہ نشین ہو گئے۔ یا گرفتار ہو کر کسی پھوچی، ماسی، اور بہن کی سفارش سے بچ گئے۔ جو خلیفہ وقت کے کسی نہ کسی عزیز کے نکاح میں تھی۔ مگر یہ بتائیے کہ وہ کس امام کے حکم سے خروج کرتے تھے یا یہ تمام پینسٹھ خروج کرنے والے امام تھے۔ اور شیعوں کے آئینہ ردائے ترقیہ لپیٹ کر خاموش سمیٹے رہے۔

۵۔ اور خدا سے درباب اصحاب پیغمبر ڈرو۔ اور ان کی اطاعت کرو کہ انہوں نے کوئی بدعت دین خدا میں نہیں کی۔ اور صاحب بدعت کو راہ نہیں دی۔ بدرستیکہ رسول خدا نے اپنے اصحاب کے حق میں تم کو وصیت فرمائی اور اس پر لعنت کی جو اصحاب اور غیر اصحاب میں سے بدعت جاری کرے۔

۱ قول۔ میں شیعہ دوستوں سے ہی پوچھتا ہوں کہ ملاں مجلسی نے سیدنا علیؑ کی زبان سے جن اصحاب کا ذکر کیا ہے وہ کون تھے اور کتنے تھے۔ ان سے مراد سلمان، مقدادؓ اور ابوذرؓ ہے تو ذرا یہ بتائیے کہ سیدنا علیؑ کی شہادت کے وقت وہ کہاں تھے۔ جن کے متعلق یہ وصیت فرمائی جا رہی ہے اور اگر وہ تھے جو اس وقت سیدنا علیؑ کے ہمراہ تھے تو ان سے آپ خود نالاں تھے۔ آخر یہ اصحاب تھے کون۔ آدھ بات میں

سے۔ یہاں میاں پوستی کو ایک طویل الہام ہوا ہے۔

آپ کو سمجھاؤں اور بتاؤں۔ بشرطیکہ چند لمحات کے لئے سبائیت کو ذہن سے جھٹک کر سننے کے لئے تیار ہوں۔

ومن کتابہ علیہ السلام ابی المعادیہ انہ با یحیی القوم الذین بالیعوۃ ابابکر و عمر و عثمان علی علیہما السلام بالیعوہم علیہ فلم یکن للشاہدان یختارون ولا لغایت ان یرووا انما الشوری للمہاجرین والافار فان اجتمعوا علی رجل و سموہ اماما کان ذالک اللہ رضی فان خرج من امرہم خارج بطعن او بدعتہ ردوہ الی ماخرج منہ فان ابی قاتلوا علی اتباع غیر سبیل المؤمنین (نہج البلاغہ صفحہ ۱۹۷)

ترجمہ۔ حضرت علیؑ نے جو امیر معاویہ کو خط لکھا۔ اس کا مضمون یہ تھا کہ میری بیعت اس قوم نے قبول کی ہے۔ جنہوں نے ابوبکرؓ عمرؓ و عثمانؓ کی بیعت جس امر پر کی تھی۔ پس حاضر کے لئے تامل کرنے اور غایت کے لئے رد کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ اس بارہ میں مجلس شوریٰ صرف ہاجرین و انصار کی متحدہ مجلس ہے۔ ان کا اتفاق جس شخص پر ہو کر امام منتخب کیا گیا خدا کو بھی وہی پسند ہے۔ پھر اگر ان کے حکم سے کوئی شخص نکل کر خلیفہ کی طعن و تشنیع یا کسی جدید بدعت پر مکر بند ہوا تو اس کو خلیفہ کی اطاعت کی طرف واپس بلانا چاہیے۔ کہ اس نے کافۃ المسلمین سے الگ راستہ کیوں اختیار کر لیا ہے سیدنا علیؑ کا اصحاب ثلاثہ کے متعلق صرف یہ ایک ہی ارشاد نہیں۔ بلکہ آپ نے متعدد مواقع پر خلفائے ثلاثہ کو ہدایت کے چراغ۔ اپنے ساتھی

مسلمانوں کے راہنما اور نبی کے مخصوص دوست کے لفظوں سے اظہار خیال فرمایا ہے۔

حضرت علیؓ نے بلا توقف حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی

ملاحظہ ہو کافی کتاب الروضہ رضی اللہ عنہما

حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور لوگوں کو بیعت سے نہ روکا۔ تاکہ لوگ مرتد نہ ہو جائیں۔ (صفحہ ۱۳۹)

حالانکہ کافی کا یہ قول غلط ہے۔ مقبول بخاری علیؓ نے سیدہ فاطمہؓ کی وفات تک بیعت نہیں کی۔

آیت کا ترجمہ ہے

تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لاتے ہیں اور نیک کام کئے ہیں خدا وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور ملک کا حاکم بنائے گا۔ جیسے کہ ان لوگوں کو حاکم بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے۔ یقیناً ان کے لئے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر کے جما دے گا۔ جسے ان کیلئے وہ پسند فرما چکا ہے۔ اور ان کے اس خوف و خطر کو وہ امن و امان سے بدل دے گا۔ کہ میری عبادت کرتے رہیں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اس کے بعد بھی جو لوگ ناشکری اور کفر کریں وہ یقیناً ناستق ہی ہیں۔ آگے بڑھنے سے پہلے ایک بار پھر اس ترجمہ کو پڑھیے۔ اور درودشن دماغ کی ایک چٹکی دماغ میں پہنچا کر سوچیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے۔ ان سے وعدہ کیا گیا ہے کہ ضرور ملک کا حاکم بنائے گا تو اللہ تعالیٰ نے کسے ملک کا حاکم بنایا۔ اگر اللہ کا وعدہ جھوٹا ثابت ہوا اور چند منافقوں نے

اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کی نافرمانی کر کے اس کا انکار کیا تو اس اللہ تعالیٰ کے متعلق کیا کہیے گا۔ پھر ارشاد ہوتا ہے۔ جسے ان کے لئے وہ پسند فرما چکا ہے۔ یہ پسندیدگی ہو چکی تھی اس پر عمل باقی تھا۔ اور نبی اکرمؐ کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے وہ وعدہ پورا کر دیا۔ اور تمام دنیا نے دیکھ لیا کہ سیدنا فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں دنیا کی دو سب سے بڑی سلطنتیں صفیہ ہستی سے نسیا منیا ہو گئیں۔ صدیق اکبرؓ نے ارتداد کا خاتمہ کر دیا۔ عثمان غنیؓ نے افریقہ کے مغربی ساحل سے بحیرہ ہند کے مغربی ساحل تک امن و آشتی کا وہ نور پیش کر کے دکھایا جس کی مثال دنیا کی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اب آپ کے زعم کے مطابق زمانہ استخلاف آتا ہے۔ ایک لاکھ فرزند ان توحید خاک فون میں تڑپ جاتے ہیں۔ ایک اپرچ کی فتوحات نہیں ہوتیں۔ ہر طرف بے امنی، خوف، دہشت، اور اقرار تقری کا عالم ہے۔ اور دنیا اس وقت سکھ کا سانس لیتی ہے۔ جب آپ کی مزمومہ خلافت ختم ہو جاتی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سیدنا علیؓ کو خلافت کا امر تفویض کیا جاتا تو مقبول آپ کے تمام مسلمان تو مرتد ہو چکے تھے تو آپ کس ملک پر خلافت کرتے۔ آپ تو ہزاروں بلکہ لاکھوں اپنے شیعوں کی مدد سے امور خلافت کا بار اٹھا سکے۔ تو صرف چار کی ہمراہی سے کیا کرتے۔ خدا کے بند و عقل سے کام لو۔ اب وہ زمانہ گزر گیا جب آپ لوگوں کی الٹی سیدھی سب چلتی تھی۔ اب ماشار اللہ! اللہ کے ایسے بندے پیدا ہو چکے ہیں۔ جو آپ کے مفروضہ اور مزمومہ اعمال و کردار، اخلاق و عادات و منطریات پر گہری نظر رکھتے ہیں سیدنا علیؓ مقبول آپ کے ڈر کے ظالموں کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ ان کے رائے قرآن کی لیت کی گئی۔ اصلی قرآن جلا کر معدوم کیا گیا۔ فدک غصب

ہوا اور اپنی خلافت کے دور میں بھی واپس نہ کر سکے۔ سیدہ فاطمہؓ کی بے عزتی کی گئی۔ متعہ حرام کیا گیا۔ تراویح رائج کی گئی اور آپؐ اُن تک نہ کر سکے۔ اور جب خلافت ملی تو اس وقت بھی یہ کہہ کر خاموش ہو گئے۔

مجھ سے پہلے جو خلفاء تھے انہوں نے کچھ کام ایسے کئے جن میں رسول اللہ کی مخالفت کی ہے۔ عہد اُن کے خلاف کیا ہے۔ ان کے عہد کو توڑا ہے۔۔۔ ان کی سنت کو بدلا ہے۔ اگر میں آمادہ کردوں لوگوں کو ان امور کے ترک پر اور ان کو پھر ان کی اصل حالت پر لے جاؤں یعنی جس حالت پر وہ رسول اللہ کے زمانہ میں تھے تو یقیناً میرا شکر مجھ سے جدا ہو جائے۔

(ترجمہ کتاب ردضہ کافی صفحہ ۲۹)

نور اللہ شوستری تراحق الحق میں سیدنا علیؓ کی خلافت کا بیڑہ ہی غرق کر گیا ہے۔

والی هل ان امر الخلافه ما وهل الیہ الا

بالاسم دون المعنی الخ

خلاصہ یہ کہ خلافت سیدنا علیؓ کو برائے نام ملی تھی۔ نہ درحقیقت اور جناب امیرؓ سے ان کے عہد خلافت میں بھی اختلاف اور نزاع کیا جاتا تھا کوئی کہاں تک لکھتا جائے۔ شیعہ مذہب کی کتب ایک بھان متی کا ٹوکرا اور مداری کا سوانگ ہیں۔ نہ یہ مانتے ہیں نہ وہ۔ کبھی یہ کہتے ہیں کبھی وہ اور وہ ایسا کیوں نہ کریں یا کہیں جبکہ اس دین کے ستر پہلو ہیں

نبیؐ کی وصیت علیؓ کو اور علیؓ کی وصیت حسنؓ کو

حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ میں تم کو وصیت کرتا ہوں۔ اور تم میرے اچھے وصی میرے لئے ہو۔ میں تم کو اس طرح وصیت کرتا ہوں جس طرح رسول خداؐ نے مجھے وصیت کی ہے۔

اے فرزند جب میں دنیا سے مفارقت کروں اور میرے اصحاب تم سے موافق نہ رہیں۔ اس وقت خانہ نشین رہنا اور گناہوں پر دونا۔ اور دنیا کو مقصود بزرگ قرار نہ دینا۔ (ج ۱ صفحہ ۲۷۲)

تبصرہ

نبیؐ نے علیؓ کو خانہ نشین کی وصیت کی تو وہ اپنی بیوی کو خچر پر سوار کر کے در بدر کیوں پھرتے رہے۔ خلافت کی بھیک مانگتے رہے۔ مگر اپنے خلیفہ ہونے کا کہیں بھی دعویٰ نہ کیا۔

میرے اصحاب موافق نہ رہیں۔ کا مطلب واضح ہے۔ کہ اصحاب رسولؐ تھے اور ضرور تھے۔ ان کی نافرمانی کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ خانہ نشین کا حکم دیا ہے۔

اگے چل کر حسینؓ نے اس کے خلاف کیا تو کیا پایا۔

پھر آپؐ فرماتے ہیں فانی لست امن ان احظی (کافی کلینی) تحقیق میں خطا کرنے سے امن میں نہیں ہوں۔ پھر آپؐ کے حکم کے علی الرغم آج شیعہ معصوم معصوم کی کیارٹ لگاتے جا رہے ہیں۔ آپ کا ایک اور ارشاد ہے لا بد الناس من ائیسر برادر ناجرا

(ہنچ البلاغہ)
لوگوں کے لئے کسی امیر کا ہونا ضروری ہے۔ چاہے وہ نیک ہو یا ناجائز
سیدنا علیؑ کے ان ارشادات کی موجودگی میں علویوں کے مخصوص چند
افراد کے معصوم عن الخطا ہونے کا ڈھنڈورا اور علویوں کا بار بار خود کو
کمرناکون سی دعوت الی الحق تھی۔ سیدنا علیؑ خود اپنے آپ کو خلیفہ
بلا فصل تو درکنار خلیفہ منصوص بھی نہیں سمجھتے تھے۔

ومن حکام له لما ادرى قبل البیعت بعد قتل عثمان دعوتی
وانتمو غیري ان ترکتمونی فان کاھدکم ولعلی اسعکم
واطو عکم لمن ولیتو کا امکم وانا لکم وزیرا خیر منی
لکم امیرا (ہنچ البلاغہ)

ترجمہ: حضرت علیؑ کے کلام سے ہے کہ جب ارادہ کیا گیا بیعت
کا بعد قتل عثمان کے مجھے چھوڑ دو۔ اور میرے سوا کسی دوسرے کو ڈھونڈ
لو اگر تم مجھے چھوڑ دو گے تو میں بھی مثل ایک کے تم میں سے ہوں گا۔ اور شاید
تم سے زیادہ حکم ماننے والا اور زیادہ اطاعت کرنے والا اس کا ہوں گا
جس کو تم اپنا ادلی الامر بناؤ گے اور میں تمہارے لئے وزیر بن کر بہتر ہوں
اس حالت سے کہ تمہارا امیر بنوں۔ سیدنا علیؑ کے اس ارشاد سے چند
امور مستنبط ہوتے ہیں۔

۱۔ آپ خلافت کو منصوص نہیں بلکہ مشورہ مومنین پر موقوف سمجھتے تھے
۲۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں منصوص خلیفہ تھا۔ اور اب میرا حق
مجھے مل گیا ہے۔

۳۔ آپ نے فرمایا میرے سوا کسی اور کو امیر منتخب نہ کرو۔ میں بحیثیت

وزیر کام کروں گا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ خلفائے راشدین کے زمانہ
خلافت میں آپ ان کے وزیر تھے۔

۴۔ اگر آپ نے ایسا انراجمی طور پر کہا تو امام منصوص کی شان کے
یہ امر لفتیق ہے کہ وہ لفظ قطعی کو بالکل پی جائے اور اشارۃً بھی
اس کا ذکر نہ کرے۔

علی خلیفہ بن کر فرماتے ہیں۔

مجھ سے پہلے جو خلفاء رکھتے۔ انہوں نے کچھ کام ایسے کئے جن میں رسول اللہ
کی مخالفت کی ہے۔ عداً ان کے خلاف کیا ہے۔ ان کے عہد کو توڑا ہے۔
ان کی سنت کو بدلا ہے۔ اگر میں آمادہ کروں لوگوں کو ان امور کے ترک پر اور
ان کو پھر ان کی اصل حالت پر لے جاؤں یعنی جس حالت میں وہ رسول اللہ کے
زمانے میں تھے۔ تو یقیناً میرا لشکر مجھ سے جدا ہو جائے۔ اگر میں فدک کو
واپس کروں و ارثان فاطمہ علیہا السلام کی طرف اور دیدن وہ جاگیریں جو رسول اللہ
نے کچھ لوگوں کو دی تھیں اور وہ ان کو نہیں دی گئیں اور نہ وہ احکام ناندہ کئے گئے
اور ظلم کے جو فیصلے کئے گئے ہیں ان کو رد کر دوں اور کچھ عورتیں جو لوگوں کے پاس
ناجائز طور پر ہیں۔ ان کو نکال کر ان کے شوہروں کے حوالے کر دوں اور لوگوں کو
حکم قرآن پر عمل کرنے کے لئے آمادہ کروں اور وظائف کے رجسٹروں کو مٹا دوں
اور سب کو برابر دیا کروں۔ جس طرح رسول اللہ برابر دیتے تھے۔ اور موزوں پر
مسح کرنے کو حرام کر دوں تو لوگ مجھ سے جدا ہو جائیں۔ اللہ کی قسم! میں نے
لوگوں کو حکم دیا کہ رمضان کے مہینے میں سوا فرض کے اور کسی نماز میں جماعت

نہ کرو اور میں نے ان کو آگاہ کیا کہ نفل کی جماعت کرنا بدعت ہے تو میرے
ہی لشکر کے بعض لوگ جو میرے ساتھ ہو کر لڑتے تھے آپس میں شور کیا کہ اے
اہل اسلام دیکھو عمرؓ کی سنت بدلی جاتی ہے۔ یہ شخص ہم کو رمضان کے مہینے
میں نفل نمازوں کے پڑھنے سے روکتا ہے۔

(ترجمہ از کتاب روضہ کافی صفحہ ۲۹)

قطع نظر اس بات کے کہ اس روایت میں سیدنا علیؓ کی طرف جو کچھ
منسوب کیا گیا ہے درست صرف اس بات کو پیش نظر رکھیے کہ علیؓ
خلیفہ بن کر بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بجا نہ لاسکے۔
اور آخر کار شوسنری کو اپنی مایہ ناز تالیف احقاق الحق میں کہنا پڑا کہ ا
والی هل ان امرا خلافت ما و هل الیہ الا بالاسم
دون المعنی یعنی حضرت علیؓ کو منصب خلافت برائے نام ملا
تھا نہ درحقیقت۔

مگر جس خدا کو یہ بدار ہو جائے کہ وہ علیؓ کی بجائے نبوت محمدؐ پر نازل کرے
اور پھر اسی علیؓ کی بجائے خلافت اصحاب ثلاثہ کے سپرد کر دے، وہ خدا اگر
اس علیؓ کو حقیقی خلافت کی بجائے برائے نام خلافت دیتا ہے۔ تو اس میں
چیخنے چلانے کی کیا ضرورت ہے۔

میں جانگ دہل اور علیؓ رؤس الاستہاد مذہب شیعہ کی کتب سے اس
قسم کے سنیہ شریعت پیش کر سکتا ہوں۔ کہ منصوص من اللہ اور خلافت بلا نفل
کا ادعا محض اباطیل و کذب کا پلندہ ہے۔ یہ بالکل مدعی سست اور گواہ چست
والی بات ہے۔ نہ سیدنا علیؓ نے کبھی بلا نفل خلافت کی نہ سیدنا حسنؓ نے کسی
مقام پر اس کا دعوے کیا۔ بلکہ اس کے الٹ اپنے تمام حقوق خلافت

سیدنا امیر معاویہؓ کے حوالے کر دیئے۔ ماں سیدنا حسینؓ ضرور حکومت
کے طلب کار تھے۔ مگر اس بھری دنیا میں ان کی اس خواہش پر کسی نے
توجہ نہ دی۔ بلکہ مدینہ سے روانگی مکہ میں درد اور مکہ سے کوفہ کی طرف
کوچ کو سب نے ایک بچکانہ حرکت سمجھی۔ اور بار بار آپ کو اس ارادہ پر
باز رکھنے کی کوشش کی یہاں تک کہ سیدنا عبداللہؓ یعنی آپ کے چچا زاد اور
بہنوئی نے ناراض ہو کر اپنی بیوی کو طلاق دیدی جو حضرت حسینؓ کا ساتھ دینے سے
رک نہ سکیں۔ اور یہ امر بھی ظاہر و باہر ہے۔ کہ جن لوگوں کی دعوت پر آپ کو نہ
پہنچے انہوں نے ہی آپ کو شہید کر دیا۔ جیسا کہ سیدنا علیؓ (زمین العابدین)،
سیدہ زینب، سیدہ ام کلثوم وغیرہ کے خطبات سے عیاں ہے۔ سیدنا حسینؓ
کی شہادت کے بعد قائم آل محمدؐ کے علاوہ آٹھ اور مرعومہ آئمہ گزرے۔ مگر ان
میں سے کسی ایک نے بھی کسی وقت امام منصوص کی لم نہ تراشی۔ اور پھر اس نقطہ نگاہ
سے دیکھئے کہ وہ سب کے سب خلفائے وقت سے وظائف لیتے رہے۔ ان کے
ساتھ پرہیز کرتے رہے۔ ان کے ساتھ یا ان کے رشتہ داروں کے ساتھ
اپنی لڑکیوں اور بہنوں کے نکاح کرتے رہے۔ بیسوں ان کے جہان بنتے رہے
بلکہ اگر کسی علوی نے خروج کیا تو انہوں نے خلیفہ وقت کو مطلع کیا۔ سیدنا علیؓ
زمین العابدین نے سب سے پہلے مدینہ کے چند سر بھرے خروج کرنے
اور ان کے حالات سے مطلع کیا۔

عزیمیکہ ان مرعومہ آئمہ کو ایک لمحہ کے لئے بھی کہیں حکومت نہ ملی۔ یہ
اچھی خلافت اور امامت ہے۔ تمام منصوص آئمہ حکام وقت کی وفاداری
اور جان نثاری کا دم بھرتے ہیں۔ ان سے مہابہرت کے تعلقات پیدا
کرتے ہیں۔ اور کسی مقام پر بھی نص قطعی کے متعلق اشارہ تک نہیں کرتے

اور ان کے مرنے کے صدیوں بعد یہ چست گواہ رات دن ان کے غضب،
خلافت کے غم میں ہلکان ہوئے جا رہے ہیں۔
کیا استخلاف کی آیت کے متعلق آیا کچھ خیال شریف میں ؟

حضرت علیؑ موت سے ترساں تھے

اُم کلثومؓ نے کہا جب اس شب میں نے قلق و اضطراب اپنے پدر بزرگوار
کا مشاہدہ کیا تو مجھے نیند نہ آئی۔ میں نے کہا اے پدر بزرگوار آپ کیوں نہیں
سوتے جناب امیرؓ نے فرمایا اے دختر میں نے بہت بڑے بڑے شجاعوں سے
جنگ کی اور بڑے بڑے امور بولناک درپیش ہوئے۔ مگر کچھ ترس و ہم
مجھے نہ ہوا۔ لیکن آج کی رات بہت خائف و ترساں ہوں۔

(رج ۱ - صفحہ ۲۷۷)

شاید یہاں آپ کہیں کہ سیدنا علیؑ کا یہ خوف درگاہ رب العزت میں
حاضری کی وجہ سے تھا۔ مگر بات یہ نہیں ایک معطر کے بعد اس کا جواب خود
سیدنا علیؑ کی زبان سے سن لیجئے۔

موت قریب ہوتی ہے۔ اور آرزو میں منقطع ہوتی ہیں۔ یعنی بقول باقر
مجلسی آپ اس لئے غمگین تھے۔ کہ آپ کی آرزو میں پوری نہ ہوئی تھیں۔ شاید
ابھی ایک لاکھ اور فرزندان توحید کا خون بہانا مطلوب تھا۔ اور ابھی وہ لوٹنے
بھی نہ خرید سکے جس کے رقم جمع کر لی تھی۔

راہ سے شیعان علیؑ ع ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسمان
کیوں ہو۔

حضرت علیؑ کی شہادت یا ڈرامہ
(از صفحہ ۲۷۹ تا ۲۸۵) اصل کتاب سے پڑھیے

سیدنا علیؑ کی قبر

(۱) جب مجھے تختہ پر رکھنا۔ تختہ کو آگے سے پکڑنا۔ تختہ کو عقب سے تھامے رہنا
اور جس طرف تمہارے آگے تختہ رواں ہو تم اس کے پیچھے پیچھے جانا۔ اور جہاں
میرا تخت تابوت ٹھہرے۔ جانا وہی میرا مقام قبر ہے۔ میرے جنازہ پر
سات تکبیریں کہنا۔ میرے جنازہ کو جہاں رکھنا ہو وہاں سے اٹھانا۔ اور خاک
اس جگہ کی خالی کرنا۔ وہاں قبر کھدی کھدائی اور لحد بنی بنائی پاؤ گے۔ اور ایک
کڑی کا تختہ وہاں منقش دیکھو گے۔ پس مجھے اس تختہ پر دفن کرنا اور وہاں
سات اینٹیں پاؤ گے ان کو قبر میں چن دینا۔ تھوڑی دیر بعد ایک اینٹ ہٹا
کر قبر میں نظر کرنا۔ مجھے وہاں نہ دیکھو گے اس لئے کہ میں تمہارے نالکے
پاس چلا جاؤں گا۔

(۲) چند سطور بعد ملا باقر لکھتے ہیں۔ البتہ حق تعالیٰ اس پیغمبر کی روح
اور جسد کو اس کے روضی کے روضہ سے ملتی کر دیتا ہے۔ اور بعد اس

کے جدا ہو کر ہر ایک اپنی اپنی قبر میں پھر آتا ہے۔

(۲) پھر فرماتے ہیں قبر میری خاک سے بھر دینا۔ اور مقام قبر چھپا دینا۔

(ج ۱ صفحہ ۲۸۵ - ۲۸۶)

اب آگے سینے اور جب صبح ہو تو تابوت کو ناقہ پر باندھنا اور
جہاز اس ناقہ کی کسی شخص کے ماتھے میں دے دینا کہ مدینہ لے جائے۔
اس لئے کہ لوگ نہ جانیں کہ کہاں دفن ہوا ہوں (ایضاً)

(۳) بعض کتب معتبرہ میں جناب صادق سے روایت کی ہے جناب
امیر نے جناب حسن کو فرمایا کہ چار قبریں چار جگہ ایک مسجد کوفہ میں،
دوسری مقام رحبہ میں، تیسری نجف میں اور خانہ جعدہ بن ہبیرہ میں
میرے لئے بنانا۔ (ایضاً)

(۵) مرنے کے بعد سیدنا علیؑ اپنے شیعوں سے خوفزدہ رہے۔ یہاں
اس امر کو بھی پیش نظر رکھئے کہ کوفہ اور اس کے مضافات بلکہ تقریباً
تمام عراق میں صرف شیعان علیؑ تھے۔ ادنٹ پر تابوت رکھ کر مدینہ بھیج
دیا مگر مدینہ پہنچ کر کہاں گیا۔

اگر تابوت ادنٹ پر رکھ کر مدینہ کی طرف روانہ کر دیا تو جابجا قبریں
کھودنے اور کھودانے کا مقصد۔

علیؑ نبیؑ کے ساتھ دفن ہوئے۔

حضرت نوحؑ کی کشتی خانہ کعبہ میں پہنچی اور سات بار طواف کیا۔ (دہ
خانہ کعبہ ملاں صاحب نے بنوایا ہوگا۔) خدا نے نوح کو وحی کی کہ کشتی سے
نیچے اتر بیٹے اور جسد مبارک حضرت آدمؑ کو نکال کر کشتی میں داخل کر دو۔ یہ
سن کر حضرت نوح کشتی سے باہر آئے اور پانی ان کے زانو تک تھا۔
یہاں تک کہ وہ تابوت جس میں جسد مبارک حضرت آدمؑ تھا نکالا۔ اور کشتی
میں لے گئے جب کشتی مسجد کوفہ میں پہنچی (مسجد کوفہ ملاں صاحب نے بنوائی ہوگی)
وہاں بھی پہنچ کر ٹھہر گئی۔ اور حضرت نوحؑ نے بحکم خدا جسد آدمؑ نجف میں دفن
کیا (کشتی مسجد کوفہ میں ٹھہری اور آدمؑ کو نجف میں دفن کیا) اور قبر حضرت
آدمؑ کے سامنے ایک قبر اپنے لئے بنوائی اور ایک صندوق جناب امیر کے لئے
بنوایا (اپنے لئے قبر اور علیؑ کے لئے صندوق) اور اپنے سینے کے سامنے رکھا
چند سطور آگے چل کر ملاں صاحب لکھتے ہیں۔ کفن و حنوط سے فرصت پا کر
مجھے تابوت میں رکھنا اس وقت آگے سے تابوت کو ملائیکہ اٹھائیں گے۔ تم
تابوت کو پیچھے سے اٹھانا۔ جس طرف تابوت جائے تم پیچھے چلنا تمہیں ایک
ایک قبر بنانی ملے گی۔ اس میں دفن کرنا۔ چند سطور کے بعد لکھتے ہیں جب
جناب امیر کو دفن کیا۔ ایک اینٹ سرمانے سے اٹھا کر نظر کی۔ کسی کو نہ دیکھا۔
ناگاہ صدائے ماتم سنی کہ امیر المؤمنین بندہ شاکستہ خدا تھے۔ ان کو پیغمبر
سے ملحق کیا۔ اور اسی طرح خدا ادھیار کو بعد پیغمبروں کے ان سے ملحق کرتا
ہے یہاں تک کہ کوئی پیغمبر مشرق میں دفن پائے اور اس کا وھی مغرب

میں رحلت کرے۔ البتہ خدا اس کے دھی کو اس پیغمبر کے ساتھ ملحق کرتا ہے

(ج ۱ صفحہ ۲۹۲)

جب ایک دفعہ بلوچ زمین پر مارا قبر تیار اور لحد بنی بنائی ملی ایک تختی اس قبر میں تھی۔ جس پر بزبان سریانی لکھا تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم (یہ کون سی سریانی ہے) یہ وہ قبر ہے جو نوح پیغمبر نے علی ابن طالب دھی محمد مصطفیٰ کے لئے نو سال (چار ہزار سال کے نو سو سال بن گئے) قبل طوفان بنائی تھی۔ (دوسری روایت میں دوران طوفان لکھا ہے۔ دروغ گو را حافظہ نہ باشد) جب میرے پدر بزرگوار کو قبر میں اتارا غائب ہو گئے (نوح کی محنت ضائع ہو گئی) اور میں نے نہ جانا کہ زمین کے اندر چلے گئے ہیں۔ یا آسمان پر چلے گئے۔

(۸) بسند معتبر روایت ہے۔ کہ ایک روز جناب امیرؒ صحرائے نجف کو تشریف لے گئے دیکھ کر فرمایا کیا نیک منظر ہے اور کیا خوشبودار تیرا قصر ہے۔ خداوند امیری قبر اسی زمین پر بنانا (شاید پہلے معلوم نہ تھا اور ماگن دیا کون کا علم غائب ہو گیا تھا۔)

(۹) دیگر۔ مجھے پشت کو نہ در برادر م ہود و صالح کے دفن کرو۔

(۱۰) دوسری روایت میں فرمایا قبر برادر م ہود میں دفن کرنا۔

حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا اپنے پدر بزرگوار م نوحؑ کی قبر میں دفن ہوئے۔ (ج ۱۔ صفحہ ۲۹۳)

(۱۱) مجھے جانب پشت کو نہ لے جانا جب تمہارے پاؤں زمین میں دھنسے گئیں۔ و ماں دفن کرنا۔ کہ وہ مقام اول طور سینا ہے۔ (واللہ اعلم) جغرافیہ دان (۲) ایک روایت ہے اندرون قبر حسینؑ، محمد بن حنفیہؑ اور

عبداللہ بن جعفر ناجید غریب میں دفن کیا (زندوں کو دفن کر کے اس میں علی کو دفن کرنا را فیضیوں کا ہی کام ہے۔

(۱۲) جب غسل و کفن سے فارغ ہوئے ناگاہ ایک اونٹ دکھائی دیا۔

جنازہ جناب امیرؒ اس پر رکھا۔ اور وہ اونٹ روانہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ صحرائے نجف میں پہنچ کر ٹھہر گیا۔ اور جب منظر نزدیک پائے شتر قبر کھدی کھدائی پائی (ج ۱ صفحہ ۲۹۵)

(۱۳) بسند دیگر روایت ہے کہ جناب امیرؒ نے وصیت فرمائی کہ جب میں دنیا سے رحلت کر جاؤں، گھر کے گوشہ راست میں ایک لوح پاؤں لگے۔ اس لوح پر مجھے لٹا دینا۔ اور جو جامہ و ماں پانا اس میں مجھے کنسن کرنا۔۔۔۔۔ اس کے بعد طویل عبارت ہے آخر میں لکھا ہے کہ یہاں تک کہ اس قبر پر پہنچے جس کا ذکر حضرت نے کیا تھا۔

(ج ۱ صفحہ ۲۹۵ - ۲۹۶)

(۱۴) جب آنحضرتؐ کو صریح مقدس میں رکھا اور نماز سے فارغ ہوئے دیکھا ایک پردہ سندس قبر پر کھچا ہوا ہے امام حسنؑ نے اس پردہ کو بالائے قبر سے ہٹا کر منظر کی دیکھا جناب رسول خداؐ حضرت آدمؑ حضرت ابراہیمؑ جناب امیرؒ سے باتیں کر رہے ہیں۔ پھر امام حسینؑ نے پائے مبارک کے پاس سے پردہ اٹھایا تو دیکھا کہ ناطقہ الزہراءؑ اور خواہ مریمؑ دآمیہ حضرت کے لئے رد رہی تھیں۔

(ج ۱ صفحہ ۲۹۷)

سیدنا علیؑ کی قبر کے متعلق چودہ اقوال ملا مجلسی نے بیان کئے ہیں۔ ان اقوال سے کچھ اس قسم کا خلاصہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ آپؑ کسی نامعلوم

مقام پر دفن کئے گئے۔ (۲) آپ کا جسد نبی اکرم کے جسد کے ساتھ ملحق کر کے
 واپس لایا گیا (۳) قبر کا مقام چھپا دیا گیا (۴) کوہ میں ۵ نجف میں ۶
 رجبہ میں ۷ اور خانہ جعدہ میں ۸ تا بوقت مدینہ بھیج دیا۔ ۹ حضرت
 آدم کی قبر کے سامنے نجف میں ۱۰ بنی کے روضہ میں ۱۱ نامعلوم مقام
 پر ۱۲ ہود اور صالح کی قبریں ۱۳ طور سینا میں ۱۴ اندرون قبر
 حسین محمد بن حنیفہ اور عبد اللہ بن جعفر کی قبریں ناحیہ غریبین میں ۱۵
 صحرائے نجف میں ۱۶ ایسی قبریں جس میں آدم اور ابراہیم نے آکر
 ملاقات کی اور فاطمہ و آسیہ وغیرہ روئیں۔ ایک روایت میں ہے کہ
 آپ کو کوہ کے قبرستان عری نامی میں دفن کیا گیا تھا۔

یہ صرف جلاء العیون سے اقتباسات ہیں نہ معلوم باقی کتب روافض
 میں کس قدر ادربات ہوں گی۔ ان ذہنی مفلسوں اور عقل کے کوروں
 کو ابھی تک یہ بھی معلوم نہیں کہ سیدنا علی کہاں دفن کئے گئے انہیں سیدہ
 فاطمہ کی قبر کے متعلق بھی معلوم نہیں اگر کوئی پوچھے حضرت اس قدر
 دروغ گوئی کا مقصد؟ تو فوراً جواب دیں گے منافقوں کے خطرے کی وجہ
 سے کہ وہ جناب امیر کے جسد مبارک سے گستاخی نہ کر سکیں۔ تو حضرت اب
 تو وہ خطرہ نہیں ڈرا اب ہی فرما دیجئے کہ صحیح قبر کہاں ہے۔ رہا نجف
 میں حضرت علی کی قبر کا ہونا۔ ملا مجلسی کے اقوال کی روشنی میں نجف کے
 متعلق جو روایات ہیں۔ ان کے مقابلہ میں دوسری روایات قوی تر ہیں
 ع۔ ابھی اس بحر میں باقی ہیں لاکھوں بولتے لالہ۔

حضرت علیؑ کی بجائے شیطان قتل ہوا تھا

سیدنا علیؑ جیسے بزرگ اور سرخیل کبار صحابہ کو ان رافضیوں نے حب
 اہل بیتؑ کی آڑ میں کیا کچھ کہتے سے گریز نہ کیا۔ ایک طرف آپ کو رب الارباب
 کہتے ہیں اور دوسری طرف اور ایک نیا شوشہ چھوڑ رہے ہیں کہ شیطان
 علیؑ کی شکل میں متمثل ہو کر مارا گیا تھا۔ اور خود علی زندہ ہیں۔
 (تذکرۃ الائمہ کتاب شیعہ صفحہ ۹۱ بحوالہ قاطع الانف صفحہ ۷)
 اس لحاظ سے تو نجف میں شیطان دفن ہے۔ ع
 بریں عقل و دانش بیاہ گریست۔

سیدنا علیؑ کی قبر

آئیے میں آپ کو اب سیدنا علیؑ کی قبر کے متعلق بتاؤں۔ کہ آپ
 کہاں دفن ہوئے۔ آپ کو کوہ کی جامع مسجد کے صحن کے ایک کنارے
 پر دفن کیا گیا۔ اور اس قبر کے قریب جو دروازہ تھا۔ وہ مدتوں باب
 علی کے نام سے موسوم رہا۔ شیعان علیؑ نے جب نجف کا کھڑاگ رچایا۔
 تو قبر کا متعینہ سطح زمین کے برابر کر کے دروازہ بھی بند کر دیا۔ اب
 آپ کو یہ بھی بتا دوں کہ نجف میں کس کی قبر ہے۔ یہ سن کر آپ کو بڑی
 تکلیف ہوگی مگر یہ کٹر دا اور کیلا نوالہ آپ کو نگلنا ہی پڑے گا۔ اور
 میں نے چونکہ یہ فریضہ اپنے ذمے لے لیا ہے۔ کہ آپ کو آپ کی غلیہوں

سے اگاہ کرتا رہوں۔ اس لئے یہ بتانا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔
نجف میں حضرت مغیر بن شعبہ مدفون ہیں۔ جن کا آپ نام سننا
بھی گوارہ نہیں کریں گے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے
(البدایہ والنہایہ جلد ۷ صفحہ ۳۲۹)

راقضی

بند معتبر زائیدہ بن قدام سے روایت ہے۔ کہ میں
ایک روز خدمت امام زین العابدین میں گیا۔ امام نے فرمایا ! اے
زائیدہ میں نے مناسبت ہے کہ تم زیارت قبر امام حسینؑ کو جاتے ہو حالانکہ تم
کو خلیفہ سے (ایک کافر اور فاسق کو امام نااطق خلیفہ کیوں کہہ رہے
ہیں۔) قرب و منزلت حاصل ہے اور وہ راقضی نہیں کہ کوئی ہمیں دوست
رکھے اور دوسروں پر فضیلت دے (ج ۱ صفحہ ۲۸۷)

۱۔ یہاں بھی پوستی صاحب کو الہام ہوا ہے کہ مخالف ہمیں طعن و
تشنیع کے طور پر راقضی کہتے ہیں۔ حضرت جی ! مخالفین کو یہ
کہنے کی جرأت ہے یہ لقب تو آپ کو اپنے امام چہارم کا عطا کر دے
جے اب میں نہایت خلوص سے آپ کو اسی لفظ سے مخاطب کروں
گا۔ فرمائیے کیا خیال ہے۔ اور آئیے آپ کو یہ بھی بتا دوں کہ
آپ کو صوب سے پہلے یہ خطاب کس نے عطا کیا۔

زید بن علی (زین العابدین) بن حسینؑ کو جب شیعوں نے
گھیر کر خروج پر آمادہ کیا اور وہ بیچارہ (باقی صفحہ ۱۱۳ پر)

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۲ سے آگے

ان کے سبز باغ دکھانے پر ان کے چکے میں آکر خروج کر بیٹھا
تو سب اس کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ گئے تو اس نے بھاگتوں
کو کہا ارفضتونی کیا تم نے مجھے چھوڑ دیا انہوں نے جواب
دیا رفضناں ہم نے تجھے چھوڑ دیا۔ اور آخر زید مارا
گیا (مجالس المؤمنین) اس دن سے شیعوں کا دوسرا نام
راقضی مشہور ہوا۔

کھئے پوستی جی آیا کچھ خیال شریف میں۔ پہلے اپنے مذہب
کی کتابیں پڑھیے اور پھر دوسروں کو خبیث، جاہل، شریر
اور ان پڑھ کے خطابات بخشیے، جہالت اس کو کہتے ہیں کہ
پوست کی لہر میں جو آئے اپنے عقیدتمندوں کے سامنے،
مانکے بجائیں اور جہاں کوئی گھر کا بھیدی سامنے آئے
تو ہی ہی کے سوا کچھ بن نہ آئے۔

حضرت جعفر (صادق) کے متعلق ایک شعر ہے - الم تر ان الرافضین تفرقوا
وکلہم فی جعفر قال منکراً -

کیا تم نہیں دیکھتے کہ رافضیوں میں کیسا اختلاف ہے - وہ سب کے سب
جعفر کے بارے میں کوئی نہ کوئی بُری بات کہتے ہیں - یہاں اس شعر کے نقل
کرنے کا مقصد یہ نہیں کہ رافضی حضرات سب کے سب اپنے امام ششم
کو بُرا بھلا کہتے ہیں - بلکہ صرف اس لئے اس کو منقل کیا گیا ہے کہ یہ حجاب
اہلبیت اپنے آپ کو خود رافضی کہتے ہیں -

فاضل نور اللہ شوستری نے مجالس المؤمنین میں یہ تصریح بھی کی ہے
کہ تدمائے اثنا عشریہ کا لقب رافضی تھا - اور کافی کی ایک روایت
بھی اس کی مؤید ہے - کافی کی کتاب الردۃ صفحہ ۱۶ میں ہے -

فقال ابو عبد اللہ الرافضۃ قال قلت نعم قال لا
واللہ ما ہم سیرکم بل اللہ سماکم !
یعنی بموجب ارشاد امام جعفر صادق رافضی اللہ کا عنایت کردہ
نام ہے -



الہدایہ
جلد ۱

آج خلافت پیغمبری منقطع ہو گئی

حضرت علیؑ کی وفات کے روز سرور کائنات حضرت خضر بصورت
پیر مرد آئے اور رو کر کہتے تھے - انا للہ وانا الیہ راجعون آج خلافت
پیغمبری منقطع ہو گئی -

اقول -

سرور کائنات خضر کا مفہوم غالباً میری طرح خود رافضیوں
کو بھی معلوم نہ ہو سکا ہو - کوئی صاحب اگر غلط فہمی یا میاں پوستی سے
دریافت کر کے مجھے بھی اس اصطلاح سے واقف فرمانے کی رحمت گوارہ
فرمائیں تو نہایت شکر گزار ہوں گا -

اور دوسری بات یہ کہ آج خلافت پیغمبری منقطع ہو گئی - گویا اس
کے بعد سیدنا حسینؑ خلیفہ حق نہ تھے - اور علیؑ کی خلافت سے پہلے غاصبین
خلافت کے دور کے متعلق علیؑ کی خلافت سے کیا متعلق - یا تو سیدنا علیؑ
کی طرح کھل کر اعتراف کیجئے کہ اصحاب ثلاثہ خلفائے حق تھے تاکہ آپ کو ہر
جھوٹ کو چھپانے کے لئے جو نیا جھوٹ گھڑنا پڑتا ہے - اس سے نجات مل
جائے اور یا کلینی اور ابن بابویہ پر تبرائی کیجئے - جن کے حوالے سے لا
ہلسی نے یہ روایت منقل کر کے اصحاب ثلاثہ کو خلفاء حق بیان کیا ہے -

بوقت وفات سیدنا علیؑ کی اولاد اور جا بیدار

مجلسی لکھتا ہے کہ طلحہ و نقرہ کچھ انہوں نے میراث نہیں چھوڑا۔ مگر سات سو درہم کہ ان کی عطا بخشش سے زیادہ آتے تھے۔

(اس فقرہ کا مفہوم پرستی صاحب واضح کریں) اور چاہتے تھے کہ اس سے ایک کینز خریدیں۔ (ج ۱ - صفحہ ۳۰۲)

لاما صاحب نے یہ لکھتے وقت نہ معلوم اپنے اسلاف کی روایات کو حسب معمول در خود اعتنا نہیں سمجھا اور عالم بے خودی میں جو آیا لکھتے چلے گئے۔

سیدنا علیؑ کی جائیداد بوقت وفات نقدی کی صورت میں بھی لاکھوں سے ڈالروں

اور غیر منقولہ بھی گاؤں کے گاؤں تھے۔ آگے بڑھتے سے پہلے اس امر کو بھی

ذہن میں رکھیے۔ کہ وفات النبیؐ تک آپؐ کی مالی حالت نہایت پتلی رہی۔

خلفائے راشدین کے پچیس سالہ دور میں آپؐ پر بے حساب تشدد اور ظلم

ہوتے رہے حتیٰ کہ آپؐ کی بیٹی بھی چھین لی گئی۔

رہا آپؐ کا اپنی خلافت کا پورے پانچ سالہ دور ! ہم اسی انداز سے

دیکھیں گے۔ جس انداز سے ہم سیدنا فاروق اعظمؓ کے دور خلافت کو دیکھتے

ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ سیدنا فاروق اعظمؓ بیمار ہیں علاج میں شہد تجویز ہوتا ہے

مگر آپؓ مشورہ کے بغیر بیت المال سے چند توڑے شہد بھی نہیں لیتے۔ قیصر کی ملکہ

آپؓ کی بیوی کو تحفہ عطر بھیجتی ہے۔ مگر آپؓ اسے یہ کہہ کر بیت المال میں جمع کرا

اول فرج غصبت منا

دیتے ہیں کہ لائے والا تھوڑا حد سرکاری ہے۔ آپؐ کے کپڑے اکثر بیوندے ہوتے ہیں۔ اور لطف یہ کہ شہادت کے وقت چوراہی ہزار کے مقرضوں میں ان حالات میں ہمسہ سیدنا علیؑ کے متعلق یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے یہ دولت خلافت کے زمانہ میں حاصل کی۔ لازماً یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ تمام دولت آپؐ کو خلفائے ثلاثہ کے زمانہ میں حاصل ہوئی۔

وفات کے وقت ازواج و اولاد

۱۔ سیدہ فاطمہ بنت نبی اکرمؐ۔ آپؐ سے ام کلثوم، حسن، حسین اور زینب پیدا ہوئے۔

۲۔ خولہ بنت جعفر۔ علی اکبرؑ کی والدہ تھیں۔

۳۔ لیلیٰ بنت مسعود۔ عبید اللہؓ جسے مختار نے شہید کیا۔ ابوبکرؓ یہ (کربلا میں شہید ہوئے)

۴۔ ام بنین بنت حزام۔ ان سے عباس، عثمان، جعفر اور

عبداللہؓ پیدا ہوئے۔ یہ چاروں کربلا میں شہید ہوئے۔ اصغر ام ولد سے تھے۔

۵۔ اسماء بنت عمیس۔ ان سے یحییٰ اور یونس پیدا ہوئے۔ یہ حضرت سید

کی بیوہ تھیں محمد تامل زود النورین ہدیٰ اکبرؑ کی وفات کے وقت ۲۔

۲ سال کا تھا اور سیدنا علیؑ کے ہاں ہی پل کر جوان ہوا تھا۔

۴۔ صہبا۔ عمر اکبر اور رقیہ ان کے بطن سے پیدا ہوئے۔

۵۔ امامہ بنت ابی العاصم محمد اوسط پیدا ہوئے۔

۶۔ ام سعید ثقیفہ سے امام حسن اور علیہ پیدا ہوئے۔

ان کے علاوہ دوسری لونڈیوں سے ام نانی، میمونہ، زینب صغرا، رملہ صغرا، ام کلثوم، فاطمہ، امامہ، خدیجہ، ام کرام، ام سلمہ، ام جعفر جہانتمہ اور نفیسہ تھیں۔ ایک بیٹی حیات بنت امرا القیس بنو کلاب سے

تھی وہ کھلتی کھلتی مسجد میں آجاتی تو لوگ پوچھتے تہمارے ماموں کون ہیں۔ وہ کہتی وہ وہ یعنی کہتے۔ کیونکہ وہ بنو کلاب سے تھیں۔ اس لحاظ سے سیدنا علی کی اولاد کی تعداد وفات کے وقت چودہ لڑکے اور انیس لڑکیاں یعنی تینتیس

ہیں۔ جن میں سے چوبیس بیٹیاں زندہ تھیں۔ (طبقات ابن سعد)

اولاد کے علاوہ وفات کے وقت چار بیویاں اور انیس کنیزیں بھی زندہ تھیں۔ جن کے لئے اتنی جائیداد اور باغات چھوڑ گئے۔ کہ وہ لوگ، اغنیاء، شمار ہوتے تھے۔

جنگ جمل کے بعد ہی بصرہ کے بیت المال کی رقم جو ساٹھ لاکھ تھی۔ اپنے ساتھیوں میں تقسیم کی اور ہر ایک کے حصے میں پانچ سو کی رقم آئی۔

(طبری جلد ۵ صفحہ ۲۲۳)

کوفہ کے بیت المال پر صفین کا بوجھ پڑا تو حضرت حسن نے پانچ کروڑ کی رقم بعد صلہ وصول کی (رضی اللہ عنہ) ایک لطیفہ: ہر حادثہ جمل کے بعد آپ نے رہیں بصرہ مسعود نہشلی کی بیٹی لیلے سے نکاح کیا۔ اور پورے سترہ روز لیلے کو لے کر خانہ نشین ہو گئے۔

لے اصحاب ثلاثہ کے نام پر علیؑ کا اپنے تین بیٹوں کے نام رکھنا صریحاً اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ چاروں واقعی آپس میں یار تھے۔

مشہور باطنی شیعہ داعی ناصر خسرو نے اپنے سفر نامہ میں لکھا ہے۔ کہ میں نے بصرہ میں مشہد علی کے نام سے موسوم وہ مکان دیکھا۔ جہاں سیدنا علیؑ نے سترہ روز گزارے تھے۔

ایک طرف دس ہزار صحابہ کرامؓ اور تابعین غلام کے لاشے پڑے ہیں اور ہزاروں گھروں میں ماتم بپا ہے۔ اور دوسری طرف بنی مونیہ جارہا ہے۔ اور ابھی ایک لونڈی خریدنے کا ارادہ فرماتے ہوئے ہیں۔ منجملہ ان کی اس جائیداد کے وقف علی الاولاد ایک ایسی جائیداد تھی۔ جس کی آمدنی ایک ہزار دس سو یعنی دس ہزار من کھجوریں سالانہ تھیں جو زراعت کے علاوہ تھی۔ (اعل و النخل)

آپ چالیس ہزار سالانہ زکوٰۃ ادا کرتے تھے۔

(مسند احمد بن حنبل صفحہ ۱۹۵)

مسند احمد بن حنبل اور کتاب الملل والنحل کے حوالہ جات رافضیوں کے نزدیک معتبر نہیں۔ ان کے سامنے حق الیقین اور فردغ کافی پیش کرنا چاہتا ہوں۔

سیدنا علیؑ کے والد نے غربت کی وجہ سے (مگر ملاجلی کہتا ہے علی کی ولادت پر تین صد ادنٹ اور ایک ہزار گوسفند اور گاؤں ذبح کئے) اپنی اولاد زمین کو اپنے کنبہ میں تقسیم کر دیا تھا۔ سیدنا علیؑ حضورؐ کی کفالت میں آئے۔ لیکن وفات کے بعد سیدنا علیؑ نے ایک وسیع جائیداد چھوڑی جس میں کئی مواضع تھے جن میں سے دلال، عفان، حسی، ملام ابراہیم بیت، صافیہ، برقہ، یمن، دادی القرنی، بدیہ، باد بیتہ اور غفریش مشہور ہیں۔ (حق الیقین صفحہ ۱۸۵ فردغ کافی جلد ۲ صفحہ ۲۷)

ان میں سے دلائل، عقائد، حقائق، صافیدہ، مآلام ابراہیم، بیت اور برقبہ سات گادوں سیدہ فاطمہ کی ملکیت تھے۔ جو بعد وفات حضرت علیؑ کو منتقل ہوئے۔ (کافی جلد سوم، صفحہ ۷۷) چونکہ نبی علیہ السلام کی طرف سے آپ کو کوئی اراضی نہیں ملی تھی۔ اس لئے اس سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ آپ اپنے خاندان میں سب سے زیادہ دولت مند مشہور تھے۔

(کتاب شہادت تیسرا مقدمہ صفحہ ۵)

اس کے علاوہ بیسیوں غلام تھے۔

آخر قیامت جانداد کہاں سے آئی۔ نبی اکرمؐ کی وفات تک تو آپ نہایت مفلس رہے۔ پچیس سال کا طویل زمانہ آپ نے غاصبین خلافت کے ظلم و تشدد میں گزارا۔ اپنی خلافت کا دور صرف پونے پانچ سال پر محیط ہے اہل سنت میں سے کسی ایک آدمی کا ذہن قبول کرنے کے لئے تیار نہیں کہ یہ جائیداد آپ نے اس قلیل سے وقت میں بنائی۔ اگر بنائی تو کیسے بنائی اور کہاں سے بنائی۔

ہمیں یہ حقیقت اسی طرح قبول کرنا پڑے گی۔ جس طرح طلوع وغروب سورج کے معمول کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ لازماً حتماً یقیناً یہ سب انہی غاصبین خلافت کے عطیات ہیں۔ جنہوں نے بے دریغ سب سے بڑھ کر آپ کو دیا اور دیتے ہی چلے گئے۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ نہ کہ کمال آیا اور سیدنا فاروق اعظم نے سیدنا علیؑ کو بلایا کہ آکر اپنا حصہ اس میں مگر آپ نے جواب دیا میں اب اس کی ضرورت نہیں۔ آپ اپنی صوابدید پر جہاں چاہیں تقسیم کر دیں۔ جب کبھی مال غنیمت آیا تو آپ کو اور آپ کی اولاد کو سب سے زیادہ دیا گیا۔ یہی وجہ تھی کہ سیدنا علیؑ نے اپنے ان

مسنوں اور محبوب دوستوں کے نام پر اپنے بیٹوں کے نام رکھ کر آنے والی نسلوں کو انہماک منونیت و تشکر کا انمٹ درس دیا۔

سیدنا حسنؑ اور سیدنا حسینؑ کی پیدائش

۱۔ حضرت امام حسنؑ نصف ماہ رمضان شب سہ شنبہ سال سوم ہجرت میں پیدا ہوئے۔ اور بعضوں نے سال دوم لکھا ہے۔

(نح ۱ صفحہ ۲۰۴)

۲۔ بعد ایک سال کے امام حسینؑ پیدا ہوئے آپ دامن میں لے کر رونے لگے۔ اسماء نے کہا یا حضرت آپ پر سے میرے باپ قربان ہوں آپ کیوں روتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا اے اسماء باغی اور ظالم بعد میرے اس فرزند کو شہید کر نہیں گے۔

(صفحہ ۳۰۷ ج ۱۰)

۳۔ امام رضاؑ سے روایت ہے کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ میں تقدیر مدت محل فاصلہ تھا۔ (صفحہ ۲۰۸ ج ۱۰)

۴۔ عیون المعجزات میں روایت ہے کہ حسینؑ ران چپ فاطمہؑ سے پیدا ہوئے اور عیسیٰؑ ران راست مریمؑ سے پیدا ہوئے۔ (صفحہ ۳۰۹ ج ۱۰)

۵۔ امام حسینؑ کے متولد ہونے پر جبریلؑ نے کہا دو گیسو بائیں طرف سر پر رکھو۔ اور سوراخ داہنے کان کی لویں کیا۔ اور بائیں کان میں اوپر کی طرف سوراخ کیا۔ (ایضاً)

۶ - دوسری روایت میں ہے کہ دو گیسو درمیان سر رہے۔

۷ - فاصلہ میں حسنؑ اور حسینؑ بقدر مدت حمل تھا۔

۸ - مدت ایام حمل حسینؑ چھ ماہ تھی۔

۹ - جب دس مہینے تمام ہوئے میں نے خواب میں دیکھا..... اور اپنا

خواب نبی علیہ السلام کے سامنے بیان کیا۔... جب ایک سال

ہوا تو حسینؑ متولد ہوئے (ص ۵۹ - ۶۰ ج ۲)

۱۰ - سیدہ کہتی ہیں ایک دن پدر بزرگوار مجھے دیکھنے آئے۔ دیکھا

کہ حسنؑ دودھ پی رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا دودھ پھڑا

دو۔ میں نے عرض کیا بہت اچھا۔ پھر فرمایا کہ اگر علی تمہارے

پاس آئیں تو منع نہ کرنا۔

(ص ۵۹ - ج ۲)

حسینؑ کی پیدائش کے متعلق دس مختلف اقوال ہیں۔ مدت حمل

حسین ۱۰ ماہ چھ ماہ اور ایک سال دونوں کی پیدائش کے درمیان

وقف ۹ ماہ تھا یا ایک سال۔

اور نبی کا بیٹی کو کہنا اپنے خاوند کو اپنے پاس آنے سے نہ

روکنا۔ ناطقہ سر بگریاں ہے۔ اسے کیا کہیے۔

مجلسی صاحب اس تضاد بیانی سے رافضیوں کے سامنے اپنے

آئینہ کی کونسی فضیلت ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ اگر دور حاضرہ کا کوئی

فاتح، مبلغ اعظم، مجتہد العصر و الزمان یا کوئی پوستی اس راز سے

پروہ اٹھا کر مجھے بھی مستفیض فرمانے کی زحمت گوارہ فرمائے تو بہت

شکر گزار ہوں گا۔

استدراک

میں باقر مجلسی کی اس معجزانہ کلام کو سمجھنے کی اپنے آپ میں اہلیت

نہیں پاتا۔ صاحب ذوق حضرات اپنے اپنے حوصلہ کے مطابق خود ہی

لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ البتہ حضرت حسینؑ کی ولادت کی تاریخوں

کے متعلق وضاحت ضروری سمجھتا ہوں۔

حسینؑ کی پیدائش سے نبی علیؑ اور فاطمہؑ شرب ناراض تھے

۱۔ جبرائیل قبل ولادت حسینؑ کی خدمت میں آئے اور کہا آپ کے

ہاں ایک فرزند متولد ہوگا کہ آپ کی امت اسے شہید کرے گی۔ حضرت نے

فرمایا مجھے ایسے فرزند کی حاجت نہیں۔ جب تین مرتبہ یہی خطاب ہوا

تو آپ نے فرمایا جناب امیر کو بلاؤ۔ اور کہا جبرائیل نے خبر دی ہے۔ جناب

امیر نے کہا مجھے ایسے فرزند کی حاجت نہیں۔ یہاں تک کہ تین مرتبہ یہ

کلام ہوا۔ پھر جناب فاطمہؑ کو کہلا بھیجا۔۔۔۔۔ جناب فاطمہ نے عرض کی مجھے

ایسے فرزند کی حاجت نہیں یہاں تک کہ تین مرتبہ یہ خطاب واقع ہوا۔

بعد ازاں حضرت نے فرمایا یہ فرزند اور اس کی اولاد پیشوایان دین

اور میرے وارث اور میرے علم کے خازن ہوں گے۔ (جنہوں نے بار

بار خروج کئے۔ کعبہ کو لوٹا۔ مسجد نبوی میں نمازیں تک ختم ہو گئیں

جو خوبصورت عورت ملی اٹھالی۔ جو لڑکا خوبصورت دیکھا جبراً کھراٹھا
کر لے گئے) جب یہ سنا فاطمہؑ نے کہا میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ بعد
اس کے حاملہ بچل حسینؑ ہوئیں اور بعد چھ مہینے کے حسینؑ پیدا ہوئے
(ج - ۲ صفحہ ۵۵)

• جناب رسول خداؐ جناب فاطمہؑ کے پاس گئے اور ان کو تہنیت و تعزیت
دی۔ جناب فاطمہؑ رونے لگیں اور کہا کاش مجھ سے حسینؑ پیدا نہ ہوتا۔
(صفحہ ۵۵ ج - ۲)

• جناب رسول خداؐ نے جناب فاطمہؑ کو خبر ولادت امام حسینؑ اور شہادت
دی۔ جناب فاطمہؑ بکراہت حاملہ ہوئیں۔ حضرت نے فرمایا ہرگز تو نے
کسی کو دیکھا ہے۔ کہ اسے ولادت فرزند کی بشارت دیں۔ اور وہ
بکراہت حاملہ ہو۔۔۔ اور وقت وضع حمل بھی بسبب اسی کے کراہت
کرے۔ اور درمیان امام حسنؑ اور حسینؑ کے فاصلہ بمقدار ایک طہر کے
تھا۔ (صفحہ ۵۳ ج - ۲)

• وَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ (القرآن) یعنی ہم نے انسان کو والدین
کی نسبت و حیثیت کی شکم مادر میں بکراہت رکھا۔ اور وضع حمل بکراہت
کیا۔ حضرت نے فرمایا یا مراد اس سے حسینؑ ہیں۔ اور وہ جس کا حمل
اور وضع حمل از روئے کراہت تھا۔ امام حسینؑ ہیں۔

• اصول کافی میں امام جعفر (صادق) سے روایت ہے۔

حسنتہ امہ مکروہا و وضعہ مکروہا

کی آیت میں اسی کراہت فاطمہؑ کی خبر دی گئی ہے۔

میں اس بے ہودہ داستان گوئی پر سوائے اس کے کیا کہہ سکتا ہوں

کہ اللہ العالین! ایسے محبانِ اہلبیت سے اپنے نبی کی امت کو بچائے
رکھنا پہلے تو سیدنا علیؑ اور سیدہ فاطمہؑ پر ہرے۔ اور حضرت سیدہ کی زبان
سے سیدنا علیؑ کے بارے میں جو برے سے برا لفظ استعمال کرا سکتے تھے
کرایا۔ پھر سیدنا علیؑ کو جس قدر لاپرواہ و وعدہ کا بھوٹا اور بیوی پر ظلم و تشدد
کرنے والا، مال غنیمت میں خیانت کرنے والا کہہ سکتے تھے کہا۔ اب ان
کے ناں ادلا د پیدا ہونے کا وقت آیا تو ایک طرف یہ لم تراشی کہ حسینؑ کی
مشہادت کی سب کو خبر دی۔ دوسری طرف باپ سے بیٹی کو کہلوا یا کہ
گودی کے لڑکے کو دودھ پھڑا دو اور اپنے خاوند کو اپنے پاس آنے سے نہ
روکو پھر لڑکا پیدا ہوا تو ان محبانِ اہلبیت کو یہ بھی پتہ نہیں چھ مہینے کے بعد
پیدا ہوا ہے یا دس مہینے کے بعد یا ایک سال کے بعد۔ ایک طرف علم صاف
دیا لیکن کی لم تراشی جاتی ہے۔ دوسری طرف حسینؑ کی پیدائش پر
عقیدے کئے جاتے ہیں۔ اور حبیبِ جبرائیلؑ آکر شہادت کی خبر دیتے ہیں تو
نبیؐ علیؑ اور فاطمہؑ تینوں اس بیٹی کی ولادت سے اظہارِ نفرت و کراہت کرتے
ہیں۔ بلکہ اس کراہت پر قرآن کو بھی درمیان میں گھسیٹ لاتے ہیں۔ چھ
مہینے کے حمل کے مواد کے سر پر گیسواگانا بھی مجلسی کا ہی کام ہے۔ آخر اس
بے ہودہ گوئی، ہرزہ سرائی سے مطلب! اس داستان گوئی سے یہ داستان کو
امینؑ کا کون سا شرف بیان کرنا چاہتا ہے۔

سیدنا علیؑ کی سیرت پر شیعت کی عینک سے ایک اجمالی نظر

آپ ایک غیر ذمہ دار اور لاابالیا نہ قسم کے وارفقہ مزاج انسان تھے۔ نبی کی بیٹی کو آپ کے گھر میں ایک دن سکھ کا سانس لینا نصیب نہ ہوا۔ نامعلوم اور کتنی لونڈیاں یا منکوحہ عورتیں ان کی موجودگی میں گھر لے آئے مگر مجبوری نے ہاتھ تھام رکھا۔ نبی بھی اللہ کو پیار سے ہو گئے۔ اور بیوی سدا ہار گئیں تو پون درجن بھر عورتوں سے نکاح کئے۔ دودھ جن بھر لونڈیاں گھر میں لاڈالیں۔ دولت کی فراوانی تھی اور قربت نبی کی وجہ سے عزت و شرف کا مقام مسلم تھا۔ کوئی ٹوکنے اور پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھتا تھا۔ اگر خلافت کے چکر میں نہ پڑتے تو عیش و عشرت بھی تھے۔

یہاں ایک لفظ پیش کئے بغیر آگے نہیں بڑھا جاتا۔ آج حسینؑ کی اولاد فاطمی کیوں کہلاتی ہے۔ علوی کہلاتا کوئی نہیں سنا جاتا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت حسینؑ اپنے والد کا سلوک اپنی ماں سے دیکھ چکے تھے۔ اور بچپن کی اس یاد کو وہ آخر دم تک ذہن سے فراموش نہ کر سکے۔ اور لطف یہ ہے کہ سیدنا علیؑ کی وہ اولاد جو دوسری بیویوں یا لونڈیوں سے تھی۔ انہوں نے بھی فاطمیت کی آڑ لی۔ آج بھری دنیا میں کہیں کوئی علیؑ کی نسبت سے منسوب بمشکل ہی ملے گا۔ ورنہ ہر طرف فاطمی ہی فاطمی منظر آئیں گے۔ اس سے یہ بھی اخذ کیا جاسکتا ہے۔ کہ علیؑ کی اولاد کہلوانے میں کسی نے کوئی عز و شرف محسوس نہیں کیا۔ یہ عز و شرف صرف فاطمہؑ بنت محمدؐ کے تعلق کی وجہ سے ذہنوں میں رچا بسا ہوا منظر آتا ہے۔ تو وہ مقام ولایت و وصایت

وہ رب السموات والارض کا اعادہ وہ آدم کا خمیر گوندھنا نبی کی قبر میں دفن ہونا اور نوح کا قبر کھودنا وہ لافٹے والا علیؑ وہ شیر نیرداں وہ ع۔ تب تو اد پچا ہے نبوت سے امامت کا وقار اور ہم ادل و ہم آخر و ہم ظاہر و باطن۔۔۔ علیؑ کہاں تشریف لے گئے۔ نافصم قدبر۔

وراثت

جناب فاطمہؑ مرض حضرت رسولؐ میں حسینؑ کو آنحضرتؐ کے پاس لائیں اور کہا یا رسول اللہ یہ آپ کے فرزند ہیں کچھ ان کو میراث میں دیدیجئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا حسینؑ کو میں نے اپنی بزرگواری اور وصیت دی اور حسینؑ کو جرات اور بخشش (اور ان کے شیعوں کو مذک کا دوزخ)

(صفحہ ۳۱۰ ج ۱ - ۱)

نبی کی غفلت

جناب رسول خداؐ نے فرمایا اے علیؑ مجھے ان دو فرزندوں یعنی حسینؑ نے غافل کر دیا ہے۔

(صفحہ ۳۱۱ ج ۱ - ۱)

سیدنا حسن کے متعلق نبی اکرم کے ارشادات

آنحضرتؐ نے امام حسنؑ کو اٹھا کر سینے سے لگایا اور فرمایا یہ میرا فرزند اس امت کا بزرگوار ہے۔ اور شاید خدا بے برکت حسن اس امت کے دو گمراہوں میں اصلاح کرائے۔ (صفحہ ۳۱۷ ج ۱)

جلسہ نے اس روایت میں شاید کالفظ لکھ کر اپنے خبیث باطن کا ثبوت دیا ہے۔ یہ روایت بلا اختلاف فریقین متعدد کتب میں مذکور ہے چنانچہ رافضیوں کی مایہ ناز کتاب ناسخ التواتر میں ہے۔ ان نبی ہذا سید و انشاء اللہ تعالیٰ یصلح بین الفریقین العظیمین المسلمین (صفحہ ۵۵) بے شک میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ اور انشاء اللہ یہ مسلمانوں کے دو بڑے گمراہوں میں صلح کرائے گا۔

روافضی کے باطل نظریات کے بخیر ادھیڑنے کے لئے یہی ایک روایت کافی ہے۔ جس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ سیدنا علیؑ اور سیدنا معاویہؓ کے ساتھی سب کے سب مسلمان تھے۔ پھر ان ٹکٹے کے رافضیوں کی یہ بکواس کہ معاویہؓ اور اس کے لشکر میں منافق اور کافر تھے۔ صریحاً اس کلام کے معصداق ہیں۔ **وَرَأَى كَانِ سَمَا قَالِ فَإِنَّ الدَّجِجَ** ایک روز امام حسنؑ نے منبر پر فرمایا۔ خدا کے دو شہر ہیں ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں۔ ان دو شہروں میں ایک قلعہ آہن ہے اور ہر شہر میں ہزار دروازے ہیں۔ اور ہر دروازے سے ستر ہزار آدمی داخل

ہوتے ہیں۔ اور ہر شہر میں ہزار زبانیں کہ ہر گمراہ ایک دوسرے سے مختلف زبان میں بات کرتا ہے۔ اور میں ان کی سب زبانیں جانتا ہوں اور ان دونوں شہروں اور وہاں کے ساکنوں پر بغیر میرے اور ہوا در حسین کے کوئی دوسرا حجت اور امام نہیں (صفحہ ۲۲۸ ج ۱)

(افسوس کہ آپ نے اپنی تمام حجت اور امامت معاویہؓ کے حوالے کر دی اور حسین کے لئے بھی کچھ نہ چھوڑا۔)

ایک روز نبی علیہ السلامؐ کی طرف بغور دیکھتے تھے۔ پھر فرمایا۔ یہ فرزند میرے بعد ہدایت کنندہ اور ہدایت یافتہ ہوگا۔ اور یہ فرزند خدا کی جانب سے میرے رویہ سے ہے۔ میری جانب سے لوگوں کو خبر دیگا اور میرے آثار پسندیدہ انہیں پہنچائے گا۔ میری سنت کو زندہ کرے گا میرے کاموں کا متولی ہوگا۔ اور نظر لطف خدا اس کی طرف ہوگی۔ (صفحہ ۲۲۹ ج ۱)

حضرت حسنؑ کی سخاوت

ایک شخص نے سوال کیا آپ نے حکم دیا پانچ ہزار درہم اور پچاس دینار اسے دے دیئے جائیں۔ (صفحہ ۳۲۸ ج ۱)

ایک ضعیفہ کو ہزار گوسفند ہزار دینار دیئے۔ اور اس قدر حسینؑ اور اس قدر عبد اللہ بن جعفرؑ دیئے۔ (صفحہ ۲۲۸ ج ۱)

ایک شخص کو چار سو درہم دینے کا حکم دیا مگر درہم کی بجائے دینار

لکھا گیا۔ پس چار ہزار درہم اضافہ کر کے دیدیئے۔ (صفحہ ۳۲۹ ج ۱)
روایت ہے کہ ایک زوجہ کے لئے سو کینیز اور ہر کینیز کے ہمراہ ایک

ہزار درہم بھیجے۔ (صفحہ ۳۲۹ ج ۱)
دو عورتوں کو طلاق دی اور ہر ایک کو دس ہزار درہم اور بہت

اجناس عطا فرمائے۔ (صفحہ ۳۲۹ ج ۱)
ایک شخص کو دعا مانگتے دیکھا جو کہہ رہا تھا کہ خداوند! دس ہزار درہم

مجھے روزی کر آپ نے اسے دس ہزار درہم دیدیئے۔ (صفحہ ۳۳۱ ج ۱)
ایک اور شخص کو پانچ ہزار درہم دیدیئے۔ (صفحہ ۳۳۱)

یہ ایک ایسے شخص کی سخاوت کا منظر پیش کیا جا رہا ہے جو نابھہ
تھا اور نہ کسی ملک کا حکمران اور وراثت میں بھی اسے کچھ نہ ملا تھا۔ تو یہ
مال کہاں سے جمع ہوا۔

حضرات! یہ سب ٹھاٹھ معاویہ کے عطیات کے رہیں منت تھے
آگے دیکھئے! حسینؑ نے عبد اللہ بن جعفر کی بیٹی کے نکاح پر جو اس
کے چچا زاد بھائی قاسم بن محمد سے ہوا پانچ سو درہم نقد اور مدینہ کی مرز
اراضی جہیز میں دی۔ (صفحہ ۷۲ ج ۲)

(یہ دولت کہاں سے آتی تھی۔)

معاویہ اور حسنؑ

امام حسنؑ ایک دفعہ معاویہ کے پاس شام میں گئے۔ اتفاقاً اس
روز کسی موضع سے بہت سا مال آیا تھا۔ وہ فہرست معاویہ نے حسنؑ کو
دیدی۔ حسنؑ نے وہ تمام مال کفش برادر کو دیدیا۔ (صفحہ ۳۲۹ ج ۱)
معاویہ مدینہ میں آکر مجلس عام میں بیٹھے اشرف مدینہ کو بلایا۔ ہر ایک
کو پانچ ہزار سے لیکر اس کی لیاقت کے مطابق سو ہزار درہم تک دیئے
امام حسنؑ سب سے آخر میں پہنچے معاویہ نے جس قدر سب کو دیا تھا اس سب کے
برابر حسنؑ کو دیا۔ (صفحہ ۳۲۹)

آگے چل کر مجلسی لکھتا ہے وہ سب حضرت امام نے واپس کر دیا۔ لعنت اللہ
علی الکاذبین۔ یہی واقعہ طبرسی میں بھی موجود ہے۔

ایک روز امام حسنؑ نے امام حسینؑ اور عبد اللہ بن جعفر سے فرمایا۔ معاویہ کی
فرن سے تمہیں پہلی تاریخ خرچ پہنچے گا۔ آپ کے فرمانے کے موجب مال پہنچا۔ آپ
بہت قرضدار تھے۔ آپ نے قرض ادا کیا! باقی اپنے شیعوں میں تقسیم کر دیا۔
امام حسینؑ نے بھی ایسا ہی کیا۔ عبد اللہ بن جعفر نے بھی ایسا ہی کیا۔ اور جو باقی بچا
وہ بطور انعام معاویہ کے ملازم کو دے دیا۔ اس نے عبد اللہ بن جعفر کے لئے
اور مال بھیجا۔ (صفحہ ۳۳۳ ج ۱)

مختار ثقفی بطح حکومت حسنؑ کو پکڑ کر امیر معاویہ کے حوالے کر دینا
چاہتا تھا (جلال العیون) امیر معاویہ نے کیوں اس بات کو قبول نہ کیا۔
صلح کے بعد امیر معاویہ نے حضرت حسنؑ کو باطینان مستقل قیام کی مدینہ

میں اجازت دیدی۔ (طبرسی فارسی)
صلح کے وقت امام حسنؑ کے بیت المال کو فہ، بصرہ، عراق کے علاقہ میں
جس قدر مال تھا۔ حضرت حسنؑ کو دیدیا (طبرسی فارسی)
صلح کے وقت حضرت حسنؑ کا تمام قرضہ امیر معاویہؓ نے خود ادا کیا۔

(طبرسی فارسی)

دار اب گرد کا ایک لاکھ درہم سالانہ امام حسنؑ کو دینا منظور کیا۔ (طبرسی فارسی)
ایک دفعہ سالانہ وظیفہ پہنچنے میں دیر ہوئی۔ امیر معاویہؓ نے ایک لاکھ کی
بجائے پانچ لاکھ درہم بھیجے۔ (طبرسی فارسی)

حضرت حسنؑ کی بیعت

حضرت علیؑ نے آخری وقت فرمایا اس سے بیعت کرو۔ جلد جلد لوگ بیعت
کرنے لگے۔ امام حسنؑ نے ان سے شرط کی میں جس سے صلح کروں تم بھی صلح کرو۔
اور جس سے جنگ کروں تم بھی جنگ کرو۔ لوگوں نے قبول کیا یہ واقعہ ۲۱ رمضان
سنہ ہجری کا ہے۔ (منہ ۲۴ ج ۱ - ۱)

حسنؑ کے شیعہ

حد و ثنائے الہی فرما کر معاویہؓ سے جہاد کا حکم دیا۔ حضرت کے کسی اصحاب
نے جواب نہ دیا۔ اس کے بعد عدی بن حاتم منبر کے نیچے اٹھ کھڑے ہوئے۔
اور کہا سبحان اللہ تم لوگ کیا فرقہ بنا رہے ہو تم کو فرزند رسول خدا جہاد کا
حکم فرماتے ہیں۔ اور تم قبول نہیں کرتے۔ کیا ہوئے تمہارے شجاع (رافضیوں
کے ابا کہاں کے شجاع تھے) تم لوگ غضب خدا سے نہیں ڈرتے اور رنگ و عار سے
پرہیز نہیں کرتے یہ سن کر ایک گروہ نے اٹھ کر عدی بن حاتم کا ساتھ دیا
امام حسنؑ نے فرمایا اگر سچ کہتے ہو (امام کو ان کی بات پر سچ معلوم نہ ہوئی) تو
جانب نخلہ جہاں میرا لشکر ہے جاؤ اور مجھے معلوم ہے اپنے قول پر وفاء کرو گے
جس طرح اس سے وفاء کی جو مجھ سے بہتر تھا۔ (حسن کی یہ زنائے دارچیت
شیعان علیؑ کو مبارک ہو) اور میں تمہارے کہنے پر کیونکر اعتماد کروں۔ حالانکہ
میں نے دیکھا جو تم نے میرے پدر کے ہمراہ سلوک کیا (زندہ باد شیعان علیؑ)
یہ فرما کر منبر سے نیچے تشریف لائے۔ اور سوا ہو کر متوجہ لشکر گاہ ہوئے جب
دعاں پہنچے جن لوگوں نے اظہار اطاعت کیا تھا۔ اکثر نے اپنے قول پر وفاء کی
اور حاضر نہ ہوئے۔ پس دعاں امام حسنؑ نے خطبہ دیا۔ اور فرمایا۔ مجھے فریب
دیا جس طرح تم نے مجھ سے بہتر کو فریب دیا۔ اور نہیں معلوم میرے بعد
تم لوگ کس امام سے مقاتلہ کرو گے۔ (آپ علم ماکان دیا کون کے حامل تھے

۱۔ یہاں لفظ اصحاب پر پوستی جی کو پھر شیطان نے (باقی صفحہ ۱۳۴ پر)

حفظ خون نامے امت آپ دستبردار ہو گئے۔
(صفحہ ۳۳۸ ج ۱-۲)

شرائط صلح

یہ عہد نامہ صفحہ ۳۴۴ ج ۱ پر مرقوم ہے۔ اس میں اس بات کا کہیں ذکر نہیں کہ معاویہ اپنے بعد حسین کو سربراہ مملکت بنائیں۔ صرف اہم شق اس عہد نامہ کی یہ ہے کہ معاویہ پچاس ہزار درہم سالانہ امام حسین کو پہنچائیں۔

جب امام حسین عازم صلح ہوئے۔ اور بلاقات کی تو اسٹھ اور خطبہ پڑھا۔ جو ملا مجلس نے چھ صفحات پر پھیلا یا ہے۔ یہ خطبہ ملا مجلسی کی زبان سے کچھ اس قسم کا ہے۔ کہ میری ماں ایسی تھی میرا باپ ایسا تھا۔ میرے چچا ایسے تھے اور میں ایسا ہوں۔ وغیرہ وغیرہ۔

حالانکہ کوئی اس کو دن۔ سچ پوچھے ایسے موقع پر اس قسم کے فخر و مباہات کی کیا ضرورت تھی۔ اور نہ ہی ذوق سلیم اس بات کو گوارہ کر سکتا ہے۔ کہ سیدنا حسین نے ایسا کہا ہوگا۔

اگر حسین معاویہ سے صلح نہ کرتے
تو مشیعہ ختم ہو جاتے !

سید مرصیدی نے امام محمد باقر سے کہا کہ امام حسین کیونکر امام ہیں (بات پتے کی ہے) حالانکہ انہوں نے خلافت معاویہ کو دیدی۔ امام محمد باقر نے کہا، چپ رہ۔ امام حسین نے جو کیا اس سے خوب واقف تھے۔ اگر ایسا نہ کرتے تو سب شیعہ لپٹا اور ہو جاتے اور امر عظیم حادثہ ہوتا۔

(صفحہ ۲۵۴ ج ۱-۲)

اگر میں معاویہ سے صلح نہ کرتا تو میرا ایک شیعہ باقی زمین پر نہ رہتا
نگر یہ کہ مارا جاتا۔ (صفحہ ۲۵۴ ج ۱-۲)

اقول : امام حسین علم مالکان و مالکون کی بنا پر جانتے تھے۔ کہ شیعہ ہی حسین کو شہید کریں گے۔ پھر انہوں نے معاویہ سے صلح کر کے انہیں کیوں بچایا۔ گویا بالواسطہ قاتل حسین خود حسین ہیں۔ قسم بخدا اس جماعت سے معاویہ میرے لئے بہتر ہے۔ (شیعو! شرم کرو) یہ لوگ دعوے کرتے ہیں کہ ہم شیعہ ہیں اور میرا ارادہ قتل کیا۔ میرا مال لوٹ لیا۔ قسم بخدا اگر معاویہ سے میں عہد لوں اور اپنا خون حفظ کر دوں (گویا شیعوں کے خوف سے حسین نے معاویہ سے صلح کر کے اپنی جان بچائی) اور اپنے اہل و عیال میں سے بے خوف ہو جاؤں۔ اس سے بہتر ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کریں۔ اور میرے اہل و عیال اور عزیز و اقارب ضائع ہو جائیں (آپ کو یقین ہو

چکا تھا کہ اگر معاویہ کی پناہ نہ لی تو یہ شیعہ مجھے قتل کر دیں گے۔ (یہی لوگ مجھے پکڑ کر معاویہ کو دیدیں) (مختار تو تیار ہو چکا تھا) قسم بخدا اگر معاویہ سے صلح کروں اور عزیز رہوں۔ اس سے بہتر ہے کہ اس کے ہاتھ آجاؤں اور وہ مجھے بذلت و خواری قتل کرے۔ یا مجھ پر احسان رکھ کر چھوڑ دے (معاویہ نہ قتل کرتے نہ احسان رکھ کر چھوڑتے، بلکہ گرفتار کر کے لانے والے شیعوں کے ساتھ ایسا سلوک کرتے اور حسن کی عزت و تکریم سے انہیں رخصت کرتے۔ جیسا کہ ان کے خصائل سے ظاہر ہے) اور تارۃ

قیامت نبی ہاشم میں عار باقی رہے۔ (صفحہ ۳۵۵ ج ۱) شیخ نے بسند معتبر امام محمد باقر سے روایت کی کہ ایک روز امام حسن اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھے تھے۔ ناگاہ ایک سوار آیا۔ جس کا نام ابوسفیان بن یلے تھا۔ اس نے کہا اے ذلیل کفندہ مومن! (صفحہ ۳۵۵ ج ۱) کلینی نے بسند معتبر امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ امام حسن کا معاویہ سے صلح کرنا اس امت کے لئے دنیا و مافیہا سے بہتر تھا۔ قسم بخدا یہ آیت اسی باب میں نازل ہوئی ہے۔

الْمُتَرَالِ الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ

صفحہ ۳۵۵ ج ۱ صلح نامہ گزرنے کے دو سال بعد سیمان خزاہی نے حضرت کی خدمت میں عرض کی ہمارا تعجب معاویہ سے صلح کرنے میں برطرف نہیں ہوتا۔ حالانکہ چالیس ہزار مردان کو نہ جو کہ اہل کار زار آپ کے ہمراہ تھے کہ وہ آپ سے تنخواہ لیتے تھے اور اپنے گھروں میں تھے۔ اور اسی قدر ان کے فرزند ان دیار ان آپ کے ہمراہ تھے۔ بغیر ان لشکروں کے جو لبھرہ اور حجاز میں تھے۔ باوجودیکہ اس کے آپ نے معاویہ سے پیمانہ صلح نامہ میں

نہ لیا۔ اور بہرہ کامل عطا میں نہ لکھوایا۔ اگر ہر وقت مصالح اہل مشرق و مغرب کو آپ اگاہ کرتے۔ اور نوشتہ اس سے لیتے کہ بعد اس کے خلافت آپ میں ہوتی تو ہمارا کام بہت آسان ہوتا۔ لیکن اس کے اور آپ کے درمیان ایسے چند عہد ہوئے۔ کہ لوگ اس پر مطلع نہ ہوئے

صفحہ ۳۵۵ جلد ۱

اقول

اس اقتباس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ صلح نامہ میں سیدنا حسینؑ کی ولیعہدی یا خلافت کا قطعاً کوئی ذکر نہ تھا۔ اور اس اقتباس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس عہد نامہ کی عبارت سے واقف ہی کوئی نہیں۔ حالانکہ صفحہ ۳۴۹ پر یہی لاجلی تمام عہد نامہ نقل کرتا ہے۔ اور اس میں بھی سیدنا حسینؑ کی ولیعہدی کا کوئی ذکر نہیں۔ پھر آج یہ کہنے والے کہ عہد نامہ میں حسینؑ کی خلافت کا وعدہ تھا کہاں سے نکل آیا۔ لعنت اللہ علی الکاذبین۔

علیؑ اور حسینؑ کو اپنے شیعوں نے شہید کیا
اور حسنؑ کو زخمی کیا

محمد باقر کہتے ہیں جب امیر المومنین (علیؑ) سے بیعت کی پھر ان سے بیعت شکستہ کی (شیعہ علی سے نقض بیعت کر چکے تھے) اور شمشیر ان پر کھینچی اور امیر المومنین ہمیشہ ان سے بمقام محاربہ و مجادلہ تھے اور ان سے آزار و شقت

پائے تھے۔ یہاں تک کہ ان کو شہید کیا اور ان کے فرزند امام حسنؑ سے بیعت کی۔ اور بعد بیعت کرنے کے ان سے مکروہ نہ کیا۔ اور چاہا کہ ان کو دشمن کو دیدیں۔ اہل عراق سامنے آئے۔ اور خنجران کے پہلو پر لگایا۔ اور جبکہ ان کا لوٹ لیا۔ یہاں تک کہ ان کی کینز کی کے پاؤں سے خلفاں تک آنار لی اور ان کو مضطر و پریشان کیا۔ تا آنکہ انہوں نے معاویہؓ سے صلح کر لی۔ اپنے اور اپنے اہل بیت کے خون کی حفاظت کی۔ اور ان کے اہل بیت بہت کم تھے۔ پس بیس ہزار مرد عراقی نے امام حسینؑ سے بیعت کی اور جنہوں نے بیعت کی خود انہوں نے تلوار امام حسینؑ پر کھینچی اور ہنوز بیعت ہائے امام حسینؑ ان کی گردنوں میں تھیں کہ امام حسینؑ کو شہید کیا۔ اور بعد ان کے ہمیشہ ہم اہل بیت پر ستم کئے ہم کو ذلیل کیا۔ اور ہمارے حق سے ہم کو دور اور اہل بیت سے خردم کیا۔ ہمارے مارنے میں کوشش کی اور حالت و ترساں رکھا۔

(صفحہ ۳۵۵ ج ۱)

اقول: یہ ایسا کار از تو آید و مرداں چنین کنند۔

حسینؑ اور علیؑ نشانہ ستم ہائے شیطان بنے اور آج وہی شیطان علیؑ کو مجھ کے آنسو بہا کر کوسنے سینوں کو دیتے ہیں۔ اور گالیاں بھابھ کرنا کو دیتے ہیں۔ اللہ تو انہیں عقول و شعور دے۔

حضرت حسنؑ کی وفات

حضرت امام حسنؑ نے اپنے اہل بیت سے کہا میں مثل رسول خداؐ ہر شہید ہونگا اہل بیت نے کہا۔ کون شہید کرے گا۔

امام حسنؑ نے فرمایا میری زوجہ جعدہ بنت اشعث بن قیس مجھے زہر دے گی اور معاویہ اس کے پاس پوشیدہ زہر بھیجے گا۔ اور حکم دے گا وہ مجھے زہر پلا دے۔ اہل بیت نے کہا۔ تو پھر اسے اپنے گھر سے نکال دیجئے۔ حضرت نے فرمایا کیونکر اسے گھر سے نکالوں حالانکہ ابھی کوئی فعل واقع نہیں ہوا۔ پس بعد موت کے معاویہ نے زہر ہلا اہل اور بہت سا مال جعدہ کے پاس بھیجا اور کہا اگر تو یہ زہر امام حسنؑ کو پلا دے گی میں تجھ کو سو درہم دوں گا۔

(صفحہ ۳۶۴ ج ۱)

معاویہؓ نے جعدہ سے دو ہزار درہم اور بہت سے مواضع صلہ کو فرسے دینے کا وعدہ کیا۔

(صفحہ ۳۶۱ ج ۱)

آپ کی ازواج

ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسنؑ نے دو سو پچاس اور بروایت دیگر تین سو عورتوں سے نکاح کیا۔ یہاں تک کہ ایک روز منبر پر حضرت علیؑ کو کہنا پڑا کہ حسنؑ سے

اپنی دختروں کو تزویج نہ کرو۔ وہ زیادہ طلاق دینے والا ہے۔ جب امام حسنؑ نے انتقال کیا تو جمیع زنان آنحضرت نے جن کو طلاق دیا تھا۔ عقب جنازہ پابرمہ آئیں۔ اور گریہ و زاری کرتی تھیں۔
(صفحہ ۲۷۴، ۲۷۵ جلد - ۱)

یہاں بھی پوستی جی کو الہام ہوا ہے۔ اور حاشیہ پر فرماتے ہیں کہ یہ روایت سیفانی مشینری کی تیار کردہ ہے۔ پھر فوراً ہی دوسری طرف گھوم جاتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ طلاق دینے کی وجہ یہ تھی کہ حکومت جس کو خلافت کہا جاتا تھا۔ دور امام حسنؑ میں زہر ہلاہل کا پیالہ گناہوں کا مجموعہ غلاظت و گندگی کی پوٹ بن گئی تھی۔

لہذا معاویہؓ جس عورت کے ذریعے زہر دلوانے کی کوشش کرتا اور آپ کو شہید ہوتا آپ اسے طلاق دیدیتے۔ اور دوسری سے نکاح کر لیتے۔ اس پر شبہ گزرتا تو اسے طلاق دے کر تیسری سے نکاح کر لیتے۔ آخر معاویہؓ زہر دینے میں کامیاب ہو گیا۔ اسے میاں پوستی عقل کے ناخن لو تو بغض معاویہؓ میں جس کے ہاتھ پر تیرا دوسرا امام بیعت کر کے تمام حقوق خلافت و امامت اس کے سپرد کر چکا ہے۔ اس قدر دلیوانہ ہو گیا ہے۔ کہ تیرا امام کہتا ہے۔ کہ مجھے زہر دے گی اور میں اس کو از لکاب جرم کے بغیر گھر سے کیسے نکال سکتا ہوں اور تو ہانک لگائے جا رہا (مقیہ صفحہ ۳۴۱ پر ملاحظہ فرمائیں)

حسنؑ طبعی موت مرے

زہر خوردنی کی داستان سراسر بکواس ہے

حضرت حسنؑ نے چالیس دن بستر پر گزارے۔ اور فوت ہو گئے۔ (تاریخ انیس جلد ۲ صفحہ ۳۲۴) میری مدت علالت دو ماہ بیان کرتا ہے۔ صفحہ ۲۶ ج - ۱۔ زہر بیض کا عارضہ تھا اس میں شہید کا شربت پینے سے اشتداد ہو گیا۔ زہر خوردنی کی روایتیں بہت بعد کی ایجاد ہیں۔ چنانچہ ابن قتیبہ متوفی ۵۶۷ھ دینوری متوفی ۲۸۱ھ اخبار الطوال، صاحب کتاب البحر متوفی ۵۶۵ھ نے زہر خوردنی کا اشارہ تک نہیں کیا۔ سب سے پہلے یعقوبی کو یہ الہام ہوا۔ اور یہ شوشہ چھوڑ کر آگے بڑھ گیا کہ کہا جاتا ہے کہ حسنؑ کو زہر دیا گیا۔ اس فقرے کی قدر و قیمت کا اندازہ مورخ ہی لگا سکتے ہیں۔ سب سے پہلے مسعودی متوفی ۵۳۶ھ نے زہر خوردنی کا ذکر کیا ہے۔ مگر اس نے بھی کہا جاتا ہے کہ مہمل فقرہ کے تحت۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۲ سے آگے)

ہے کہ حسنؑ اس لئے طلاقیں دیتا رہا کہ اسے شک گزرتا رہا کہ شاید یہ عورت مجھے زہر نہ دیدے۔

لعنت اللہ علی الکاذبین

محقق الامن نے لکھا ہے کہ حرم کی زندگی سے نہایت نحیف ہو گئے تھے۔ ان کی شخصیت قطعاً بے آزار تھی۔ کسی کو کیا پٹری تھی کہ ایسے بے آزار شخص کو زہر دلوائے۔ شیعہ مؤرخوں نے سیدہ جعدہ پر اس لئے بہتان باندھا کہ وہ سیدنا ابو بکر کی بھانجی تھیں۔ المدائنی کہتا ہے۔ حرم نے نوے نکاح کئے۔ سو کیزوں کے ہاتھ رقم بھیجے کا واقعہ جلال العیون کا مصنف خود تسلیم کرتا ہے۔ یہ واقعہ تاریخ الخبیس جلد ۲ صفحہ ۳۲۴ پر بھی موجود ہے۔ آپ کو پانچ کروڑ نقد کوفہ اور بصرہ کے خزانے سے دیا گیا۔ بیس لاکھ سالانہ وظیفہ تھا۔ یہ سب حرم کی زندگی پر خرچ ہوتا تھا۔

ایک دفعہ مقدون ہو کر معاویہ کو لکھا تو آپ نے اسی ہزار دینار بھیجے (صفحہ ۳۲۶ ایضاً)

شیعوں کے اس مزعومہ امام کے متعلق زہر خوردنی پر تو مجلسی سے پوستی تک سب ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ مگر کثرتِ طلاق کی طرف توجہ کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر بھی غور کیا ہے۔

البغض اطلاق ان الله الطلاق۔

حضرت حسن کی وصیت

کہ مجھے بقیع میں دفن کرنا

مجھے غسل دینا کفن کرنا۔ میرے نانا رسول پاک کے پاس لے جانا کہ ان کی زیارت کروں۔ اور اپنا عہد ان سے تازہ کرانے کے بعد میری مادرِ فاطمہ کے پاس لے جانا (فاطمہؓ کی قبر کہاں تھی) بعد ازاں مجھے قبرستان بقیع میں دفن کرنا۔ (صفحہ ۳۴۰ ج ۱)

چند صفحات کے بعد مجلسی کو شیعیت کے سرور نے گھیرا تو بغیر سوچے سمجھے کہ میں پہلے کیا لکھ چکا ہوں یوں دیا کھان دیا کہ حضرت حسینؓ نے غسل و کفن سے فارغ ہو کر چاہا کہ جنازہ امام حسنؓ روضہ رسول اللہ میں لے جائیں۔ مروان مانع ہوا اور اشتر پر سوار ہو کر عائشہؓ (صدیقہ کائنات) کے پاس گیا اور اشتر سے اتر کر عائشہ کو سوار کر کے قبر رسول خدا کے پاس لایا۔ (صفحہ ۳۴۱ ج ۱)

کتنا عظیم جھوٹ بہتان اور افتراء ہے کہ سیدہ عائشہ کو مروان اشتر پر سوار کر کے لایا۔ ان عقل کے اندھوں سے کوئی پوچھے کہ یہ کائنات کا قیام کہاں تھا۔ کہ انہیں لایا گیا۔ ان دین کے دشمنوں کو اتنا بھی پتہ نہیں۔ کہ سیدہ کائنات خود دیں مقیم تھیں۔ لانے کا سہرا۔ پھر ان سبائیوں سے پوچھا جائے کہ اگر حسنؓ واضح طور پر بقیع میں دفن کرنے کی وصیت کر گئے تھے۔ تو تم ان کے خلاف انہیں روضہ رسول میں دفن کرنے کی باغی کیوں مانگ رہے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ بعض صحابہ میں ان راغبین کی عقلیں اس طرح سلب ہو چکی ہیں کہ آج تک کسی ایک بات پر بھی یہ متفق نہیں ہو سکے۔

معاویہؓ و حسینؓ

مروان معاویہ کی طرف سے حاکم مدینہ تھا۔ اس نے معاویہؓ کو لکھا کہ مجھ سے عمر بن عثمانؓ نے بیان کیا ہے۔ ایک گروہ عراقی و حجازی امام حسینؓ کے پاس آمد و رفت رکھتے ہیں اور ان کو طبع خلافت دلاتے ہیں۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں فتنہ و فساد برپا نہ ہو جائے۔ اب مجھے جو حکم ہو۔ اس کی تعمیل کروں۔ معاویہؓ نے مروان کو لکھا تمہارا نسط میرے پاس آیا۔ جو کچھ اس میں مفہوم تھا معلوم ہوا۔ تم ہرگز معترض حسینؓ نہ ہونا۔ اور جب تک وہ تم سے متعلق نہ رکھیں۔ ان سے علاقہ نہ رکھنا جب تک وہ میری بیعت پر وفا کریں گے۔ میں ان کا معترض نہ ہوں گا۔

(صفحہ ۷۲ ج ۱)

تبصرہ

ملا مجلس کے ان الفاظ سے واضح ہوتا ہے۔ کہ حسینؓ کی ریشہ دوانیوں کے باوجود معاویہؓ ان سے باز پرس نہیں کرتے۔ اور اس عبارت میں ملاحظہ کیا جائے کہ حسینؓ معاویہؓ کی بیعت میں داخل تھے۔ حضرت معاویہؓ یزید کو وصیت کرتے ہیں۔ و لیکن اباء حسینؓ پس ان کی نسبت قرابت کا حال رسول خداؐ سے مجھے معلوم ہے۔ کہ وہ پارتن رسول خداؐ کے ہیں۔ اور ان کے گوشت و خون سے پرورش ہوئی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ بے شک اہل عراق ان کو بلائیں گے۔ اور یارمی و نصرت نہ کریں گے۔ بلکہ ان کو تنہا چھوڑ دیں گے۔ لازم ہے کہ اگر تو ان پر نظر فرماتے

کے حق حرمت کو پہچاننا۔ اور ان کے منزلت و قرابت کو جو رسولؐ ہے اس کو یاد کرنا۔ اور ان کی باتوں پر ان سے مواخذہ نہ کرنا و ردالط میں نے اس مدت میں ان سے حکم کئے ہیں ان کو قطع نہ اور ہرگز ہرگز صدمہ و ضرر نہ پہچانا۔

(صفحہ ۱۳۰ جلد ۲)

حسینؓ خروج کیلئے معاویہؓ کی موت کے منظر تھے

جب امام حسنؓ نے انتقال فرمایا۔ شیعان عراق نے مستعد ہونے کے ایک امام حسینؓ کو لکھا۔ کہ ہم معاویہؓ کو خلافت سے معزول کر کے آپ کی تکررتے ہیں۔ امام حسینؓ نے اس وقت موافقت ان کی صلاح نہ جانی۔ اور حکم بہ صبر فرمایا۔

(صفحہ ۱۳۱ ج ۲)

حسینؑ اور ولید گورنر مدینہ

ولید نے حسینؑ کو بلایا

اور جب امام حسینؑ داخل مجلس ولید ہوئے۔ دیکھا مردان تنہا ولید کے پاس بیٹھا ہے۔ جب امام حسینؑ بیٹھے۔ ولید نے خبر مرگ معاویہؓ حضرت امام حسینؑ سے بیان کی۔ حضرت نے فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ولید نے یزید کا خط پڑھا۔ حضرت نے فرمایا مجھے یہ گمان نہیں ہے۔ کہ تم مجھ سے پنہاں یزید کی بیعت کرنے پر راضی ہو۔ چاہو گے کہ علانہ لوگوں کے سامنے یزید کی بیعت کروں۔ ولید نے کہا ناں یہی مقصود ہے۔

(صفحہ ۱۳۳ ج ۲)

مجلسی نے جن الفاظ میں یہ واقعہ قلمبند کیا ہے اس سے چند ایک امور مستنبط ہوتے ہیں۔ حضرت حسینؑ نے خبر وفات حضرت معاویہؓ سے شکر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا حضرت کا صریحاً اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ حضرت معاویہؓ کو حقیقی معنوں میں مسلمان سمجھتے تھے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر یزید کی بیعت نہیں کرنا چاہتے تھے۔ تو صاف جواب کیوں نہ دیا۔ یہ کیوں کہا کہ تم چاہتے ہو گے کہ میں مجمع عام میں بیعت کروں۔

معا اس کے بعد علامہ مجلسی کہتے ہیں کہ حسینؑ رخصت ہوئے۔ تو مردان نے ولید کو بہکایا تو امام حسینؑ اس کلام بدایحاً سے غصہناک ہوئے اور فرمایا اے ولد الزنا فرزندان ارنق زنا کار بھلا تو یادہ مجھے

قتل کر کے گا۔ قسم بخدا تو جھوٹ کہتا ہے۔ تو اور وہ کوئی میرے قتل پر قادر نہیں۔ (صفحہ ۱۳۲ ج ۲)

تبصرہ

ایک معمولی عقل و فرد کا آدمی بھی مجلسی کی ان بے تکی باتوں پر یقین نہیں کر سکتا۔ ولید مدینہ کا گورنر اور صاحب قوت آدمی ہے۔ بھرے دربار میں حسینؑ کا ان الفاظ سے مخاطب کرنا قطعاً قرین عقل و دانش نہیں۔ اور اگر اسے مان بھی لیا جائے تو ولید کا حوصلہ صبر اور تحمل قابل تعریف ہے۔ جس نے باوجود طاقت کے آپ سے درگزر کی۔ اگر ولید چاہتا۔ تو اسی وقت حسینؑ کو گرفتار کر سکتا تھا۔ تیسری توجہ طلب بات یہ ہے۔ جو حسینؑ نے کہی۔ قسم بخدا تو جھوٹ کہتا ہے تو اور وہ (یزید) کوئی میرے قتل پر قادر نہیں۔ پھر آج یہ ڈھنڈورا کیوں پیٹا جا رہا ہے۔ کہ یزید قاتل حسینؑ ہے۔ اگر یزید قاتل حسینؑ ہے تو اپنے امام کی اس قسم کا کفارہ آج مجلسی کے ذمہ ہے۔ یا تمام شیعوں کے ذمہ ہے۔ اور یزید یا اس کا کوئی کارندہ اگر حسینؑ کے قتل پر قادر نہیں ہو سکا تو۔ حسینؑ کو کس نے قتل کیا۔ حسینؑ کے قتل کے متعلق تمام تواریخ اس بات پر شاہد اور گواہ ہیں۔ کہ آپ کے قاتل آپ کے ہی شیعہ تھے۔

شیعہ مذہب کی کوئی کتاب کھول کر دیکھو آپ کو صاف نظر آئے گا کہ قاتل علیؑ شیعہ تھا۔ حسن کو ذلیل و رسوا کرنے والے شیعہ تھے۔ اور حسینؑ کے قاتل سب کے سب شیعہ تھے۔ اور آج تک ماتم، سینہ کوئی اولاد، مرثیہ گوئی کا بیج و لپکار میں اصل حقیقت کو چھپانے کی سعی لا حاصل میں مصروف ہیں

یہ واقعہ ستائیسویں رجب کا ہے۔ صفحہ ۱۲۳ پر یہ کلمات حضرت حسینؑ کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ کہ میں نے رسول خداؐ سے سنا۔ کہ خلافت آل ابوسفیان پر حرام ہے۔ مگر زمانے نے دیکھ لیا کہ شیعوں کے اس امام ثالث کی قسموں کے باوجود آل ابوسفیان نے تحت خلافت کو پورے سنو سال زینت دی۔ اور سادات امیہ کی خلافت ہی وہ واحد خلافت تھی جس میں سوائے چند سر پھرے علویوں کے کسی نے کسی موقع پر ان کے خلاف ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالا۔ ان کے زمانہ میں موسیٰ بن نصیر بر اعظم افریقہ کے مغربی ساحل تک پہنچے۔ محمد بن قاسم مشرق میں نشان تک فتوحات کے پھر یہ آتے ہوئے آئے۔ قتیبہ بن مسلم ہلالی نے چین تک توحید کا منہ پہنچایا۔ اور شیعوں کے امام ثالث کی بخدا والی پیش گوئیاں دھری کی دھری رہ گئیں۔

حسینؑ مدینہ سے رخصت ہوتے ہیں

۲۴ رجب رات کو ولید سے آپ نے وعدہ کیا کہ صبح جمع عام میں بیعت کر دوں گا۔ اور آدھی رات کو اپنا کنبہ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ کیا حسینؑ جیسی شخصیت اس کھلی دروغ گوئی اور دھوکہ دہی کی مرتکب ہو سکتی تھی آپ ۳ شعبان کو مکہ پہنچے۔

معلوم ہوتا ہے ان محبان اہل بیتؑ کے دماغوں میں عقل کی بجائے دیوانگی۔ دلوں میں انصاف و عدالت کے بجائے بغض و عناد کی آگ جل رہی ہے۔ ایک شخص اگر مدینہ سے چھپ کر مکہ کو روانہ ہوتا ہے۔ تو یہ امر روحال سے خالی نہیں۔ یا تو وہ اس قسم کی غیر معروف اور غیر اہم شخص ہے کہ اس کی روانگی کا کسی نے نوٹس ہی نہیں لیا۔ اور اگر وہ اہم شخصیت ہے تو مدینہ کا گورنر نہایت عالی حوصلہ بلند کردار بلند ہمت، دور اندیش اور جزر رس ہونے کے علاوہ نہایت متحمل مزاج آدمی ہے۔ جو حکومت وقت کے ایک باغی کے اس طرح چھپ کر نکل جانے پر کوئی کاروائی نہیں کرتا آئیے میں آپ کو صحیح صورت حال سے آگاہ کر دوں۔ ولید کو معلوم ہو چکا تھا کہ حسینؑ آرزوئے خلافت کے جذبات سے مغلوب ہو چکے ہیں ولید جانتے تھے کہ تمام عالم اسلام بلا جبر و کراہ نہایت خوشی سے میرنزد کے ماتھے پر بیعت کر چکا ہے۔ اہل بیت المؤمنین اور ہزاروں صحابہ نے جس و الہانہ انداز سے امیرنزد کی خلافت کو خوش آمدید کہی ہے ان حالات میں یہ سوال ہی نہیں پیدا ہو سکتا تھا کہ کوئی ایک آدمی بھی

حسینؑ کا ساتھ دے کر امن عامہ میں خلل کا موجب بنے۔

ان حالات میں حسینؑ کی نقل مکانی کو ولید جیسے مدبر حاکم نے ایک بجگانہ کھیل سے زیادہ اہمیت نہ دی۔ ولید کو اپنی مومنانہ فراست سے معلوم ہو چکا تھا۔ کہ حسینؑ جس زعم کو سینے میں دبائے کہ جارہے ہیں۔ وہ کبھی بھی عملی صورت اختیار نہیں کرے گا۔ ولید کو خوب معلوم تھا کہ اس بھری دنیا میں ایسا کوئی دیوانہ موجود نہیں۔ جو ایک پر امن حکومت کے اندر خواہ مخواہ کسی کے باغیانہ خیالات سے متاثر ہو کر ملک میں فساد پھیلانے کا یا اپنی ہلاکت کا موجب بنے۔ اور ولید کا یہ خیال آخر صحیح ثابت ہوا۔

۳ شعبان سے ۸ ذوالحجہ تک گویا تین ماہ اور چند روز حسینؑ کا قیام مکہ میں رہا۔ مدینہ سے آپ جن حالات میں رخصت ہوئے تھے۔ وہ تمام حالات امیر یزید کو معلوم ہو چکے تھے۔ مکہ میں پہنچ کر آپ نے فضا اپنے حق میں سازگار کرنے کی تین مہینے سر توڑ کوششیں کیں۔ مگر ایک متنفس نے بھی آپ کا ساتھ نہ دیا۔

عراق کے لوگوں سے آپ کا پہلے بھی رابطہ تھا اور آپ انہیں کہہ چکے تھے کہ معاویہ کی موت تک انتظار کیا جائے۔ امیر معاویہ کی موت نے معاملہ صاف کر دیا۔ تین مہینے حسینؑ کی عراقی شیعوں کے ساتھ خط و کتابت ہوتی رہی۔ حاکم مکہ کو لمحہ لمحہ کی خبریں پہنچ رہی تھیں۔ اور وہ تمام حالات امیر یزید کو مطلع کرتا رہا۔ مگر نہایت حیران کن بات ہے۔ کہ نہ حاکم مکہ۔ نہ خود حضرت حسینؑ سے متعرض ہوتا ہے۔ اور نہ ہی کسی تاریخ میں اس قسم کا کوئی اشارہ ملتا ہے۔ کہ امیر یزید نے اس سلسلہ میں کسی قسم کی کاروائی کا حکم دیا۔ یہاں ایک بار پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ لگاتار تین مہینے حکومت

کی طرف سے کوئی نوٹس نہیں لیا جاتا۔ آخر اس کی وجہ؟

اس سے پہلے حاکم مدینہ ولید کا خیال پیش کیا جا چکا ہے۔ گورنر مکہ امیر یزید کو باخبر رکھنے کے باوجود حضرت حسینؑ کی اس تمام منتقل و حرکت کو محض بجگانہ حرکت سمجھتا تھا۔ اور امیر یزید کا بھی یہی خیال تھا۔ اور پھر امیر یزید کے پاس حضرت حسینؑ کے متعلق اس قسم کی اطلاعات پہنچی تھیں۔ کہ آپ عراقی شیعوں کے ساتھ ساز باز کر رہے ہیں۔ تو انہوں نے درگزر، تحمل، بردباری، حوصلہ، متانت اور عفو و احسان کی آخری حدود تک یہ چاہے رکھا۔ کہ اگر حسینؑ بیعت نہیں کرتے تو اس سے کون سا فرق پڑ جائے گا۔ جبکہ تمام عالم اسلام خوشی سے بیعت کر چکا ہے۔ اور پھر کسی کو کسی قسم کی تکلیف بھی نہیں۔ حسینؑ کے بیعت نہ کرنے سے کیا فرق پڑ جائے گا۔ امیر یزید کو جب مسلم دشمن کے کوفہ پہنچنے کا علم ہوا تو اس وقت انہوں نے ضرور سوچا ہو گا۔ کہ پانی سر سے گزر رہا ہے۔ مگر ان حالات میں بھی انہیں ملک میں کسی قسم کے اختلال کی بجائے یہ بات زیادہ کھٹکتی تھی کہ حضرت حسینؑ پر اپنی ناتجربہ کاری کی وجہ سے کوئی مصیبت نہ آجائے۔

عراق سے خطوط کی بھرمار

دس رمضان کو کوفہ کے دو قاصد عبداللہ بن مسلم ہمانی اور عبداللہ بن دال آپ کی خدمت میں مکہ پہنچے۔
 دو روز بعد قیس بن مسہرہ، عبداللہ بن شداد، عمارہ بن عبداللہ وغیرہ ڈیڑھ سو خط لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔
 پھر دو روز بعد متعدد خطوط لیکر ثانی بن ثانی، سبعی، سعید بن عبداللہ حاضر خدمت ہوئے۔ چند روز بعد شیبث بن ربیع، حجاز بن الحر، یزید بن حارث عروہ بن قیس، عمرو بن جراح اور محمد بن عمرو نے ایک عریضہ بھیجا۔
 ان تمام خطوط کی تعداد چھ سو لیکر بارہ ہزار بیان کی جاتی ہے۔ اور ان میں کا مشترک ما حاصل یہ تھا کہ صحرا سبز اور میوے تیار ہیں۔ لشکر حاضر ہے۔ ہمارا کوئی امام نہیں۔ خدا آپ کی برکت سے ہم کو ہدایت دے۔
 (تلخیص صفحہ ۱۲۹ - ۱۳۰ جلد دوم)

تبصرہ

کسی تاریخی واقعہ کو بیان کرتے وقت کسی روایت کے پس منظر میں تمام وہ حقیقتیں جو پوشیدہ ہوتی ہیں۔ معمولی سی غیر جانبدارانہ سوچ بوجھ رکھنے والے آدمی سے دھکی چھپی نہیں رہ سکتیں۔ اہل عراق حضرت حسینؑ کے خلع خلافت کے وقت مع اپنے مزمومہ امام کے سیدنا امیر معاویہؓ

کے ساتھ پر بیعت کر چکے تھے۔ اور سیدنا امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد امیر یزید کے ساتھ پر بیعت کر چکے تھے۔ پھر ان کا یہ لکھنا کہ ہمارا کوئی امام نہیں۔ سراسر دھوکا فریب اور جعل تھا۔ پھر ساتھ ہی حضرت حسینؑ کو یہ چکے دے رہے ہیں کہ ہمیں آکر ہدایت کا راستہ دکھائیے۔ اور یہ سب باریک بینی سے دیکھا رہے ہیں کہ صحرا سبز ہیں اور پھل پک چکے ہیں۔ گویا آپ کو بچا لسنے کے تمام حربے استعمال کئے جا رہے ہیں۔ معلوم ایسے ہوتا ہے کہ تین مہینے کے اس عرصہ میں ان لوگوں کے پاس اس کے کرنے کا اور کوئی کام نہ تھا۔ کہ حضرت حسینؑ کو بلایا جائے۔

حضرت حسینؑ کو کوفہ میں بلانا اگر محض محبت کی خاطر ہوتا تو خواہ محبت جنوں کی حدود سے بھی متجاوز نہ ہو جاتی۔ اس قلیل عرصہ میں بارہ ہزار خطوط اور بیسیوں قاصدوں کا آپ کی خدمت میں پہنچنا بھی محال نظر تھا۔ یہ سب کچھ ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت کیا جا رہا تھا۔ دراصل مجوسی اور یہودی تحریک زیر زمین اب پورے جوہن پر پہنچ چکی تھی۔ اگر وہ لوگ خلافت علیؑ کے زمانے میں سیدنا حسینؑ سے متعارف نہ ہوتے۔ یا ان کی افتاد طبع سے واقف نہ ہوتے۔ تو یقیناً کسی اور اہم شخصیت کو گھیر کر اس سے بھی وہی سلوک کرتے جو انہوں نے آخر سیدنا حسینؑ سے کیا۔ آج یہ ڈھنڈ یا بھی پیٹی جا رہی ہے۔ کہ اگر عین حج سے دو دن پہلے حسینؑ مکہ نہ چھوڑتے تو قتل کر دیئے جاتے۔ ان عقل و دیانت کے کورے شرم و حیا سے عاری لوگوں سے پوچھا جائے۔ کہ عین حج کے موقع پر آپ کو کیوں قتل کیا جاتا۔ آپ تو تین مہینے سے مکہ میں مقیم تھے۔ اور آپ کی طرح عبداللہ بن زبیرؓ نے بھی امیر یزید کے ساتھ پر بیعت نہیں کی۔ انہیں کسی نے کیوں قتل نہ کیا۔

دراصل سیدنا حسینؑ کے اس ارادہ سے اکثر لوگ واقف ہو چکے تھے۔ اور متعدد مواقع پر سنجیدہ اور با اثر اصحاب نے آپ کو اس عرصہ میں سمجھانے کی کوششیں بھی کر چکے تھے۔ اب سیدنا حسینؑ کو صاف نظر آ رہا تھا کہ اگر حج کے موقع پہنچیں مکہ میں موجود رہا۔ تو یہاں تمام عالم اسلام کا اجتماع ہوتا ہے۔ جو بھی میرے اس ارادہ سے واقف ہوگا۔ وہ یقیناً مجھے اس ارادہ سے روکے گا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی میرے سدراہ ہو۔ اس لئے انہوں نے ادائیگی فریضہ حج کی نسبت کو ذہنی طرف روانگی کو ترجیح دی اور یہ خیال قطعاً غلط ہے کہ اگر حسینؑ حج کے موقع پر مکہ میں ہوتے تو قتل کر دیئے جاتے۔ یہ لکھنے والا صرف بے وقوف ہی نہیں بلکہ دیوانہ بھی ہے حج کے موقع پر لاکھوں آدمیوں کی موجودگی میں آپ کو قتل کرنا آسان تھا یا اس وقت جب آپ بالکل اکیلے تھے۔ گورنر مکہ کے سامنے کو ذہ سے دھواڑا رہے ہیں، خطوط آرہے ہیں۔ اور اب آپ حضرت مسلم کو بھی بھیج چکے ہیں۔ مگر گورنر مکہ آخر تک اغماض اور چشم پوشی سے کام لے رہا ہے ادھر حکومت کی نرم مزاجی اور مشفقانہ انداز نے آپ کے حوصلے کو ہمیر کیا۔ اور شیعان عراق اپنے ہمانخانہ دماغ میں پنہاں منصوبوں کو برے کارلانے میں پورے طور پر ایٹری اور چوٹی کا زور لگاتے رہے۔ بار بار قاصدوں، وفود، اور خطوط کا مقصد یہ تھا۔ کہ حسینؑ ہاتھ سے نکل نہ جائے شیعان عراق یعنی یہود و مجوس کے گھٹ جوڑ کا مقصد واضح تھا۔ کہ اب مملکت اسلامیہ میں کلی طور پر امن و سکون کی فضا پیدا ہو چکی ہے۔ اور یہی انہیں پسند نہ تھا۔ مجوس کو اپنی ہزار ہا سالہ حکومت کے چھٹنے کا غم اور یہود کو اپنی اجارہ داری کے سلب ہو جانے کا اٹھ صدمہ تھا۔ جو انہیں

چین سے نہیں بیٹھنے دیتا تھا۔
ان کی آتش انتقام سیدنا علیؑ کو گھیر کر اسی ہزار فرزندان توحید کو خاک و خون میں تڑپا کر اور حسنؑ کو ذلیل و رسوا کر کے ابھی نہیں بھیجتی۔ اور اب امیر نیرید کے حسن انتظام سے مملکت اسلامیہ کی ترقی ان کے سینوں پر سانپ بن کر لوٹ رہی تھی۔

یہ تھا پس منظر! نام ہندو شیعان علیؑ کے خطوط کا!
حسینؑ اپنی سادگی طبع کی وجہ سے حالات کے نشیب و فراز کو سمجھنے کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ اور اس پران کی خواہش حکمرانی نے سمندر آرزو پر تازیانہ کا کام دیا۔ گویا آپ نے عراق میں پہنچ کر اپنی حکومت کے اعلان کا مصمم عزم کر لیا تھا۔

حسینؑ مکہ سے رخصت ہوتے ہیں

ام المومنین سیدہ ام سلمہؓ نے آپ کے ارادہ سے واقف ہو کر رد کا مگر آپ نے نہ رکنے کا ہتھیہ کیا۔ اس کے بعد آپ کو روکنے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ جن میں سے زرارہ بن صالح۔ محمد بن علی المعروف ابن خنفیہ۔ عبد اللہ بن عباس۔ عبد اللہ ابن زبیر۔ عبد اللہ بن عمر۔ عبد اللہ بن جعفر نے ہر چند کوششیں کیں۔ مگر آپ نے کسی کی نہ سنی۔ عبد اللہ بن زبیر نے تو یہاں تک کہا کہ آپ یہیں اعلان حکومت کیجئے۔ اور ہاتھ لائیے میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔ عبد اللہ بن جعفر نے اپنی زوجہ یعنی سیدہ زینب کو روکا اور وہ نہ رکیں تو انہیں طلاق دیدی اور اپنا لڑکا علی الزینبی ان سے چھین لیا۔ یہ غلط ہے کہ عون اور محمد عبد اللہ کے بیٹے تھے۔ یہ عبد اللہ اور زینب کے بیٹے نہیں بلکہ دیور تھے۔

ایک اہم موڑ

آپ سب کو ٹھکرا کر حج کا احرام کھول کر مکہ سے روانہ ہو کر تنغیم کے مقام پر فردکش ہوئے تو عین سے ایک تافلہ خراج کا مال لے کر شام کو جاتا نظر آیا۔ آپ نے اس تافلہ کا تمام مال یہ کہتے ہوئے اپنی تمصرف میں لے لیا کہ یہ مال امام کا حق ہے۔

(تلخیص صفحہ ۱۵۹ جلد ۲)

اس مقام پر اس سے زیادہ کیا کہا جاسکتا ہے۔ کہ مکہ سے نکلے ہی آپ نے اپنے آپ کو مملکت اسلامیہ کا حکمران سمجھ کر سرکاری خزانہ لوٹ لیا۔ مگر اس کے باوجود حکومت بجائے اس کے کہ باز پرس کرتی۔ الشا امن نامہ تحریر کر کے واپس مکہ بلا رہی ہے۔ چنانچہ مجلسی لکھتا ہے۔

عبد اللہ بن جعفر (آپ کے چچا زاد اور بہنوئی) عمرو بن سعد حاکم مدینہ کے پاس گئے اور اس سے کہا ایک خط امام حسینؑ کے نام اپنی طرف سے لکھ دو اور اپنی امان دے کر التماس و معادنت کر دو۔ عمرو نے ایک خط امام حسینؑ کی خدمت میں لکھا اور اپنے برادر یحییٰ کے ہمراہ روانہ کیا۔ اور عبد اللہ بھی ہمراہ لکھی ہوئے۔ جب امام حسینؑ کی خدمت میں پہنچے۔ ہر چند مبالغہ آمیز مراجعت آنحضرت میں کیا۔ کچھ مفید نہ ہوا۔

(صفحہ ۱۵۹ جلد ۲)

آپ منزل بمنزل شعلیہ پہنچ گئے۔ ایک بار پھر اس طرف توجہ کیجئے کہ مکہ سے نکلے ہی آپ حکومت موقتہ کا خزانہ لوٹ لیتے ہیں۔ حاکم مکہ یہ سب کچھ جاننے کے باوجود کہ آپ کو فیوں کے بہکانے میں آکر یہاں سے روانہ ہو رہے ہیں اور کو نہ پہنچ کر اعلان حکومت کرنے والے ہیں حاکم مکہ کے پاس اس قسم کی حرکات کے دفعیہ کی پوری طاقت موجود ہے۔ مگر وہ امیر المومنین امیر یزید کے حکم کی وجہ سے ایسے کسی فعل کے ارتکاب کے لئے تیار نہیں جو امن عامہ میں معمولی سے خلل کا بھی موجب بنے شعلیہ کے مقام پر حضرت مسلم کی شہادت کی اطلاع ملی۔ اس

سے پہلے متعدد خطوط میں مسلم لکھ چکے تھے۔ کہ آج اٹھارہ ہزار کو فیوں نے میرے ہاتھ پر آپ کی امارت کے لئے بیعت کی ہے۔ آج چوبیس ہزار تک پہنچ گئے ہیں۔ آج تیس ہزار ہو گئے ہیں۔ مگر یک لخت یہ افواہ سن کر آپ سکتے میں آ گئے۔ سخت اندوہناک ہوئے۔

(صفحہ ۱۶۳ ج ۲)

پس عبد اللہ بن سلیمان و منذر بن شمعل (مسلم کی شہادت کی خبر لانے والوں) نے عرض کیا کہ اہل کوفہ آپ کے باپ اور بھائی کی طرح ناصر و یاد رہ نہ ہوں گے۔ ہماری اتنا س ہے کہ آپ واپس تشریف لے جائیں۔

آپ کا رجوع

حضرت امام حسینؑ متوجہ اولاد عقیل ہوئے۔ انہوں نے کہا بخدا سو گند ہم واپس نہ جائیں گے۔

(صفحہ ۱۶۳ جلد ۲)

مصنف تصویر کر بلا لکھتا ہے۔ کہ کر بلا میں پہنچ کر آپ نے فرمایا اگر تم کو میرا آنا ناگوار ہے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔ (صفحہ ۲۶) یہی لفظ جبار الیعون صفحہ ۱۷۱ جلد ۲ پر ملا مجلسی نے لکھے ہیں۔

اقول

آپ نے ثعلبیہ سے واپسی کا ارادہ کر لیا تھا۔ چنانچہ جبار الیعون کے ان الفاظ کے علاوہ کہ آپ متوجہ اولاد عقیل ہوئے۔ یعنی آپ نے چاہا کہ واپس ہو جائیں۔ ناسخ التواریخ میں بھی موجود ہے۔ کہ آپ نے واپسی کا ارادہ کر لیا تھا۔ اور مولوی سید محمد قلی صاحب مجتہد نے تو صاف اقرار کیا ہے۔ ہر چند قصد رجوع کر دھمکن نشد۔ یہ تصریحات اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ کہ آپ کا عزم کوفہ جہاد کی غرض سے نہیں بلکہ حصول خلافت کے لئے تھا۔ اگر یہ جنگ مذہبی ہوتی تو قصد رجوع قطعاً ناجائز ہے۔ اور قصد رجوع کے بعد احیائے دین و نجات کے کیا معنی۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ثعلبیہ سے بعد کا سفر انتقام خون مسلم کے لئے تھا۔ مگر انتقام خون مسلم کا یہہ طریقہ بھی ناقابل فہم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مجبوراً آپ آل عقیل کی شرما حضور میں محض ان کی خوشنودی اور رضا جوئی کے لئے آگے بڑھتے رہے۔

یہاں تک کہ منزل اشرف میں پہنچ گئے۔ اور حُر نے آپ کا راستہ روک لیا۔ اور کہا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ کہ میں آپ کو ابن زیاد کے پاس لے جاؤں۔ آپ نے فرمایا جب تک زندہ ہوں یہ ذلت مجھ سے گوارہ نہ ہوگی۔ بعد اس کے اصحاب کو حکم دیا۔ سوار ہوں۔ جب ہودج ہائے حرم فترام اونٹوں پر بندھ گئیں۔ حضرت پائے مبارک رکاب میں رکھ کر سوار ہوئے۔ جب چاہا واپس جائیں۔ لشکر مخالف نے راستہ روک لیا اور مانع ہوئے۔

(صفحہ ۱۶۶ جلد ۲)

اقول

منزل ثعلبیہ سے آپ نے واپسی کا ارادہ کیا۔ لیکن آل عقیل کے مجبور کرنے پر آگے بڑھتے گئے۔ اب شیعان کوفہ کا ہر اہل مقام اشرف میں سامنے آیا تو حرم کو سوار کر کے واپس روانہ ہوئے۔ تو شیعان علیؑ مانع آئے۔ گویا جس مطلب کے لئے شیعان کوفہ نے بلایا تھا۔ اور اب آپ ان کے قابو میں آچکے تھے۔ پھر وہ واپس کیوں جانے دیتے۔ وہ تو فیصلہ کر چکے تھے۔ کہ امت کے اشرف میں سے جو بھی قابو میں آئے اسے گھیر کر قتل کر دو۔ اور اس قتل کو اڑ بنا کر مملکت میں فتنہ پیدا کر کے جس حد تک اسلام کو نقصان پہنچایا جائے پہنچاؤ۔

کربلا میں پہنچ کر واپسی کا ارادہ

حُکْمِ گھار کر آپ کو مضافات کوفہ میں لے آیا۔ مگر آپ اب پورے طور پر ان کے ارادوں سے واقف ہو چکے تھے۔ آپ نے ثعلبیہ سے ہی اپنا رخ دمشق کی طرف کر لیا تھا کہ اب سوائے اس کے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں کہ سیدھا امیر المومنین امیر نیرید کے پاس پہنچ جاؤں۔ کربلا مکہ اور کوفہ کے راستہ سے بالکل مخالف سمت میں کوفہ اور دمشق کے راستہ میں واقع ہے۔ اور یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آپ غارم کوفہ ہو چکے تھے۔

کربلا سرسبز و شاداب قطعہ اراضی تھا

آج ہر ادنیٰ و اعلیٰ عالم و جاہل خواندہ و ناخواندہ یہی مانگ لگائے جا رہا ہے کہ کربلا بے آب و گیاہ چٹیل ریگستان ہے۔ یہ روایت بھی اسی روایت کی طرح جھل بے سر و پا اور جھوٹ و کذب سے بھرپور فرضی داستان ہے جس طرح یہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ حضرت حسینؑ پیاسے شہید ہوئے۔ کربلا لب و ریافرات چند آباد دیہات کے درمیان ایک سرسبز شاداب قطعہ اراضی تھا۔ مصنف تصویر کر بلا لکھتا ہے۔ جس وقت حر کے ساتھ حضرت حسینؑ کربلا پہنچے۔ اس وقت اس کے گرد و پیش ماریہ، غاضریہ، نینوا، قادسیہ، شفیعیہ اور عقر وغیرہ قریات اور گاؤں آباد تھے۔ اور عرب ان میں رہتے تھے۔ وہ سب کربلا کی زمین کے مالک اور قابض تھے۔ امام موصوف نے ان کو طلب کیا۔ اور اس بابرکت اور پر شفا زمین کو ساٹھ ہزار درہم دے کر خرید لیا۔ اس کی پیمائش ۴ مربع میل ہے۔

(تصویر کر بلا صفحہ ۲۴ مصنف سید آل محمد)

حضرت امام جعفر سولہ مربع میل کہتے ہیں۔ اربعہ امیال فی اربعہ امیال کربلا کی شادابی کی تصدیق اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ خود شیعہ اسے وادی الیمین، فی الارض قطع متجاورات وغیرہ کہتے ہیں۔

کربلا میں درود کی تاریخ

مقول ایک جماعت کے ۲ محرم روز چہار شنبہ یا پنج شنبہ - بقول بعض
 آٹھ محرم (صفحہ ۱۶۹ ج ۲)
 ابھی تک ان محبان اہلبیت کو حضرت حسینؑ کے کربلا میں درود کی
 تاریخ ہی معلوم نہیں۔ اور محرم کے دس دن اس طرح گزارتے ہیں۔
 گویا خود ٹیپ ریکارڈ اور کیمیرہ لیکروان بیٹھے ہوئے تھے۔ اور جو کچھ
 دیکھا ہوا۔ ٹیپ نے اپنی زبان میں اور کیمیرہ نے اپنی آنکھ میں محفوظ
 کر لیا۔

ابن سعد قاتل حسینؑ تھا یا شیطان حسینؑ خود قاتل تھے

عمر بن سعد نے کربلا میں پہنچ کر عروہ بن قیس کو بلا کر کہا کہ بطور قاصد
 امام حسینؑ کے پاس پہنچے۔ مگر چونکہ وہ ان لوگوں میں سے تھا۔ جنہوں نے
 خطوط امام حسینؑ کو کھتے تھے۔ اس نے قاصد ہی قبول نہ کی۔ اور جس رئیس
 امیر لشکر کو کہتا تھا۔ کوئی قبول نہ کرتا تھا۔ اس لئے کہ ان میں سے اکثر وہی
 لوگ تھے۔ جنہوں نے آپ کو خطوط کھے۔ اور حضرت کو عراق بلایا تھا۔
 پس کثیر بن عبد اللہ نے کہا اگر کہو ان کو قتل کر کے ان کا سر تمہارے
 پاس لے آؤں۔ عمر بن سعد شفیق نے کہا یہ ابھی منظور نہیں (صفحہ ۱۶۰ جلد دوم)

جب جواب امام حسینؑ عمر بن سعد کو پہنچا۔ اس نے کہا امیدوار ہوں۔ خدا
 مجھے معاملہ و مقاتلہ امام حسینؑ سے نجات دے۔
 (صفحہ ۱۶۱ جلد دوم)

پانی بند ہوتا ہے

حضرت نے ایک بیلچہ دست مبارک میں لیا۔ اور عقب خیمہ حرم
 محترم تشریف لائے۔ اور پشت خیمہ سے نو قدم سمت قبلہ چلے اور وہاں
 ایک بیلچہ زمین پر مارا کہ باعجاز حضرت چشمہ شری آب وہاں ظاہر
 ہوا۔ اور امام حسینؑ نے معہ اصحاب وہ پانی شیریں نوش کیا۔ اور
 مشکیں وغیرہ بھریں پھر وہ چشمہ غایب ہو گیا۔

(صفحہ ۱۶۲ جلد دوم)

امام حسینؑ نے اپنے برادر عباس کو بلایا۔ اور تیس سوار اور تیس
 پیادے ان کے ہمراہ کر کے بیس مشکیں ان کو دیں کہ فرات سے بھر لائیں۔
 جب کنارہ فرات پر پہنچے۔ عمرو بن حجاج نے پوچھا کون ہے۔ ہلال بن
 نافع نے کہا۔ اصحاب آنحضرت میں سے تمہارا پسر عم ہوں۔ اور پانی
 پینے آیا ہوں۔ حجاج نے کہا پانی نہ بھرنے دو۔ قریب تھا۔ آتش
 عرب و ضرب مشتعل ہو۔ مگر اصحاب حسینؑ نے مشکیں بھریں۔ اور روانہ
 ہوئے اور کوئی آسیب و گزند نہ پہنچا۔

(صفحہ ۱۶۳ جلد دوم)

امام زین العابدین سے منقول ہے۔ کہ حضرت نے اس شب (آخری رات) حکم دیا کہ خیمہ ہائے حرم محترم متصل ایک دوسرے کے برپا کئے گئے۔ اور ان کے گرد خندق کھودی گئی۔ اور لکڑیوں سے بھردیا۔ اور گیتانوں میں اتنی لکڑیاں کہاں کہ جنگ ایک طرف سے ہو۔ اور علی اکبر کو مع تیس سوار اور بیس پیادے کے بھیجا کہ وہ چند مشک آب نہایت خوف و اضطراب بھولائے۔ حضرت نے اپنے اہلبیت اور اصحاب سے فرمایا پانی پیو کہ یہ آخری توشہ تمہارا ہے۔ اور وضو و غسل کرو اور اپنے کپڑوں میں خوشبو لگاؤ۔ کہ وہ تمہارے کفن ہونگے اور موافق ایک روایت کے بتیس نفر لشکر عمرید اختر سے لشکر امام حسین میں داخل ہوئے۔ اس رات کی سحر کو امام نے تہیہ سفر آخرت کیا اور نوراً (بال صفا پاؤں) حضرت کے لئے اس طرف میں جس میں بہت سا مشک تھا تیار کیا۔ اور حضرت خیمہ مخصوص میں نورالگار رہے تھے۔ اس وقت بربرین ہمدانی و عبدالرحمن بن عبداللہ الفارسی درخیمہ پر منتظر تھے کہ جب آنحضرت فارغ ہونگے تو یہ بھی نورالگامیں۔ بربر ہمدانی اس وقت عبدالرحمن سے مذاق کرتے تھے۔ عبدالرحمن نے کہا اے بربر یہ ہنگام مذاق نہیں۔

(صفحہ ۱۶۷ جلد دوم)

امام حسین کے کچھ انصار پانی پیتے اور کچھ لڑتے تھے۔ جب بیسوں مشکیں بھر گئیں تو بڑی شجاعت سے عباس لڑتے لڑاتے اپنے مقام پر پہنچے۔ اور اس لڑائی میں کوئی شخص شہید نہیں ہوا۔ اسی لئے حضرت عباس کو ستائے اہلبیت کہتے ہیں (تصویر کربلا صفحہ ۳۲)

ابن زیاد کو خبر ملی کہ امام حسین کنواں کھود کر پانی پیتے ہیں۔ اور عمر بن سعد کے حضرت سے سازش کر لینے کی خبر بھی سنی۔ (تصویر کربلا صفحہ ۳۲)

امام حسین نے بزور امامت اپنے زیر قدم دودھ سے زیادہ سفید پانی کا چشمہ جاری فرما کر اور شمر کو دکھلا کر کہا ملعون میں اتمام حجت کرتا ہوں ورنہ ابھی جو چاہوں کروں۔

(خلاصۃ المصاب صنفہ ۱۶۰)

امام تشنہ لب جانب نہر فرات روانہ ہوئے۔ سواروں پیادوں نے راستہ روک لیا۔ اور یہ اشتیاق چار ہزار سے زیادہ تھے۔ امام مظلوم نے باوجودیکہ شدت تشنگی بہت کفار کو جانب نار روانہ کیا۔ اور صفوں لشکر کو شکافہ کر کے گھوڑا پانی میں ڈال دیا اور اپنے اسب بادشاہ سے فرمایا پہلے تو پانی پی لے۔ اور اس کے بعد میں پیوں گا۔ گھوڑا اپنی تھو تھنی پانی سے اٹھائے اور منتظر تھا کہ پہلے امام تشنہ لب پانی پی لیں۔ جب امام حسین نے چلو میں پانی اٹھایا اور چاہا نوش کریں۔ ایک ملعون ناہنجار نے آواز دی کہ آپ یہاں پانی پیتے ہیں ادھر لشکر مخالفت خیمہ ہائے حرم میں داخل ہو گیا ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت نے وہ پانی ناتھ سے پھینک دیا۔

(صفحہ ۲۰۱ جلد دوم)

تبصرہ

آپ نے نماز ظہر پڑھی

حضرت نے نماز ظہر باجماعت اصحاب باقی ماندہ بعنوان نماز خوف ادا کی اور جو نیزہ و تیر لشکر مخالف سے اپنی طرف آتا تھا دونوں بزرگوار اپنے جسم پر لیتے تھے۔ (صفحہ ۱۸۹ جلد ۲)

تبصرہ

کربلا کے متعلق واضح ہو چکا ہے کہ وہ ایک سرسبز و شاداب خطہ تھا۔ کنارہ فرات پر واقع تھا۔ ایسے مقامات پر جہاں چند فٹ جگہ کھودو پانی نکل آتا ہے۔ اور حضرت حسینؑ نے کسی مقام پر کھود کر پانی نکالا۔ تمام قافلہ پانی سے سیراب رہا۔ دس عزم تاریخ شہادت بیان کی جاتی ہے۔ اور اس دن صبح پانی کی گن میں مشک کا حل کرنا۔ وضو و غسل کا ذکر واضح طور پر بیان ہو چکا ہے اور اگر فرات سے بھی پانی لایا گیا تو تصریحات بالا کی روشنی میں ایسا کوئی اشارہ تک نہیں کہ کسی کی شہادت عمل میں آئی ہو۔ بلکہ حالات ایسے ہیں کہ آپ کے اصحاب (بال صفا پوڈر) لگانے کے لئے آپس میں چہل بازی کر رہے۔ حضرت نے خود بال صفا پوڈر لگایا۔

معلوم ہوتا ہے کہ سفر کے دوران آپ کو فرصت نہ ملی ہوگی۔ یہاں پہنچ کر زمین خرید لی۔ آپ یہاں مستقل قیام کا ارادہ فرما چکے ہوں گے۔ لہذا ضروری تھا کہ مشک آمیز پانی سے غسل کر کے سفر کی تھکاوٹ دور کر لیں شیعیان کوفہ کو یہ بات پسند نہ تھی کہ حضرت حسینؑ آرام سے قیام پذیر ہو جائیں۔ انہیں اس بات کا سخت ڈر تھا کہ اگر آپ قیام پذیر ہو گئے تو لازماً ہمارے بارہ ہزار خطوط سامنے آئیں گے۔ پھر حکومت موقتہ کے ماتھے سے ہمارا بچنا محال ہو جائے گا۔ عمر بن سعد بھی مطمئن ہو چکے تھے۔ مگر شیعیان علیؑ چپکے بیٹھنے والے نہیں تھے۔ وہ بڑی باقاعدگی سے ابن زیاد کو بہکانے میں مصروف تھے۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ چند مٹھی بھر آدمی ایک طرف ہیں اور بقول شیعیان کوفہ کے تیس ہزار بلکہ لاکھوں کا لشکر ایک طرف ہے پھر یہ آٹھ دس دن تک انتظار کس بات کا تھا۔ اللہ عقل دے تو صاف واضح ہے کہ حضرت حسینؑ کے قتل کا خیال بھی حکام وقت کے دماغ میں نہ تھا۔ آٹھ دس روز گزرنے پر شیعیان کوفہ نے گھبراہٹ محسوس کی۔ جس طرح جنگ جمل اور جنگ صفین میں سپاہیوں نے محسوس کیا تھا کہ اگر صلح ہوگی تو آخر صلح کرنے والوں کی تلواریں ہماری گردنوں پر ہوں گی۔ بعینہ ہی صورت یہاں تھی۔ کہ اگر حسینؑ یہاں مقیم ہو گئے یا دمشق چلے گئے دونوں صورتوں میں ہماری گردنیں زیر شمشیر ہوں گی۔ ابن زیاد اور عمر سعد صرف دو آدمی ہزاروں شیعوں کے مقابلہ میں کیا وقعت رکھتے تھے۔ اگر شیعیہ جانتے تو بجائے حسینؑ کے ان دونوں کو پکڑ کر ملک عدم پہنچا دیتے۔ مگر اس طرح ان کی وہ سیکم کامیاب نہیں ہو سکتی تھی جو

ان کے نہاٹخانہ دماغ میں کھلبلا رہی تھی۔ کہ جس طرح بھی ہو سکے۔ حسینؑ کو ختم کیا جائے۔ اور اس کے بعد اس قتل حسینؑ کے نام پر حکومت میں خانہ جنگی تشتت و افراق اور بد امنی بد نظمی کا سلسلہ شروع کیا جائے۔

کس نے پانی بند کیا۔ کس کا پانی بند ہوا۔ کب ہوا۔ کون پیاسا رہا کس نے پیاس سے تڑپ کر جان دی۔ کب عباس کے بازو کٹے یہ سب داستان گوئی محل نظر ہی نہیں بلکہ سراسر کذب و افترا سے تھکا دستان ہے۔ یہاں اس بات کو بھی ذہن میں لائیے کہ حسینؑ شہر کو پانی دکھا کر کہتے ہیں میں جو چاہوں کر سکتا ہوں۔ پھر اگر ان کا کنبہ پیاس سے بلبلا اٹھا تو یہ جرم خود حسینؑ کا محسوب ہوگا۔ جنہوں نے باوجود قدرت کے اپنے کنبہ کے تمام افراد کو پیاسا مارا۔ یا فوج مخالفین کا۔ اور اگر اسے فوج مخالفین کا ہی قصور مان لیا جائے تو وہ مخالفین کون تھے۔

خود شیعان علیؑ، شیعان حسنؑ اور شیعان حسینؑ !

ملا مجلسی کا ایک اور الہام

عباس کی شہادت

ناگاہ خیمہ سے صدائے العطش بلند ہوئی۔ حضرت عباسؑ گھوڑے پر صوار ہو کر نیزہ مشک نامتھ میں لے کر قصد نہر فرات کیا۔ وہاں چار ہزار کفار اشراہ موکل آب فرات تھے۔۔۔ مشک بھر کر دوش پر رکھی اور متوجہ خیمہ حرم ہوئے۔ یزید بن وقار نے دست راست پر تلوار ماری آپ نے مشک دست چپ میں اٹھائی۔ حکیم بن طفیل نے بائیں بازو کو بھی کاٹ دیا۔ حضرت نے مشک دانتوں میں پکڑ لی اور گھوڑا دوڑا دیا۔ ناگاہ ایک تیر مشک پر لگا اور پانی بہہ گیا۔ آپ زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑے اور پکارے اے میرے برادر میری خبر لیجئے

*(صفحہ ۱۹۶ جلد دوم)

گذشتہ صفحات کی تصحیحات کی روشنی میں ملا مجلسی کی اس داستان سرائی کی کیا قدر و قیمت رہ جاتی ہے۔ یہی عباس چہند گذشتہ سطور میں پانی بھر کر صحیح و سلامت لے جاتے دکھائے گئے ہیں اصل میں ان لوگوں نے ہر اس جھوٹ سے کام لیا۔ جس سے کسی نہ کسی طور پر بھی یہ ظاہر ہو سکتا کہ سیدنا حسینؑ پر عمر بن سعد ابن زیاد اور

یزید کی طرف سے بڑا ظلم ہوا۔ اور یہ لوگ اس میں کس حد تک کامیاب ہوئے یہ ظاہر و باہر ہے۔

جھوٹ ہی جھوٹ

ایک دفعہ چار ہزار کافران خدا نے امام ابراہیم پر تیر برسائے۔ امام تشنہ لب راہ خدا میں تیرائے جو روحفا کو چہرہ مبارک دسینہ مقدس دگلوئے مطہر پر لیتے اور جہاد اعدائیں کوشش فرماتے صفحہ ۲۰۱ جلد دوم (یہ تیر تھے یا پردانے)

خمیہ نہیں لوٹے گئے

جب عمر بن سعد نزدیک خمیہ مائے حرم محترم آیا۔ آواز دی کہ کوئی متعرض احوال زنان خمیہ نشین نہ ہو۔ اور علی بن حسین کو ضرر نہ پہنچائے۔ اور جو کچھ چھین لیا ہے واپس کر دیں۔ (صفحہ ۲۰۶ جلد دوم)

سیدنا حسینؑ کی تدفین

عمر بن سعد ملعون نے سر مائے شہدا کربلا قبل عرب کو تقسیم کئے اور ہمراہ حرم محترم اسی روز کوفہ روانہ ہوئے۔ اہل غاصریہ قبیلہ بنی اسد سے آئے۔ ان جسد مائے مطہرہ و بدن مائے مکرم پر نماز پڑھ کر دفن کر دیا۔ اور جسد مبارک جناب امام حسینؑ کو اس مقام شریف میں جہاں حضرت کج مقدس ہے دفن کیا۔ (صفحہ ۲۰۹ جلد دوم)

مجلسی کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام شہدا کے سر کاٹے گئے۔ حالانکہ یہ قطعاً جھوٹ اور افترا ہے۔ بلکہ سیدنا حسینؑ کی سر بریدگی کی داستان بھی کذب محض ہے۔ یہ ایک ہنگامہ تھا کہ شیعیان حسینؑ نے ہلہ بول کر آپ کو معہ آپ کے ساتھیوں کے چند منٹ میں شہید کر دیا۔ اور عمر بن سعد نے فوراً حالات پر قابو پا لیا۔ جیسا کہ گذشتہ سطور میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ خمیہ پہنچا اور کہا کوئی بھی مستورات اور علی بن حسین سے متعرض نہ کرے۔ اس نے تمام نعشوں کو دفن کرا کے گنج شہیداں بنا دیا۔ غاصریہ والوں کو کیا معلوم تھا کہ کون سی نعش کس کی ہے جبکہ انہوں نے زندگی میں ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں دیکھا تھا۔ پھر بقول ردافض سیدنا حسینؑ کی نعش تو گھوڑوں کے ٹاپوں سے پامال ہو چکی تھی۔ وہ ریزہ مائے

جسم کس نے پہچانے کس طرح اکٹھے کئے اور کہاں دفن کئے۔ یہ سب محض داستان سرائی ہے۔

امام کو امام ہی دفن کر سکتا ہے

امام رضا سے منقول ہے کہ امام زین العابدین محض تشریف لائے اور اپنے پدر بزرگوار پر نماز پڑھ کر جسد مطہر آں حضرت کو دفن کیا۔ اور واپس تشریف لے گئے۔

(صفحہ ۲۰۹ جلد ۲)

رجعت

رجعت کا عقیدہ یہود اور مجوس کے عقائد کا چربہ ہے۔ مسلمان حضرت عیسیٰ السلام کی دوبارہ تشریف آوری کے قائل ہیں۔ مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا شوشہ چھوڑنے والوں میں سے مرزا قادیانی اور اس کی امت پیش پیش ہے۔ مگر بدلائل و برہین یہ مسئلہ کی بار واضح اور صاف کیا جا چکا ہے۔ اور قرآن خود صاف الفاظ میں کہتا ہے۔ وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لكم۔ آپ نہ قتل کئے گئے نہ سولی دیئے گئے بلکہ تم پر یہ امر مشتبہ کر دیا گیا ہے۔

رجعت کے عقیدہ کے روافض بڑی شدت سے قائل ہیں۔ مجوس یہود اور ہنود کے عقائد کے ملغوبہ نے روافض کے ذہنوں میں بھی رجعت کے تخیلات اور فاسد عقیدہ کو سبز باغ دکھا دکھا کر اس لئے ان کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں کو مفلوج کرنے کی کوشش کی۔ یہ لوگ کہیں ہمارے ہاتھ سے نکل نہ جائیں۔ رجعت کا اصل مفہوم اور مطلب تو یہ ہے کہ کوئی زندہ آدمی گم ہو جائے یا قدرت اسے آسمان پر اٹھائے یا پوشیدہ کر لے۔ اور کسی وقت اسے ظاہر کرے یا واپس لوٹائے۔ مگر روافض اپنے رجعت کے عقیدہ میں منفرد ہیں۔ یہ لوگ مردوں کی رجعت کے قائل ہیں حالانکہ اسے رجعت نہیں کہا جائے گا۔ بلکہ یہ تنازع اور ردائوں کا چکر ہے۔ جو خالصتاً مجوس اور یہود کا عقیدہ ہے۔ یہ لوگ

اگر اتنی سی معمولی بات بھی نہیں سمجھ کے تو دوسری باتوں کے نہ سمجھنے پر ان پر افسوس محض نا دانی ہے۔

حضرت حسینؑ کہتے ہیں۔ پس جو شخص رجعت میں پہلے لوٹے گا اور قبر سے باہر آئے گا وہ میں ہوں گا۔ اور میرا رجعت میں آنا مثل تشریف آوری جناب امیر ہوگا۔ جبکہ قائم آل محمد ظاہر ہوں گے۔ میرے پاس ایک گمراہ آسمان سے ظاہر ہوگا۔ کہ اس سے پہلے وہ زمین پر نہ آئے ہوں گے۔ اور جبرائیل و میکائیل و اسرافیل و لشکرائے ملائکہ و محمد رسول اللہ و علی ابن طالب امام حسنؑ مع جمیع آئیمہ کہ وہ سب اسپان ابلق نور پر سوار ہوں گے اور کوئی مخلوق ان سے پہلے ان اسپان نور پر سوار نہ ہوگی۔ تشریف لائیں گے بعد اس کے رسول خدا اپنے علم کو حرکت دیکر قائم آل محمد کے ہاتھ میں دیں گے۔

(صفحہ ۲۱۱ جلد دوم)

میں نے دمشق میں سر امام حسینؑ دیکھا۔ کہ نیزہ پر نصب تھا۔ اور کوئی حضرت کے آگے آگے سونے اصحاب کہف پڑھتا تھا (گویا جلوس جا رہا تھا) جب اس آیت تک پہنچا ام حسبیت ان اصحاب الکھف بقدرت خدا سر سید الشہداء بزبان فصیح گویا ہوا میرا قصہ اصحاب کہف سے عجیب ہے اور یہ آیت حضرت کی رجعت پر دلالت کرتی ہے۔ کہ وہ حضرت زمانہ رجعت میں کفار سے خون طلب کریں گے

سید الشہداء صرف حمزہؑ ہیں۔ زاد یہ عرش پر لکھا ہوا ہے کہ حضرت حمزہؑ سید الشہداء ہیں۔

(اصول کافی کتاب الحجۃ)

بقیۃ السیف

آج روافض اور اہل سنت کے بعض جہلا اکثر مجالس اور محافل میں بڑے دردمندانہ انداز میں یہ دہراتے نظر آتے ہیں کہ کربلا میں سوائے علی زین العابدین کے کوئی زندہ نہ بچا۔ یہ سراسر لغو اور کذب و افتراء سے بھرپور داستان ہے۔ سیدنا حسینؑ کے ساتھ جو کوئی مکہ سے ہمراہ آئے تھے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ آپ ہمارے ہاتھ سے نکلے جا رہے ہیں۔ اور کربلا وہ مقام تھا جو کوفہ سے دمشق کی طرف خط مستقیم پر واقع تھا۔ پہلے تو ان لوگوں کا خیال تھا کہ سیدنا حسینؑ جب کوفہ پہنچیں گے۔ تو امیر ابن زیاد کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنے کی وجہ سے گرفتار یا مقتول ہو گئے۔ تو ہمیں ہلڑ بازی کا موقع مل جائے گا۔ مگر اب ان کی یہ سیکم فیل ہوتی جا رہی تھی۔ انہوں نے سیدنا حسینؑ سے اپنے خطوط کا مطالبہ کیا۔ مگر آپ نے انکار کر دیا۔ معاملہ چھینا چھپٹی تک پہنچا۔ جو آخر میں تلوار بازی تک جا پہنچا۔ اس تلوار بازی میں کوفیوں سے جو الجھا مارا گیا۔ اور جو خیموں سے باہر نہ نکلا۔ یزح گیا۔ جب ابن سعد کے کانوں میں یہ چیخ و پکار پہنچی تو فی الفور مع چند لشکریوں کے موقع پر پہنچ گیا۔ اور حالات پر قابو پا لیا۔ کچھ کوئی سیدنا حسینؑ کے ساتھیوں کے ہاتھوں واصل جہنم ہو چکے تھے۔ باقی ابن سعد کے لشکریوں نے ختم کر دیئے۔ ابن سعد کا ارادہ تھا کہ اگر سیدنا حسینؑ بیعت پر رضا مند نہیں تو ان پر نگرانی کی جائے اور صورت حال سے خلیفۃ المومنین کو اطلاع دی جائے۔ وہاں سے جو حکم آئے اس پر عمل کیا جائے۔ یا حکم آتا کہ انہیں دمشق پہنچا دیا جائے اور حسینؑ خود بھی یہی چاہتے تھے اور یا حکم ملتا کہ اگر انہوں نے زمین خرید کر مستقل سکونت وہاں اختیار کر لی ہے تو

انہیں ان کے حال پر پھوڑ دو۔ حسینؑ کے ساتھی بار بار میدان جنگ میں جا کر نام لے لے کر بلانے والوں کو دشنام دیتے رہے۔ مگر بلانے والے یہ کسی صورت میں گوارہ نہیں کر سکتے تھے کہ ان کے ناموں کی یوں تشہیر کی جائے۔ وہ آگے بڑھتے رہے۔ اور قتل ہوتے رہے اور قتل کرتے رہے۔ درنہ معمولی سی عقل کا آدمی بھی یہ اندازہ کر سکتا ہے۔ کہ بقول ردافض کجائیس ہزار کا لشکر گراں اور کجا چند نفوس۔ ایک لمحہ کی مار بھی نہ تھے۔ مگر یہاں گھنٹوں لڑائی کا نقشہ جمایا جاتا ہے۔ صبح غسل و نورا اور وضو کا اہتمام ہے۔ پھر جنگ شروع ہوتی ہے۔ ایک ایک لکارتا ہوا خیمہ سے نکلتا ہے۔ اور سامنے بھیڑ بکریوں کے گلے کو دیکھ کر اس میں گھس جاتا ہے۔ پھر دوسرا آتا ہے پھر تیسرا۔ آخر یہ کوئی ڈرامہ تھا یا جنگ۔ دشمنوں نے یک لخت آگے بڑھ کر سب کو اسیر یا شہید کیوں نہیں کر دیا۔

بچنے والوں کی تعداد

تین صاحبزادے امام حسن کے کم سن تھے اور شہید نہ ہوئے تھے۔ ان کے نام حسن مثنیٰ زید اور عمر تھے۔ (صفحہ ۲۱۵ جلد دوم)
زین العابدین نے فرمایا ہم بارہ شخص اہلبیت حضرت رسول تھے کہ ہم کو مجلس یزید میں لے گئے۔ (صفحہ ۲۳۷ جلد دوم)
یہی مجلس حضرت حسینؑ کی زبان سے بیان کرتا ہے کہ میں اور میرے اہلبیت و اصحاب وہاں شہید ہو گئے۔ اور میرے فرزندوں میں سے سوائے زین العابدین کے کوئی نہیں بچے گا۔

(صفحہ ۱۵۷ جلد دوم)

میدان محمد اپنی مایہ ناز تالیف تمصویر کر بلا کے آخر میں قتل ہونے والوں اور زندہ بچنے والوں کی ایک فہرست پیش کرتا ہے۔

(۱) حسن مثنیٰ بن امام حسن۔ عمدۃ المطالب، تمقا، ناسخ التواریخ، کشف الغم، ارشاد اور ریاض الشہادت میں ان کا نام ہے۔
زخمی ہو کر گرے۔ رفق حیات باقی تھی۔ اسماء بن خارجہ ابوحسان ان کا ماموں تھا (گویا لشکر فغانین میں صرف شمر ہی علی کا ایک سالہ نہیں بلکہ علی کا دوسرا سالہ بھی موجود ہے۔) شفاعت کر کے بچا کر لے گیا۔ کوفہ میں جا کر علاج کیا۔ جب تندرست ہو گئے مدینہ روانہ کر دیا۔ (صفحہ ۸۳)
(۲) ضحاک بن عبد اللہ مشرقی۔ گھوڑا تیروں کے خوف سے خیمہ کے اندر باندھ دیا تھا (غالباً خیمہ لوہے کی چادر کا تھا۔) پیدل جہاد کیا۔ پھر امام کو کہا میری بیعت بحال کیجئے آپ نے کہا بحال کی۔ پھر گھوڑے پر سوار ہو کر لڑتا بھڑتا نکل گیا (اور تیس ہزار مردان شجاع منہ دیکھتے رہ گئے)
(۳) عقبہ بن سمعان غلام رباب۔ عمر سعد نے بعد قتل حسینؑ ان کو رونا کر دیا (کیوں) صفحہ ۸۷

۴۔ مرقع بن قہامہ اسدی۔ تمقا میں ان کا نام ہے۔ بعد قتل حسینؑ گرفتار ہوئے۔ زیاد نے دارہ کیطرف نکال دیا۔ (صفحہ ۸۸)
زین العابدین، زید بن حسن، محمد باقر بن زین العابدین، عبد اللہ بن عباس، دو فرندان مسلم، المختصر یہ کہ بارہ بقول علی زین العابدین دمشق پہنچے۔ چار مذکورہ بالا اس لحاظ سے سولہ زندہ بچے۔

منعش کی پامالی

مجلس بڑی طویل تہید کے بعد لکھتا ہے کہ جب فتنہ اس شیر کے پاس پہنچی کہا اے ابو الحارث! شیر نے سر اٹھا کر دیکھا۔ فتنہ نے کہا کچھ جانتا ہے کافر چاہتے ہیں۔ جسم اطہر امام حسین سے بے ادبی کریں۔ جب شیر نے یہ سنا قتل گاہ میں گیا۔ اور حضرت کے جسد مطہر پر اپنے ماتھ رکھے رہا۔ جب دوسرے روز (پہلے روز کیا امر مانع ہوا) وہ روسیاء اس قصد سے قتل گاہ کی طرف گئے اور وہ حال دیکھا۔ عمر سعد نے کہا یہ فتنہ ہے اس کا افشا نہ کرو۔ اور اس قصد سے باز رہا (صفحہ ۲۱۹ جلد دوم)

مجلس کبھی لکھتا ہے اسی روز تمام لشکر اور حرم محترم کو فتنہ پہنچ گئے۔ کبھی کہتا ہے ان کے جانے کے بعد یا دوسرے روز غاصریہ والوں نے اجسام شہدا دفن کر دیئے۔ کبھی کہتا ہے حضرت امام کی منعش پامال کی گئی کبھی لکھتا ہے سب منعشیں پامال کی گئیں۔ اب فتنہ کو آزاد چھوڑ کر کسی جنگل میں ایک شیر کے پاس پہنچا تا ہے اور ایک شیر کو اس کے ہمراہ لاکر لاش کی حفاظت کراتا ہے۔ اور اس کی اس متفنناد روایتوں پر کوئی توجہ نہیں کرتا۔ صحیح بات اس قدر تھی کہ جو باہر نکلے مارے گئے اور شام سے پہلے عمر بن سعد نے سب کو دفن کرادیا۔ اور بقیۃ السیف کو مع حرم محترم ہمراہ لیکر کو فتنہ پہنچ گیا۔

مجلس لکھتا ہے کہ جب سر امام حسین ابن زیاد کے سامنے پیش ہوا تو اس نے حسین کے قاتل کو قتل کرادیا (صفحہ ۲۲۴ جلد دوم)
اگر ابن زیاد لانیضوں کے قول کے مطابق اہلسنت کا دشمن تھا تو اس

نے حسین کے قاتل کو کیوں قتل کرنے کا حکم دیا اور ان بارہ افراد کو کیوں زندہ چھوڑ دیا جو کربلا میں پہنچ گئے تھے۔

شیعان علی ہی قاتل حسین تھے

ابن زیاد کے سامنے

سیدہ زینب کہتی ہیں! اے اہل کو فتنہ پر دے ہو تم نے جگر گوشہ رسول کو قتل کیا۔ اے اہل کو فتنہ اے اہل مکہ و مدینہ تم ہم پر گریہ کرتے ہو اور خود تم نے ہم کو قتل کیا ہے۔ واللہ لازم ہے تم بہت گریہ کرو اور کم فتنہ کرو۔ (سیدہ زینب کی یہ دعا قبول ہو کر رہی) تلخیص صفحہ ۲۲۲ جلد دوم

فاطمہ بنت حسین کہتی ہیں! اے اہل کو فتنہ اہل غدر مکر و دیکر و حیلہ حق متعالے نے ہم اہلبیت کو تمہارا تھے ماتھ مبتلا کیا۔ اور تم کو ہم سے امتحان کیا ہے۔ کل کے روز تم نے ہمارے پدر بزرگوار کو قتل کیا ہے۔ ... واسے ہو تم پر لعنت اور عذاب خدا کے منتظر رہو۔۔۔۔۔ تم کس کس بات کا جواب دو گے۔ میرے جد علی ابن ابی طالب اور فرزند ان رسول سے تم نے کیا۔ اور انہیں قتل کیا (صفحہ ۲۲۲ جلد دوم سے تلخیص)

ام کلثوم خواہر حسین کہتی ہیں۔ اے اہل کو فتنہ تمہارا حال اور مال بُرا ہو تمہارے منہ سیاہ ہوں۔ تم نے کس سبب سے میرے بھائی حسین کو بلایا۔ اور انہیں قتل کر کے مال و اسباب لوٹ لیا۔ (صفحہ ۲۲۳ جلد دوم سے تلخیص)

علی زین العابدین کہتے ہیں۔ تم جانتے ہو کہ میرے پدر بزرگوار کو تم نے خطوط لکھے اور بلایا (ایک لب مرگ بیمار میں یہ قوت کہاں سے آگئی۔ زین العابدین معمولی بیمار تھے اور چونکہ خیمہ سے باہر نکل کر حملہ آور نہ ہوئے اس لئے کسی نے انہیں کچھ نہ کہا) اور ان کو قریب دیا۔ ان سے بیعت کی آخر کار ان سے جنگ کی۔ پس لعنت ہو تم پر۔

یہ طویل خطبات ہیں جنہیں نہایت اختصار سے پیش کیا گیا ہے۔ ان میں سے کوئی ایک بھی عمر بن سعد یا ابن زیاد کو فحاشی کر کے انہیں اپنا قاتل نہیں کہتا۔ اور یہی لوگ موقع کے شاہد ہیں۔ اور خلیل قزوینی نے توصیفی میں "باعث کشتہ شدن ایشان تقسیر شیعہ امامیہ است از متقیہ" لکھ کر تصدیق کی مہر ثبت کر دی کہ امامیہ شیعہ توفیق کر کے امام حسین وغیرہ کو قتل کرنے کا قصد کیا۔

شیعہ قتل حسین سے تقرب خدا چاہتے تھے

امام زین العابدین کہتے ہیں کہ تیس ہزار نامرادوں نے جو مدعی تھے کہ ہم امت محمدی سے ہیں۔ اس امام مظلوم کو گھیر لیا تھا۔ اور ہر ایک معوض قتل حسین تقرب خدا چاہتا تھا۔ (صفحہ ۱۱۴ جلد ۲) یہ ہے صحیح صورت واقعہ کہ بلا کی۔ دوبارہ اس بات پر غور کیجئے کہ کہ بلا کے سبقتیہ السیف بلا استثناء ذکر و انات میں سے ایک نے بھی ابن سعد یا ابن زیاد یا شمر وغیرہ کو اپنے خاندان کا قاتل نہیں کہا۔ وہ بار بار ان کو فیوں کا ناکا لیتے رہے۔ جنہوں نے انہیں بلایا تھا۔ اور جو

مکہ سے انہیں اپنے ہمراہ لائے تھے۔ کو ذہ میں نہ کوئی شامی تھا احد نہ حجازی۔ یہ سب لوگ دہی تھے جو اس سے پہلے سیدنا علی کو شہید کر چکے تھے اور سیدنا حسن کو ذلیل و رسوا اور زخمی کرنے کا موجب بنے تھے۔ اگر دیر نہ سو سال بعد ابی مخنف مصنف مقتل حسین اس قسم کی ٹاڈ خانی کرے کہ قتل حسین کے سلسلہ میں قاتلین حسین شامی یا حجازی اور امیر معاویہ کی فوج کے لوگ تھے تو اس کذب پر لعنت اللہ علی الکاذبین کے علاوہ کیا کہا جاسکتا ہے۔

دربار خلیفہ المومنین امیر یزید

بند بائے معتبر امام رضا سے منقول ہے۔ جب سر مطہر امام حسینؑ کو یزید کی مجلس شراب میں لے گئے۔ اس وقت ہمراہ رفقاء وہ ملعون شراب زہر مار کر تا تھا۔ اور شطرنج کھیلتا تھا۔

(الجزء صفحہ ۲۳۶ جلد دوم)

امام زین العابدین کو اپنے پاس بلایا اور سوہن لے کر اپنے دست غص سے طوق آہنی کو گلوئے مبارک سے قطع کیا۔ اور کہنے لگا تم نے دیکھا کس لئے میں نے یہ کام کیا۔ حضرت نے فرمایا اس واسطے کہ سوائے تیرے کسی کا مجھ پر احسان نہ ہو۔

(صفحہ ۲۳۷ جلد دوم)

اہل بیت آنحضرت کو اپنے محل میں بھیج دیا۔ عورات ابوسفیان نے اپنے زیور اتار دیئے اور لباس ماتم پہن کر آواز گریہ و زاری بلند کی

اور تین روز ماتم رہا۔ (صفحہ ۲۴۵ جلد دوم)
 • ہندو دختر عبداللہ بن عامر کہ اس زمانہ میں یزید کی زوجہ تھی اور پیشتر
 امام حسین کی خدمت میں تھی۔ اس نے پرہ کا خیال نہ کیا۔ اور گھر سے نکل کر مجلس
 ملعون یزید میں کہ جس وقت جمع تھا آ کے کہا: اے یزید تو نے سر حسین
 میرے دروازے پر لٹکایا ہے۔ یزید نے دوڑ کر کپڑا اس پر ڈال دیا اور
 کہا۔ مگر میں چلی جا اور فرزند رسول خدا بزرگ قریش، پر نوحہ وزاری کر۔ ابن
 زیاد نے اس بارہ میں جلدی کی میں ان کے قتل پر راضی نہ تھا۔

تبصرہ

صفحہ ۲۳۷ سے ۲۴۴ تک مجلس نے جن شہادت کو جلالہ العیون میں
 بیان کیا ہے۔ انہیں ایک غیر جانبدار صاحب علم آدمی جب پڑھتا ہے تو معلوم
 ہوتا ہے کہ یزید نے ایک ڈرامہ کی مشق کے لئے ایک سیٹج تیار کر رکھا تھا
 اس سیٹج پر بادی بادی ایکڑا کر گھنٹوں اسے گالیاں دیتے ہیں۔ ان میں
 مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی ہیں۔ وہ خاموش تماشا کی حیثیت سے گالیاں

۱۔ ملا مجلسی امام محمد بنت عبداللہ بن جعفر اور ام مسکین جو سیدنا
 فاروق اعظم کی پوتی تھیں۔ دونوں کے ناموں کو چھوڑ گیا ہے۔ امام احمد
 زین العابدین کی بہن تھیں اور اس وقت یزید کے حرم میں تھیں۔
 (نسب قریش صفحہ ۸۳ جہرۃ الانساب ص ۲۰ مقام بنی امیہ ص ۱۸)
 ہوتا مشہور اور ہوا میں کے تعلقات ص ۱۸

دینے والوں کو دیکھ رہا ہے۔ وہ دشنام دینے والے اس کے باپ سے دگر
 کرتے ہیں نہ ماں سے، دادا کو بچتے ہیں نہ دادی کو۔ گویا سات پشتوں تک
 لپیٹ چلے جا رہے ہیں۔ مگر وہ خاموش ہیں۔ اور آخر میں اپنی عورت کے
 دروازے پر گویا وہ کوئی جھونپڑا تھا۔ حسین کا سر لٹکا دیتا ہے۔ اس کی
 عورت کسی بھٹیاری کی طرح گھر سے نکل کر گالیاں بکتی ہے۔ اور وہ کسی
 چند و باز کی طرح دوڑ کر سر کو ڈھانپ دیتا ہے۔ اور عورت سے ڈر کر
 کہتا ہے گھر میں جا کر ماتم کرو۔ کہاں شاہی محلات اور ان کا احترام۔ کہاں
 دربار شاہی اور اس کے آداب۔ مجلسی غریب معلوم ہوتا کہ کسی بھٹیاری خانے
 میں بیٹھا بے سر کی نانک رہا ہے۔ پھر یزید کا سر عاں بھرے دربار میں سزا
 پینا۔۔۔۔۔ آج تک ہزاروں بد قماش بادشاہ، عیاش شہنشاہ جابرو
 ظالم فاتح اور عیش و عشرت کے دلدادہ حکمران گزرے ہیں۔ حتیٰ کہ نوابان
 اودھ جیسے سر پھرے حکمران بھی آداب محفل سے غافل نہیں پائے گئے۔
 مگر یزید جس کے دربار میں بھری دنیا کی عظیم سلطنتوں کے سفراء ہیں۔
 بیستوں صحابی ہیں۔ سینکڑوں اہل علم و فضل ہیں اور یزید شراب بھی
 پنی رہا ہے۔ اور شطرنج بھی کھیل رہا ہے۔ بجائے کہ بادشاہوں نے شراب
 نوشی کی، شطرنج سے دل بہلایا۔ مگر بھرے دربار میں صرف ایک یزید کو
 گھسیٹ لانا مجلسی جیسے حواس باختہ آدمی کا کام ہے۔ شیعہ مذہب میں مقولات
 کا گزر ہے نہ معقولات کا۔ جو بھی اسلام دشمنی کی بات جس کی زبان سے نکل
 گئی وہ حرف آخر ہو گئی۔ خواہ ایسی باتوں میں تناقضات کے انبار ہوں
 ان لوگوں کے ذہنوں میں صحابہ کرام، اہل بیت، تابعین، تبع تابعین
 اور صحابہ امت کے خلاف جو ہر مجلسی جیسے غالی رافضیوں نے بھر دیا ہے

وہ اس بات کے باوجود کہ ان کے مذاہب کی درجنوں کتابیں ان کو دکھا دی گئیں یہ لوگ قطعاً ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں گے۔ اب یہی دیکھ لیجئے کہ امیر یزید کے متعلق دوسرے شیعہ مورخ کیا کہتے ہیں۔

حضرت حسین کی خبر وفات سن کر یزید نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا (خلاصۃ المصاب ص ۳۰۳)

یہ واقعہ سن کر دانتوں تلے انگلی دبالی (نہج الاحزان ص ۲۲۱)

رواٹھا (خلاصۃ المصاب صفحہ ۲۹۳، ۳۲۶)

اس کی عورت روتی ہوئی محل سے نکل آئی (خلاصۃ المصاب ص ۳۱۵)

یزید نے اپنی عورت کو کہا۔ فرزند رسول خدا اور بزرگ قریش پر

نوحہ زاری کر۔ (جلال العیون)

یزید نہ صرف جلوت میں بلکہ خلوت میں بھی روتا تھا۔

(خلاصۃ المصاب صفحہ ۳۹۳)

اس کی دختران روتی تھیں۔ (ایضاً ۳۹۲)

اہل بیت نے ماتم کی اجازت مانگی۔ یزید نے ایک مکان خالی کرا

دیا اور سات شبانہ روز ماتم رہا۔ (ایضاً ۲۹۲)

تبہا حال قافلہ جب دمشق پہنچا تو یہ دیکھ کر یزید رو پڑا۔ اس کے

ہاتھ میں ایک رومال تھا۔ جس سے آنسو پونچھتا جاتا تھا۔ اس نے

صوب کو اپنی زوجہ ہند بنت عامر کے پاس بھیج دیا۔ جب اہل بیت

محل میں پہنچے گریہ و زاری بلند ہوئی جس کی آواز باہر بھی سنائی

دیتی تھی۔ (صفحہ ۲۹۳)

امام حسینؑ کا سر سونے کے طشت میں رکھا اور کہا اے حسینؑ تم پر

خدا کی رحمت ہو۔ تمہارے سینے کی جگہ کیسی اچھی ہے (ایضاً ص ۲۰)

• حسین العابدین کی عزت کی اور اہل بیت کو اپنے گھر میں جگہ دی، اور صبح و شام امام زین العابدین کو اپنے دسترخوان پر بلاتا تھا (جلال العیون)

• یزید نے حکم دیا کہ اہل بیت کو خاص مکان میں اتارا جائے۔ اور ان کی ضرورت کی ہر چیز بہم پہنچائی جائے۔ جب تک زین العابدین دسترخوان پر نہ آتے تھے کھانا نہ کھاتا نہ آرام کرتا۔

(طراز مذہب منظر ص ۲۶۸)

• بروایت ملا السحاق اسفرائینی اور صاحب ناسخ التواریخ صاحب

مقتل امام اسفرائینی لکھتا ہے کہ یزید نے ایک مجمع عام میں تقریر کی

اور فرداً فرداً سب قاتلین حسین پر لعنت کی۔ (مقتل ص ۱۹۸)

• عبد اللہ بن جعفر طیار شوہر زینب یزید کو فداک انی دابی سے خطاب

کیا کرتے تھے۔ عبد اللہ کے ایک بیٹے کا نام معاویہ تھا۔ اس معاویہ

کا مدرح یزید میں ایک شعر ہے۔

اذا مرق الاخوان بالغیب و دھم۔ فید اخوالہ صفا یزید

(شیعوں کی مشہور کتاب الاعلام الزر کلی ص ۱۷۳)

• شمر جب حسینؑ کا سر لے کر دربار یزید میں پہنچا اور کہا۔

اللہ رکابی ففنتہ و ذہباً۔ قتلتم خیر الخلق اما دابا

میرے طشت کو سونے چاندی سے بھر دے۔ میں نے اسے قتل کیا

سے جو تمام جہاں میں ماں باپ کی طرف سے بہتر تھا۔ تو یزید

نے کہا خدا تیرے رکاب کو آگ سے بھرے۔ تیرے لئے خرابی ہو جب تو

جانتا تھا کہ حسین بہترین خلق میں تو پھر تو نے انہیں کیوں قتل کیا۔

(الاعلام الزرکلی صفحہ ۳۰۴)

میری طرف سے ہرگز تجھے انعام نہ ملے گا۔ (ناسخ التواریخ ۲۶۹)
دمشق سے روانگی کے وقت زمین العابدین کو کہا خدا ابن مرجانہ
کا برا کرے واللہ میں ہوتا تو حسین جو مانگتے میں دیتا (امیر نیرید کے
اس کردار سے حسین خوب واقف تھے۔ اسی لئے انہوں نے کربلا سے
دمشق جانے کے لئے بار بار کہا مگر شیعان علیؑ نے انہیں نہ جانے دیا۔)
اور ان سے اس بلا کو دفع کرتا۔ اگرچہ وہ میرے فرزندوں کی ہلاکت
کا موجب بنتا (یزید کے ان الفاظ سے بھی واضح ہوتا ہے۔ کہ قاتلین
حسینؑ شیعان علیؑ تھے۔ اگر امیر نیرید کی اپنی فوج حسین کی قاتل تھی
تو اس کے یہ کہنے کا کیا مطلب کہ اگرچہ وہ میرے فرزندوں کی ہلاکت
کا موجب بنتا) (خلاصۃ المصابی ص ۵۰۵)

ابن زیاد ملعون نے حسینؑ کے معاملہ میں جلدی کی میں ان کے قتل پر
ہرگز راضی نہ تھا۔ (اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ امیر نیرید کا حکم
پہنچنے سے پہلے ہی حسینؑ ہشید ہو چکے تھے۔ (جلال العیون ۵۲۷)
حسین کو اس نے (یعنی ابن زیاد) نے قتل کیا خدا اس کو عارت
کرے۔ (طراز مذہب مظفری صفحہ ۵۶)

خدا لعنت کرے ابن مرجانہ پر میں نے اسے آپ کے قتل کا حکم
نہیں دیا تھا۔ (اجتہاد طبرسی)

رخسخت کے وقت سیدہ ام کلثوم کو ایک تھیلی دیتے ہوئے کہا !
فد ہذا مال ما احباکم۔ اس قسم کی سینکڑوں تصریحات کتب شیعہ

سے پیش کی جاسکتی ہیں کہ امیر نیرید ہرگز ہرگز قاتل حسینؑ نہیں اور نہ اس
نے آپ کے قتل کا حکم دیا تھا۔ خود جلال العیون کا مصنف بھی دبی زبان
میں اس بات کا اعتراف کرتا ہے۔

جلال العیون کا مصنف یہ کتاب لکھتے وقت اس قسم کے لوگوں میں گھرا
ہوا معلوم ہوتا ہے جو کردار کے گھٹیا اخلاق کے دیدار الیہ انسانیت کے اقدار
سے ناواقف تہذیب و شعور سے بیگانہ اور ذلیل طبع لوگ تھے۔ اس
نے قریش کے خاندان کو بھی اسی قسم کا گھٹیا تصور کر کے تمام کتاب میں
اسی قسم کے بازاری لب و لہجہ کو اپنایا ہے۔ قبل از اسلام قریش میں لاکھوں
برائیاں اور عیب تھے مگر مہمان نوازی اور ایفائے عہد میں اپنی مثال
آپ تھے۔ اور اسلام نے ان کی تمام برائیوں کو حسنات میں بدل کر انہیں
زمانہ کا بے مثال انسان بنا دیا تھا۔ اس سلسلہ میں اموی تھے یا یاشی
طالبی تھے عباسی جس طرح شرف و مجد، خوداری و غیرت، شجاعت و جرات
میں اپنی مثال آپ تھے۔ اسی طرح بلند اخلاقی، برہنہ، عالی حوصلگی اور
خاندانی غیرت میں بھی بے مثال تھے۔ امیر نیرید کو آج شرابی، زانی،
شطنج باز، جوارمی جو کہہ لیجئے مگر جو لغو الزامات اس کے سر تھوپے جا
رہے ہیں۔ یہ محض مجلسی جیسے لوگوں کی چند دغانہ سے اڑائی ہوئی ایک
گپ کے سوا کچھ نہیں۔

یزید اور زین العابدینؑ

یزید زین العابدین سے کہتا ہے۔ اپنی حاجتیں مجھ سے بیان کرو۔ حضرت نے فرمایا میری تین حاجتیں ہیں۔

اول یہ کہ میرے پدر بزرگوار کا سر مجھے دیدو۔

دوسرے یہ کہ جو ہمارا مال و اسباب لوٹا ہے واپس کرادو۔

تیسرے یہ کہ اگر میرے قتل کا ارادہ ہے تو کسی کو تخریقات عصمت و

طہارت کے ہمراہ مدینہ پہنچا دو

(صفحہ ۲۵۰ جلد دوم)

اقوال

(علی زین العابدین) میدان کربلا میں سخت بیمار ہیں۔ حتیٰ کہ پہلو بھی نہیں بدل سکتے۔ مگر دوسرے روز ابن زیاد کے سامنے ایک لمبی چوڑی تقریر کرتے نظر آتے ہیں۔ ایک رات میں مجلسی نے نہ معلوم ان کو کون سا آب حیات پلا کر تندرست کر دیا تھا۔ زین العابدین کی بیماری کی داستان گھڑتے وقت داستان گو کی نظروں سے یہ بات پوشیدہ رہی کہ کل میں انہیں کو کونہ کے دربار میں خطبہ پڑھنے کے لئے کھڑا کرنے والا ہوں اب سیدنا حسین کے سر مبارک کا واقعہ دیکھئے وہ سردشت سے کہاں گیا کس نے دفن کیا۔ کہاں دفن ہوا۔ سربردگی کی داستان بھی فرضی داستان ہے تیسری بات اس سے بھی اہم ہے۔ امیر یزید زین العابدین کو گٹے ہوئے

مال کی بجائے اپنے پاس سے مال دیتے ہیں مگر وہ تمقاضا کرتے ہیں کہ میں اپنا مال ہی دیا جائے (صفحہ ۲۵۰)۔ مگر وہ اپنا مال ہی لینے پر مقرر ہیں۔ امیر یزید وہ تمام مال واپس دلا دیتے ہیں اور دو سو طلائی دینار بھی دیتے ہیں جو زین العابدین تقسیم کر دیتے ہیں۔ یہاں وہ بھانزدار علیہ سے یزید سے جو ملتا ہے اس کے لینے سے انکاری ہیں۔ مگر مکہ سے نکل کر سیدنا حسین قافلہ لوٹ کر جو مال حاصل کرتے ہیں اس کے متعلق کیا خیال ہے بات سیدھی اور صاف ہے کہ حسین خاندان کے بارہ تیرہ افراد امیر یزید کے پاس پہنچائے گئے۔ انہوں نے سب کی تعظیم و تکریم کی بلے حساب مال دیا اور باعزت طور پر مدینہ روانہ کر دیا۔

میں اس باب کو سیدنا علیؑ (زین العابدین) کے ان الفاظ پر ختم کرتا ہوں جو آپ نے امیر یزید کو مخاطب کر کے حج کے موقع پر کہے تھے

اِنَّ عَبْدَ مَكْرًا لَكَ

فَاِنْ نَشِئْتَ فَبِح

فروع کافی کتاب الرد منہ ص ۱۱

میں مجبوری میں تیرا غلام

ہوں تو چاہے تو مجھے غلامی میں

فروع کافی کتاب الرد منہ ص ۱۱

یہ بات کتب شیعہ سے ظاہر اور واضح ہے۔ کہ

امیر یزید نے نہ خط لکھ کر حسین کو کوفہ بلایا

نہ پیش قدمی کی

نہ قتل پر خوش ہوا

بلکہ رنجیدہ ہوا

قاتلین پر لعنت بھیجی

خود روایا

ماتم کی اجازت دی

اہل بیت حسینؑ کی حرمت کی۔

بڑی حفاظت سے بڑی عزت کے ساتھ مال دیکر رخصت کیا۔

تلك عشرة" کاملہ

مختار ثقی

میں چاہتا تھا کہ اس شاطر زمانہ مکار
دقت اور عیار عراق کا ذکر چھوڑ کر باقی مزمومہ آئمہ کا سرسری تذکرہ کر کے
اس داستان کو ختم کر دوں۔ مگر مختار کی چند باتوں نے عنان قلم کو آگے
بڑھنے سے روک دیا۔

ایک روایت سن لیجئے !
جب قیامت برپا ہوگی۔ جناب رسول خدا، جناب امیر، امام حسن
اور حسینؑ بل صراط سے گزریں گے۔ اس وقت ان کو تین مرتبہ جہنم میں
سے ایک شخص آواز دے گا (حساب و کتاب سے پہلے ہی مختار جہنم میں)
یا رسول اللہ میری فریاد کو پہنچے۔ آنحضرت جواب نہ دیں گے۔ پھر تین مرتبہ
کہے گا یا امیر المؤمنین میری فریاد کو پہنچے حضرت بھی جواب نہیں دیں گے
پھر تین مرتبہ کہے گا یا حسنؑ میری فریاد کو پہنچے حضرت بھی جواب نہ دیں گے پھر تین
مرتبہ آواز دے گا یا حسینؑ میری فریاد کو پہنچے کہ میں نے آپ کے دشمنوں
کو قتل کیا ہے۔ اس وقت جناب رسول خدا فرمائیں گے۔ اے حسینؑ اس نے
تم پر حجت تمام کی۔ اس کی فریاد کو پہنچو..... راوی نے پوچھا احضرت
وہ شخص کون ہے حضرت نے فرمایا وہ مختار ہے۔

(صفحہ ۲۹۱ جلد دوم)

اس روایت کے متعلق کچھ لکھنا محض بے سود ہے۔ مختار اتنا بدکار
ہے کہ نبی علی، حسن، سب اس سے متنفر ہیں۔ مگر حسینؑ اس کی شفاعت کرتے ہیں

دنیاۓ شیعیت کی یہ ایک مخصوص چالاکی ہے۔ کہ وہ ہر معاملہ میں حسینؑ
کو آگے لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور یہ کیا کھیل ہے کہ پورا خاندان
نبوت ایک فریاد رس کی بل صراط پر کھڑے ہو کر آہ و فغاں سنتا ہے۔ مگر
توجہ ہی نہیں دیتا۔ مختار خلافت بنو امیہ کا باغی تھا۔ جو صرف ایک سال زندہ رہا
مگر قتل ہوا تو سید عبد اللہ بن عمر کی سفارش سے رہا ہوا۔ دوبارہ قلعہ پیدا کیا۔
تو محب اہل بیت بن گیا۔ حالانکہ اسی مختار نے سیدنا حسینؑ کو گرفتار کر کے معاویہ کے
پاس بھیجے گا اپنے چچا کو مشورہ دیا تھا۔ اسی مختار نے عبد اللہ بن علی کو شہید
کیا تھا۔ یہ وہی مختار ہے جس نے زین العابدینؑ کو ایک لاکھ درہم بھیجے۔
مگر آپ قبول نہ کرنا چاہتے تھے اور ڈر کر قبول کر گئے۔ اور اس کے واصل
جہنم ہونے کے بعد خلیفہ عبد الملک بن مروان کو صورت حال سے مطلع کیا۔
نکتب الیہ عبد الملک یا ابن غم غم یا فقد طبتھا لک فقیلھا

(طبقات ابن سعد جلد ۵ صفحہ ۲۱۳)

زین العابدینؑ مختار پر لعنت بھیجا کرتے تھے۔ کہ خدا پر اور ہم پر بتیان
باندھتا ہے۔ اور دعویٰ کرتا ہے کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔

(صفحہ ۲۹۱ جلد دوم)

زین العابدینؑ نیت فاسد مختار سے واقف تھے۔ حضرت نے انہیں
مختار کی قبول نہ کی۔ پھر مختار محمد بن حنفیہ سے متوسل ہوا اور لوگوں کو ان کی
طرف دعوت دینے لگا۔ اسی نے انہیں ہمدی قرار دیا۔ اور مذہب کیساتھ
کو دراج دیا۔ (صفحہ ۲۹۱، ۲۹۲ جلد دوم)

محمد بن حنفیہ کی طرف ملاحظہ فرمائیے یہ بہت بڑا جھوٹا منسوب کیا ہے
محمد بن حنفیہ بہت بڑے عالم متبع سنت رسول اللہ اور بلند درجہ کے عابد و

انسان تھے۔ دراصل مختار نے زین العابدین سے مایوس ہو کر محمد بن حنیفہ کے ایک غلام کسان کو گھیر کر اس کی آڑ میں فرقہ کیسانیہ کی بنیاد رکھی ہے۔ مذہب کیسانیہ کے لوگ محمد بن حنیفہ کو اپنا اماں آخر جانتے ہیں۔
(صفحہ ۲۹۲ جلد ۲)

(اور خود سیدنا محمد بن علی کو اس بات کی خبر تک نہ ہونے دی)
آج اسی مختار کو یہ نام نہاد مہمانِ مزعومہ اہل بیت امیر مختار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

اونٹ رے اونٹ تیری کونسی کل سیدھی
سیدنا معاویہ، سیدنا حسن کی ہر شرط پوری کرتے ہیں۔ بے حساب مال دولت عطا کرتے ہیں۔ مگر دنیا سے رفض سے انہیں سوائے سب و شتم کے کچھ نہیں ملتا۔ ان کے مقابلہ میں مختار سیدنا حسن کو گرفتار کر کے مال و زر کے لالچ سے سیدنا معاویہ کے پاس بھیجنا چاہتا ہے۔ مگر وہ امیر مختار رضی اللہ عنہ ہے۔

سیدنا حسینؑ کو ان کے لانے اور بلانے والے قتل کرتے ہیں۔ مگر وہ مومنین صادق ہیں اور امیرِ نیرید آپ کے قتل پر افسوس کرتے ہیں۔ روتے ہیں، مال و زر عطا کرتے ہیں۔ علی زین العابدین کے بغیر دسترخوان پر نہیں بیٹھتے مگر انہیں ملعون کہا جاتا ہے۔ اور سب سے حیران کن بات یہ ہے کہ حدیث مغفور کی موجودگی میں جاہل سنی ملا بھی رفض کی ہمنوائی

مختار کے تفصیلی حالات جاننے کے لئے میری تالیف حقیقت مذہب شیعہ کا مطالعہ کیجئے۔

میں اس جرمِ عظیم کے برابر کے حصے دار ہیں۔ بلکہ دو ناٹھ آگے بڑھے ہوئے ہیں۔

امیرِ نیرید کے معاصرین میں سے تقریباً تین سو اجل صحابہ کرام کے نام تاریخوں میں موجود ہیں، ہزاروں تابعین جنکی جلالت شان پر تاریخ کے اوراق گواہ ہیں۔ اولہ پھر خود علی زین العابدین اور کربلا میں پرج جلنے والے دوسرے اصحاب اور نصف درجن سے زیادہ خانوادہ علی کی خواتین بلکہ سیدنا حسینؑ کے بھائی محمد بن حنیفہ اور ان کے علاوہ عبادہ بن سلام جیسے جلیل القدر اصحاب میں سے کوئی ایک بھی امیرِ نیرید کے خلات ایک لفظ نہیں کہتا۔ بلکہ امیرِ نیرید کی وفات سے بعد ایک صدی تک جس قدر کتب لکھی گئیں۔ کسی مؤلف نے امیرِ نیرید کے کردار پر نقطہ چینی نہیں کی سب سے پہلے یہ الہام ابی مخنف کو امیرِ نیرید کی وفات کے تقریباً ڈیڑھ سو سال بعد ہوا۔ اور ایرا غیر اسے لے اڑا۔ اور ان کی روحانی ضربت وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں رنگ بھرتی رہی اور آج اس کذب و بہتان کو ایک حقیقت کے طور پر بیان کیا جا رہا ہے۔ شیعوں کے ان مزعومہ آمد کے حالات اس سے قبل حقیقت مذہب شیعہ میں بالتفصیل بیان کر چکا ہوں۔ مگر چند ایک لطائف نے مجبور کیا۔ اور دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جو اصحاب حقیقت مذہب شیعہ جیسی ضخیم کتابوں کے مطالعہ کے لئے وقت نہیں نکال سکتے وہ اس مختصر کتاب کے ذریعے واقف ہو جائیں گے۔

امام چہارم علی (زین العابدین)

ولادت ۳۶ یا ۳۸ ہجری - زمانہ امامت ۳۵ سال

وفات ۹۵ یا ۹۶ ہجری (جلال الاعیون)

والد کا نام شہر بانو دختر یزدجرد بیان کرتے ہیں۔ جو بالکل غلط ہے۔
جلسی خود تسلیم کرتا ہے۔ کہ ایک کنیر نے زین العابدین کی پرورش کی۔
حضرت اس کو مادر کہتے تھے۔ جب امام حسین شہید ہوئے۔ امام زین العابدین
نے اس کا نکاح ایک شیعہ مومن سے کر دیا (ایک امام کی ماں اور دوسرے
امام کی بیوی وہ تو اہمات المؤمنین کے زمرہ میں آتی تھی۔ مگر امام نے اپنے
ایک شیعہ غلام کے حوالے کر دی۔)

عبدالملک بن مردان نے حکم دیا کہ زین العابدین کو طوق و زنجیر میں گرفتار
کر کے مقام شام میں لائیں۔ (صفحہ ۳۱۲ جلد دوم)
امیر المؤمنین عبدالملک بن مردان کو کیا پڑی تھی جو ایک بے ضرر گوشہ
نشین عبادت گزار اور خلافت موقتہ کے سچے ہمدرد سے ایسا ناروا سلوک
کرتے۔

۱۔ اور پھر زین العابدین کی سگی بھوپھی خدیجہ بنت علی عبدالملک کے نکاح
میں تھیں۔

(البدایہ ج ۹ صفحہ ۶۹ تاریخ الامت ج ۳ ص ۷۷)

بنو ہاشم اور بنو امیہ کے تعلقات ص ۱۰۳

۲۔ زینب بنت حسین یعنی آپ کی چچا زاد بھی اسی عبدالملک کے نکاح
میں تھی۔ (جمہرة الانساب ص ۱۰۰ مقام بنو امیہ صفحہ ۱۰۵)
۳۔ سیدہ بنت حسن یعنی عبدالملک کے بھائی مردان کے نکاح میں تھی۔
(جمہرة الانساب ص ۸۰-۱۰۰ بنو ہاشم اور بنو امیہ کے تعلقات
صفحہ ۱۰۵)

۴۔ حمادہ بنت حسن یعنی عبدالملک کے بیٹے اسماعیل کے نکاح میں تھی
(جمہرة الانساب صفحہ ۱۰۰ مقام بنو امیہ ج ۱ صفحہ ۱۰۵)
بنو ہاشم اور بنو امیہ کے تعلقات صفحہ ۱۰۵

۵۔ رملہ بنت علی عبدالملک کے بھائی معاویہ کے نکاح میں تھی۔
(جمہرة الانساب صفحہ ۸۰ مقام بنو امیہ ج ۱ صفحہ ۱۰۵)
بنو ہاشم اور بنو امیہ کے تعلقات صفحہ ۱۰۳

۶۔ نفیسہ بنت زید بن علی یعنی زین العابدین کی سگی بھتیجی عبدالملک کے
بیٹے ولید کے نکاح میں تھی۔ اس نکاح کے بارہ میں غدة المطالب کا
مصنف نے یوں بکواس فرما کر اپنا منہ کالا کیا ہے خرجت الی الولید یعنی
وہ ولید کے پاس بھاگ کر چلی گئی

لعنت لعنت لعنت کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے۔

ان علوی شہزادیوں کا اس کثیر تعداد میں اموی سادات کے گھروں
میں ہونا کچھ ایسا نقشہ پیش کرتا ہے۔ کہ شاہی عیلات میں تمام کی تمام علوی
شہزادیاں ہی تھیں۔ اور پھر یہی نہیں کہ اسی قدر علوی شہزادیاں اموی
شہزادوں کے گھروں میں مقیم رہیں کی فرست بہت طویل ہے۔ بلکہ اسی
طرح اموی شہزادیاں علوی شہزادوں کے ساتھ بیاہی گئیں تھیں۔ گو اموی

برسر اقتدار تھے۔ اور علوی ماسوائے چند ایک کے جنہوں نے وقتاً فوقتاً خرچ کئے۔ زایدانہ زمینگیاں گزارتے تھے۔ مگر ان کے درمیان باقاعدہ سلسلہ مناکحت اور معاشرت قائم تھا۔ اور علویوں کیلئے امویوں کے خزانوں کے منہ ہر وقت کھلے رہتے تھے۔ ان حالات میں ملا مجلس کی یہ اثر خانی چہ معنی دار کہ عبدالملک نے زین العابدین کو گرفتار کر کے دمشق منگوایا۔

سنئے مجلسی صاحب ! عبدالملک نے گرفتار کر کے انہیں دمشق نہیں منگوایا۔ بلکہ تمہارے شیعوں نے زین العابدین پر تمام زندگی عمر حیات تنگ کر رکھا تھا۔ زین العابدین کے امیر یزید کے ساتھ گھرے دوستانہ مراسم تھے جو یزید کے مرنے تک قائم رہے اور جن کی مثال تاریخ کے صفحات میں بمشکل نظر آتی ہے۔

واقعہ حرہ کی اطلاع امیر یزید کو سب سے پہلے زین العابدین نے پہنچائی کہ مدینہ میں بغاوت ہو گئی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ امیر یزید نے مسلم بن عقبہ کو لکھ دیا تھا کہ خبردار زین العابدین یا اس کے کنبہ والوں کو قطعاً کوئی آزار نہ پہنچے۔ مسلم بن عقبہ جب تک مدینہ میں رہے زین العابدین اپنی گوشہ نشینی قناعت اور زناہد کی وجہ سے ان کے پاس نہ گئے۔ مگر جب مسلم رخصت ہوئے گئے تو والد اعلیٰ ملاقات کے لئے گئے۔ مسلم نے اٹھ کر تعظیم کی۔ اپنے پاس مسند پر بٹھایا اور کہا امیر المومنین نے آپ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا تھا۔ یہ سن کر زین العابدین نے امیر کو دعائیں دیں۔ اور آپ کی زبان سے نکلا۔ صلی اللہ علیہ وسلم (طبقات جلد ۵ صفحہ ۲۱۵)

یہی نامی ایک آدمی نے محمد باقر سے واقعہ حرہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا اس واقعہ میں کوئی ناشی نہ گھر سے نکلا نہ ہمارا کوئی آدمی نقصان

ہوا۔ (طبقات ابن سعد جلد ۵ صفحہ ۲۱۵)

یہی روایت اس سے زیادہ صاف لفظوں میں الاصاصۃ و التسیاسۃ کے خانی شیعہ مصنف نے بھی بیان کی ہے۔ (جلد ۱ - صفحہ ۲۶۹)

اب سنئے

اپنے شیعوں کے کرکوت اپنے اماں چہارم کیساتھ

۱۔ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد ابو خالد، یحییٰ، جبیر، حرم امام حسینؑ کے بغیر سب مرتد ہو گئے۔ (جلاس المومنین مجلس پنجم صفحہ ۱۱۴)

۲۔ شیعوں کے حضرت امیر مختار کے نزدیک امام وقت محمد بن حنفیہ است نہ کہ علی بن حسینؑ (ایضاً)

۳۔ زین العابدین کو شیعوں نے حسینؑ کی طرح شہید کراتے کراتے گھیرا۔ مگر وہ ان کے قابو میں نہ آئے۔

اب آگے تذکرۃ الایمہ سے سنئے۔ سب مل کر زید کی خدمت میں گئے۔ اور اس قدر عاجزی کی کہ زید آمادہ خروج ہو گئے۔

(ایضاً صفحہ ۱۳۰۸)

زید ان کے چکر میں آکر خروج کر بیٹھے۔ مگر ان شیعوں نے جب ان کے سامنے صحابہ کرام کو گالیاں دینا شروع کیں اور زید نے منع کیا تو انہیں یکے دہنہا چھوڑ دیا۔ آپ نے اسی موقع پر (انفستونی فرمایا تھا۔ آگے جلاس المومنین کے مصنف کی زبان سے سنئے۔ انہیں جہت غبار ملال برحاشیہ خاطر زید نشست و از یونانی گویا

تعب نور۔ (مجالس الرومین مجلس ۸ صفحہ ۳۴۰) آخر زید
شہید ہو گئے۔

یہ ہے کیفیت امام چہارم کی امامت کی۔ مختار نے اپنے ساتھیوں
سمیت محمد بن حنفیہ کو اپنا امام بنالیا۔ جو باقی بچے انہوں نے زید کو امام
بنالیا۔ اب زین العابدین کی امامت کہاں گئی۔
الذین هل سعيهم في الحياة الدنيا وهم يحسبون
انهم كانوا يحسنون صنعاً۔

امام پنجم

نام محمد باقر۔ کنیت ابو جعفر۔ پیدائش ۵۷ ہجری
مدت امامت ۱۹ سال وفات ۱۱۴ ۱۱۶ ۱۱۷ ہجری
واقعہ کربلا کے وقت چار سال کے تھے۔

ہشام نے دمشق میں بلایا۔ ارادہ قتل کیا۔ پھر ہشام اٹھ کر بغداد
ہوا۔ اور اپنی دامن طرٹ بٹھایا۔ اور کہنے لگا زبیر ہے کہ قبیلہ قریش
ہمیشہ عرب و عجم پر فخر کریں۔ (صفحہ ۳۲۸ ج ۳)
قطب راوندی نے بسند معتبر روایت کی ہے۔ کہ زید بن حسن
نے میرے پدر بزرگوار سے اوقات حضرت رسول میں فی ظہر کیا۔ زید
کہتے ہیں حضرت حسن چونکہ اولاد اکبر ہیں۔ اس لئے ان کا فرزند اول
تر فرزند حسین سے ہے۔

ایک روایت زید میرے چچا کو قاضی کے پاس لے گئے۔ اٹھائے حضرت
میں میرے چچا کو کہا اسے فرزند کثیر مندی! میرے چچا نے کہا۔ ایسی حضرت
پر تفت ہو۔ جس میں اسم مادران لیا جائے۔ اب جب تک زندہ ہوں۔ تجھ سے
کلام نہ کروں گا۔

(الریح صفحہ ۲۷۸ جلد دوم)

پس بحکم عبدالملک لعین نے زین کو گھوڑے پر باندھا۔ اور حضرت حوا
ہوئے اس زین کے اندر زہر رکھا تھا۔ اس زہر نے جسم مبارک میں نفوذ
کیا۔۔۔ جسم پر ورم آگیا اور تیسرے روز مر گئے۔

(صفحہ ۳۳۱ جلد دوم)

دیگر علماء نے لکھا ہے۔ شہادت آنحضرت بحکم ابراہیم بن ولید خارج
واقع ہوئی تھی۔ اور بعضوں نے ہشام بن عبدالملک لکھا ہے۔
ملا جیسی کیا اٹکل بچوٹا نکے جا رہا ہے۔ اس کی تاریخ دانی کی حالت
اس سے ہی ملاحظہ کیجئے۔ محمد باقر کی تاریخ وفات ۱۱۴ یا ۱۱۵ یا ۱۱۶
لکھتا ہے۔ مگر اسے اتنی معمولی سی بات بھی معلوم نہیں کہ ۱۱۴ یا ۱۱۵ میں کونسا
خلیفہ ممکن تحت خلافت تھا۔ یہ تو تاریخ کے مقتدیوں سے بھی پوشیدہ نہیں
اور پھر خبریں دیتا ہے لوح و سلم اور عرش و کرسی کی پھر کبھی لکھتا ہے کہ
محمد باقر عبدالملک کی دشمنی سے ہلاک ہوئے۔ پھر ابراہیم بن ولید بن عبدالملک
یعنی پوستے تک جا پہنچا ہے۔ پھر ہشام پر حملہ آور ہو رہا ہے۔ اسے میاں
تھمید تو خلفائے اموی کے نام بھی معلوم نہیں۔ اور اموی خلفاء تو درکنار
تہیں اپنے علویوں کے نام اور دشمنی بھی معلوم نہیں۔ عبدالملک پہلے
محمد باقر کو قتل کرنے کے لئے مدینہ سے دمشق بلاتا ہے۔ مگر جب قتل کرنے کا

ارادہ کرتا ہے تو ذکرِ اہل بیت اپنے مسند پر اپنے ساتھ بٹھا لیتا ہے۔
 مسند پر بٹھانے کی بات سے ہمیں بھی انکار نہیں۔ چونکہ محمد باقر کی دس بارہ
 خلافتیں اور چوبیس سال اسی حرمِ خلافت کی زینت تھیں۔ دو علوی شہزادیاں
 خود عبدالملک کے نکاح میں تھیں۔ محمد باقر عبدالملک کے عزیز تھے۔ ہم نسب تھے
 یک جہدی تھے۔ رہا ڈوسہ کا معاملہ تو جس عبدالملک کے نام سے روئے زمین
 کے جاہل و قاہر سلاطین اپنے اپنے مصلحت میں کانپ کانپ اٹھتے تھے۔ اس
 عبدالملک کے لئے ایک ذابہ قسم کے گوشہ نشین کا قتل کرنا کون سا اہم
 مسئلہ تھا۔ کسی معمول تو کر کر اشارہ آہرہ کا کافی تھا۔

محمد باقر اور ان کے شیعوں

اب اپنے اس پانچویں مروجہ امام کے متعلق اپنے گھر سے ہی اپنے
 شیعوں کے کمر توڑ بھی دیکھ لو۔
 آپ کوئی شیعوں کی بے وفائی کی وجہ سے اپنے بھائی زید کا شہید ہونا
 دیکھ چکے تھے۔ مقبول مجلس چونکہ مبنیہ اہلبیت کو شیعوں دنیا سے نیست و نابود
 کرنے کا ارادہ کر چکے تھے۔ اس لئے انہوں نے امام باقر کو بھی حکومت
 کے خلاف غروج کرنے کی ترغیب دی۔ چنانچہ عبداللہ بن عطار نے کہا۔
 کو فرمیں آپ کے بہت شیعہ ہیں اور اس وقت آپ کا کوئی نظیر نہیں
 (کافی شرح اصول کافی کتاب الحجہ صفحہ ۱۱۱)
 مگر آپ نے جواب میں فرمایا۔ ابن عطار تراسے بیہم کہ احمقان گوش

مید ہی بخدا سوگند یا دمیکنم من صاحب شمانیستم۔

(بہار الانوار صفحہ ۱۹ جلد ۱۳)

یعنی ابن عطار میں دیکھتا ہوں کہ تو احمقوں کی باتوں پر کالی دھرتا
 ہے۔ خدا کی قسم میں تم لوگوں کا صاحب نہیں ہوں۔ (یعنی اداست سے
 ہی دست بردار ہو گئے۔)

ذابہ ادہ بن امین سے اصول اربعہ شیعہ میں پیشتر حدیثیں مروی ہیں
 یہ صاحب بھی امام باقر کے اصحاب میں تھے۔ ایک دن اپنے امام کے متعلق
 گل افشانی فرماتے ہیں۔

شیخ لا علم له بالخصوص (اصول کافی)

یہ بڑھا خصم کے ساتھ بات کرنے کا علم ہی نہیں رکھتا۔ خلیل قرظی
 نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔
 میں پیر بے دماغ شدہ نمیداندر و مش گفتگو باخصم

اقوال

آپ کے یہ ہیں امام پنجم اور آپ کے شیعوں کا یہ ہے ان سے
 سلوک۔ اس پر سوائے اس کے کیا کہا جاسکتا ہے۔
 فی طخیانہم یعمہون :

امام ششم

نام جعفر کنیت ابو عبد اللہ

سن پیدائش - ۸۰ / ۸۳ / ۸۶

سن وفات - ۱۲۸ ہجری

امام زین العابدین سے پوچھا گیا کہ بعد آپ کے کون امام ہے حضرت نے فرمایا محمد باقر کہ وہ علم کو تشنگانہ کرنے والا ہے۔ پھر سوال کیا ان کے بعد کون امام ہے آپ نے فرمایا جعفر کہ ان کا نام آسمانوں کے باشندوں (آسمان کے باشندوں کی خوب کہی) میں صادق ہے۔ پوچھا ان کو خاص صادق کیوں کہتے ہیں۔ حالانکہ سب امام صادق ہیں۔ اور سچے ہیں حضرت نے فرمایا میرے پدر بزرگوار نے اپنے پدر ندادار سے اور انہوں نے اپنے جدِ عالی جناب رسول خدا سے روایت کی ہے۔ کہ آں حضرت نے فرمایا جب میرا فرزند جعفر بن محمد بن علی بن حسین متولد ہو اس کا نام صادق رکھنا اس لئے کہ اس کے پانچویں فرزند کا نام جعفر ہوگا اور دعوئے امامت دروغ کو کہ خدا پر افترا کرے گا۔ اور خدا کے نزدیک جعفر کذاب ہے۔

(صفحہ ۸۴ جلد دوم)

آنحضرت نے پانچ شخصوں کو وصی کیا۔ خلیفہ۔ محمد بن سلیمان حاکم مدینہ۔ عبد اللہ، موسیٰ اور حمیدہ مادر موسیٰ کاظم کو (صفحہ ۸۵ جلد دوم)

تین کو وصی کیا

عبد اللہ افطح - موسیٰ کاظم - منصور دوانقی یعنی عباسی خلیفہ (صفحہ ۸۵ جلد دوم)

قطع نظر طویل گفتگو کے صرف اسی پر غور کر لیجئے کہ ایک جعفر پیدا ہی نہیں ہوا وہ کذاب بنا دیا گیا اور پہلے جعفر کو اس سے متشخص کرنے کے لئے صادق بنا دیا۔ یہاں خدا کو خوب ہدایہ ہوا۔ اور امام زماں ایسا جو اس باختہ ہے۔ کہ کبھی ایک کو دھبی بتاتا ہے کبھی پانچ کو اور کبھی تین کو جن میں سے ایک وہ ہے جو بارہا اس کے قتل کا ارادہ کر چکا ہے۔ اور امام اپنی امامت کے بل پر اس سے بچ جاتا رہا۔

یہاں ایک اور غلط فہمی کا ازالہ نہایت ضروری ہے۔ جو کسی چاندو خانے کی گپ ہے۔ کہ امام ابو حنیفہ امام جعفر (صادق) کے شاگرد تھے اس سے بڑا جھوٹا تاریخ میں آج تک نظر سے نہیں گزرا۔ امام ابو حنیفہ اور امام جعفر دونوں ہم عصر تھے۔ امام ابو حنیفہ اور امام جعفر ایام حج میں یا مدینہ میں ضرور ایک دوسرے سے ملاقات کرتے رہے ہوں گے۔ مگر علم و فضل میں جو مقام امام ابو حنیفہ کا ہمارے سامنے ہے۔ امام جعفر میں اس کا عشر عشر بھی نظر نہیں آتا۔ پھر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے محمد الاقط المعروف نفس زکیہ کے خرورج میں اس کی مدد کی تھی۔ یہ پہلے جھوٹ سے بھی بڑا جھوٹ ہے۔ امام ابو حنیفہ ایک علمی آدمی تھے۔ اور وہ خوب جانتے تھے کہ صاحب امر اگر چہ فاسق و فاجر بھی ہو اس کی اطاعت واجب ہے

پھر وہ کیسے ایک سر چھرنے باغی کی معارفت پر آمادہ ہو سکتے تھے۔
 سیدنا جعفر کے حالات ۳۳۴ سے ۳۴۶ صفحات تک پھیلے ہوئے
 ہیں۔ جن کا لب لباب اس قسم کا ہے کہ آپ کو فلاں خلیفہ نے قتل کرنے
 کے لئے بلایا۔ جب آپ اس کے دربار میں پہنچے تو وہ تخت سے اٹھ کر ننگے
 پاؤں آپ کے استقبال کے لئے دوڑتا ہوا آپ کے سامنے پہنچا۔ ہاتھ
 جوئے۔ ہاتھ چوما۔ ادب سے ہمراہ لیا۔ اور لاکر اپنے تخت پر بیٹھایا
 وغیرہ وغیرہ۔

تقریباً تمام مزمومہ آیہ کو اسی قسم کے واقعات پیش آئے۔
 ملا مجلسی کے ان الفاظ میں جہلا کے لئے کوئی بات جاذبِ قلب و نگاہ
 ہو تو مضائقہ نہیں۔ مگر علم و فضل کے حاملین کے سامنے یہ پادر ہوا
 بایں ملا نصر الدین کے لطائف سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتیں۔
 لیجئے ہم مان لیتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا۔ مگر اپنے ان شیعوں کے لئے
 آپ کے معجزے اور کرامتیں کہاں چلی گئیں۔ جنہوں نے آپ کو زندگی
 کا ایک لمحہ بھی آرام کا نہ گزارنے دیا۔

شیعوں کا اپنے امام سے سلوک

ابو مسلمہ شیعہ نے جب بنو عباس حصولِ خلافت کے لئے کوشش
 کر رہے تھے۔ حضرت جعفر کو لکھا کہ آپ کے حقوق کے بازیافت
 کا یہی موقع ہے۔ مگر ادھر خط لکھا ادھر بنی عباس کی خلافت
 کو تسلیم کر لیا۔ حضرت جعفر نے اس کا خط نذر آتش کر دیا۔
 شیعوں کے اصدق الصادقین زرارہ نے زیاد بن ہلال سے کہا۔
 بہ تحقیق جعفر نے مجھے استطاعت کا فتویٰ دیا۔ اور خود خبر نہیں۔
 تمہارے اس امام کو لوگوں کا کلام سمجھنے کی بصیرت نہیں۔
 (رجال کشی)

یہی اصدق الصادقین فرماتے ہیں۔ رحمہ اللہ! اباجعفر و
 اباجعفر فان فی قلبی علیہ لعنتہ اللہ
 اللہ باقر پر رحم کرے۔ مگر جعفر پر تو میرے دل میں لعنت ہے
 (شاباش شیعیان علیہا)

ابو بصیر ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں گیا۔ مگر اندر داخل ہونے
 کی اجازت نہ ملی۔ تو کہنے لگا کہ میرے ساتھ طبق ہوتا تو ضرور
 اجازت مل جاتی۔ اس پر ایک کتا آیا اور ابو بصیر کے منہ میں
 موت گیا۔ (تنفیح رجال کشی صفحہ ۱۴۷)

تفہیل کے لئے دیکھیے سیرۃ ابو حنیفہ، مصنفہ پروفیسر
 سید علی احمد عباسی۔

یہ ابو بصیر مہر ہے جو روایت " وجود رسول و آل رسول قبل خلق " کا راوی ہے۔ (صفحہ ۲۲ جلد ۲) اور جلال العیون میں صفحہ ۸۸ جلد دوم پر اس کی ایک روایت ہے۔ اس کے علاوہ متعدد روایات اس کی طرف منسوب ہیں۔
 وزارہ کے مجاہدوں کا ایک وفد آپ کے سامنے ذکر ہوا۔ تو آپ نے فرمایا۔

واللہ ما یرید بنو عین الا ان یکون لہا علی (رجال کشی) خدا کی قسم عین کے بیٹے بس مجھ کو مغلوب کرنا اور وہاں چاہتے ہیں۔
 ایک مرتبہ آپ نے زیاد بن ہلال سے کہا۔

یسر حکذا سانعی ولا حکذا قلت کذب علی کذب واللہ علی لعن اللہ فرارہ (رجال کشی) وزارہ نے نہ اس طرح مجھ سے پوچھا نہ میں نے ایسا جواب دیا۔ اس نے مجھ پر جھوٹ باندھا۔ خدا کی قسم اس نے مجھ پر جھوٹ جوڑا۔ اللہ زندہ رہے۔

اسی طرح ابوابی ردو، کثیر النوا، سالم بن ابی حفصہ آپ کے مخصوص اصحاب ہیں۔ مگر نامعلوم ان اصحاب نے اپنے امام کو کیا ایذا پہنچائی کہ امام صاحب کو ان کی تعریف ان الفاظ میں کرنا پڑی۔

کثیر النوا و سالم بن ابی حفصہ و ابوابی ردو کذابون کذابون کفا علیہم لعنہ اللہ (رجال کشی)

کثیر النوا، سالم اور ابوابی ردو کذاب ہیں۔ کذب ہیں۔ کافر ہیں ان پر خدا کی لعنت۔

امام جعفر کی شیعوں سے یہ بنیادی اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ ان لوگوں نے اپنی فطرت کسی حال میں بھی نہ بدلی۔ اور پھر ان کی دشمنیاں اپنے آئمہ سے قرینی ہی نہ تھیں بلکہ علی بھی تھیں۔

خلیفہ منصور عباسی جلال العیون کے مصنف کی زبان میں دو انقی ہے کافر ہے، منافق ہے، غاصب ہے۔ اور فاسق ہے۔ مگر بقول شوستری شیعہ تھا۔ شوستری کہتا ہے۔ منصور درمقامیکہ او را زوال ملک نمود اظهار تشیع قولاً و فعلاً نمود۔ (رجال المومنین)

اس کا حاجب ربیع بھی شیعہ تھا۔ شوستری اپنے امام کی زبان سے اس کے حق میں کہتا ہے۔ اسے ربیع میدانم کہ تو میل بجانب مادی (رجال المومنین)

منصور اسی ربیع اور اس کے بیٹے محمد کے ذریعے (محمد بھی شیعہ تھا شوستری) ستر سالہ ضعیف کمزور و ناتوان امام کو ننگے پاؤں اور ننگے سر گرفتار کر کے دربار میں طلب کرتا ہے۔ (جلال العیون) میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

منصور کو مجلسی ملعون کہتا ہے اور شوستری شیعہ بیان کرتا ہے۔ معلوم نہیں یہ لوگ کس خمیر سے اٹھائے گئے ہیں۔ کہ آج تک یہ کسی معمولی سی بات سے لیکر بڑی سے بڑی بات پر بھی متفق نہیں ہو سکے فرین الکفرین صا کافر یحملون

امام مہتمم

نام موسیٰ (کاظم) پیدائش ۱۲۹/۱۳۸

دت امامت ۳۵ سال - وفات ۱۸۶۱/۱۸۳۱/۱۸۱ ہجری
ام ولد یعنی لونڈی کے بطن سے تھے - والدہ کا نام حمیدہ خاتون تھا - اس نکاح
کا رادی بھی دہی ابو بھیر سے جس کے منہ میں کتے نے موتا تھا - موسیٰ کی ولادت
کا دقت قریب آیا تو حمیدہ نے پیغام بھیجا - آپ خیمہ میں گئے - اور واپس آ
کر اپنے اصحاب سے فرمایا کہ جب وہ مولود زمین پر آیا - اپنے ہاتھوں کو
زمین پر رکھ کر اپنا سر آسمان کی طرف بلند کر کے کہا -

میں نے فرمایا جس شب میرے جد بزرگوار کا لطف منتقد ہوا ایک فرشتہ
نے انہیں شربت خاص پلایا تھا اور کہا تھا اب مقاربت کیجئے - پس میرے
جد بزرگوار کا لطف اس شربت سے منتقد ہوا - علیٰ ہذا القیاس تمام آئینہ
اسی طرح پیدا ہوئے - میرے پاس بھی ایک فرشتہ شربت لایا تھا - میں
نے پی کر حمیدہ سے مقاربت کی تھی - اسی وقت اس مولود کا لطف شکم حمیدہ
میں منتقد ہوا - (صفحہ ۳۵۷ تا ۳۵۹ تلخیص)

اگر ایسے لطائف سے لطف اندوز ہونا مطلوب ہو تو اصل
کتاب کی طرف رجوع کیجئے -

مہتمم کی چچا کی خلافت شہکایت

محمد بن اسماعیل آپ کے برادر زادہ نے بغداد کا قصد کیا - آپ نے
اسے تین سو طلائی دینار اور چار ہزار درہم عنایت فرما کر کہا - میرے خون
میں شریک نہ ہونا مگر اس نے ماروں کے دربار میں پہنچ کر چند امور
اپنے چچا کی نسبت بیان کیے - ماروں نے اسے دس ہزار درہم دیے -
اس جرم میں آپ کو مجوس کر دیا گیا -

(صفحہ ۳۵۳، ۳۵۴ جلد دوم سے تلخیص)

موسیٰ کو دربار میں بلایا آپ کی دائرہ پر عطر ملا - دولت نور عطا کئے -
حضرت نے فرمایا اگر غریبائے فرہ نذاں ابوطالب کا تزویج کرنا جس سے
ان کی قطع نسل قیامت تک نہ ہو مجھے منظور نہ ہوتا - یہ تحقیق یہ مال قبول
نہ کرتا (صفحہ ۳۵۵ ج - ۲)

اپنے دشمنوں اور قاتلوں سے کیا کیا جیلے کر کے مال لیا جا رہا ہے اور
یہ بھی کہا جا رہا ہے - کہ میرے جد جناب رسول خدا سے مجھے ردا یت پہنچی
ہے کہ اطاعت بادشاہ جابر ترقیہ کے لئے واجب ہے -

(صفحہ ۳۵۶ جلد دوم)

(پھر حسین نے ترقیہ کیوں نہ کیا اور نوحے دین تقیہ نہ کر کے کھودیا)
خلیفہ مظاہر قتل نہ کر سکتا تھا - اس لئے نہ ہر دار رطب کھلائے گئے

(۳۶۱ جلد ۲) موسیٰ (کاظم) کے حالات ۲۵۷ سے ۲۶۷ صفحہ
تک پھیلے ہوئے ہیں - اور سوائے اس لفظی تکرار کے کچھ نہیں کہ خلیفہ نے

قتل کرنے کے لئے بلایا مگر انعام دے کر رخصت کیا۔ کئی ملکوں سے لوگ
امام کے قتل کرنے کو بلائے مگر امام بچ جاتے رہے۔
یہ داستان مرانی تو ہوئی دشمنوں کے سلوک اور کردار کے متعلق،
مگر اپنوں کے متعلق نچے سے سن لیجئے۔ اور اس بات کو ذہن سے
فراہموش نہ کیجئے۔ کہ مصنف جلال العیون جیسے حواس باختہ لوگوں کی
تمام باتیں بے سند اور بے ربط ہیں اور امام نے کسی جگہ خلفائے وقت
کے خلاف کوئی لفظ نہ بان سے نہیں نکالا۔ اور خلفائے وقت نے اس
بات کے باوجود کہ ان کے سگے بھتیجے نے خلیفہ کے حضور شکایت کی۔ انہیں
معاف کر دیا۔ مگر اپنے شیعوں کے متعلق آپ نے جو کچھ فرمایا اس سے
چٹکارا شیعوں کے بس کا روگ نہیں۔

ان الله غضب على الشيعة
فخسرن في نفسهم
فوالله وقيل لهم
بنفسهم (اصول کافی ۱۵۹)
یعنی

اور میرے شیعوں کو غضب
تجمل الادا متفتا ولو
امتختتم ما وجد لهم
الاصوات دین !
(فروع کافی ۱۰۷ رد منہ)

*

مذہب معلوم خاتم المفسرین رئیس احمد شین حضرت علامہ ملا محمد باقر
مجلسی صاحب کی تفسیر رانی اور رئیس المحدثی کی آنکھوں سے اصول کافی
کی قسم کی کتابیں کیوں پوشیدہ رہیں۔ معلوم ہوتا ہے اس شخص نے
کتاب لکھنے سے پہلے ہی دل میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ جس قدر بد زبان
بد کلامی و شام دہی اور بہتان تراشی میں فرقہ مخالف کے خلاف چاہے
اور چالاک کر دوں گا۔ اپنا فرقہ کے لوگوں کا نامہ اعمال پوشیدہ رہے گا
اس کو کیا معلوم تھا کہ کسی وقت ایسے لوگ بھی پیدا ہو جائیں گے۔
جو شیعیّت کے کونے کھردوں تک سے ان کی اسلام دشمنی کا رد و انکار
کو منظر عام پر لا کر رکھ دیں گے۔ پھر بھاگتے بنے گی نہ چھپتے۔
بل بذا لہم ما کا فوا یخفون من قبل

امام ششم

نام - موسیٰ رضا - تکلم یا نجمہ لونڈی کے بطن سے پیدا ہوئے۔

خاتم المفسرین صاحب نے آپ کے حالات بیس صفحات میں پھیلائے ہیں۔ یعنی ۳۶۸ سے ۳۸۸ تک جن کا لب لباب یہ ہے کہ مامون نے آپ کو بلا کر اپنا داماد بنایا اور آخر زہر آلود انگور کھلا کر شہید کر دیا۔ ان صفحات میں مامون کا نام جہاں بھی لکھا ہے اس کے ساتھ لعین ضرور لکھا ہے۔

یہ صحن مجلس کے متعلق ہی نہیں بلکہ تمام شیعہ مفسرین، محدثین اور مورخین کے متعلق علی رؤس الاشباد یہ کہنے میں آپ نے آپ کو حق بجانب پاتے میں ذرا سی ہچکچاہٹ بھی محسوس نہیں کرتا۔ کہ ان لوگوں کے سامنے دوست و دشمن، اپنے اور بیگانے، اچھے اور برے ایماندار اور منافق کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ ایک اٹھتا ہے وہ اسی سانس میں علی کو رب الارباب کہتا ہے اور دوسرے سانس میں جو برے سے بڑا لفظ اس کے علم میں ہے آپ پر چپاں کرنے میں، ذرا بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتا۔ حسن، حسین، محمد باقر، جعفر موسیٰ کاظم، سب سے ان کا تعلق اسی قسم کا دور تھا رہا۔ تو لا تو انہوں نے دشنام طرازی کے ساتھ ہمدردی اور مدح و تعریف کا وظیفہ بھی جاری رکھا مگر جہاں عمل کا وقت نہیں آج کسی تاریخ میں ایک سطر بھی نہیں

کہ انہوں نے اپنے آئینہ سے عملاً کوئی ہمدردی کی ہو۔
اب سینے! مامون کون تھا۔ تمام تاریخیں اس بات کی شاہد اور گواہ ہیں کہ مامون عقیدۂ معتزلی تھا۔ خلق قرآن کے مسلک میں اس نے بڑے بڑے زعمائے وقت اور آئینہ عظام کو کوڑے لگوانے اور جیل میں ڈالنے سے بھی گریز نہ کیا۔ اس کا دربار علما و فضلاء سے بھرا رہتا تھا۔ وہ اس وقت تمام دنیا کا واحد حکمران تھا۔ جس کے حضور میں قیصر روم کے سفراء بھی پہنچ کر بھی اپنے حواس کھو بیٹھتے تھے بظاہر اس کے دربار میں اظہار خیال کی آزادی تھی۔ مگر وہ اپنے قائد کے مخالفین کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ موسیٰ رضا ایک زاہد، مسکین طبع، حکومت کا وظیفہ خواہ اور پر امن گوشہ نشین فقیر منش آدمی تھا۔ مومے جیسے ایک گوشہ نشین سے مامون کو کیا خطرہ تھا کہ وہ اسے قتل کرنے کے لئے پہلے اپنی لڑکی کا اس سے عقد کر دیتا ہے۔ پھر اسے چودہ دن کی طرح زہر آلود انگور کھلا کر مار ڈالتا ہے۔ یہ گیسپ احمقوں کی دنیا کے رئیس الحماق ہی تراش سکتے ہیں۔ اور ان پر یقین کرنے والے ان جیسے ہی احمق ہو سکتے ہیں۔ ورنہ صاحب ادراک تو ایسی لایعنی باتوں کو سننے کے لئے بھی تیار نہیں۔ اور ان گہوں کے خالق۔

یحمون اور اہم علی ظہور ہم الاسار مایز دن

ملا باقر جلا العیون میں مامون کو ملعون ملعون کہتے ہوئے تھکتا تھا نہیں۔ مگر اس ملا کے علاوہ اس حما میں اور بھی چند موجود ہیں

اور وہ سب ملا صاحب کے ملعون ماموں کے مداحی میں رطب اللسان ہیں۔ اسی بات پر اگر شیعہ لوگ چند لمحات کے لئے غور فکر کریں۔ تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ ماموں کی اصل پوزیشن کیا تھی۔ ملا اسے کیا کہہ رہا ہے اور دوسرے شیعہ زعماء اسے کیا کہہ رہے ہیں۔

کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا۔ بھان مٹی تے کنبہ جوڑا ملا شوستری اپنی شہرہ آفاق تالیف مجالس المؤمنین میں بحوالہ احتجاج طبرسی بذیل عنوان ذکر ملوک نادار و سلاطین کا معاذرہ فرقتہ تاجیہ ادلی البصائر والا بشار لکھتا ہے۔

ایک روز ماموں نے اپنے اصحاب سے کہا جانتے ہو میں نے مذہب شیعہ کس سے سیکھا۔ لوگوں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا میں نے مذہب شیعہ اپنے والد مارون سے سیکھا۔ لوگوں نے کہا۔ کیونکہ وہ تو اہلبیت کو قتل کرتا تھا۔ ماموں نے کہا ان کو صرف ملک کے لئے قتل کرتا تھا۔ کیونکہ اس میں غیر کی شرکت نہیں۔

پھر ہی مجلس کتاب عثمان الاخبار الرضا دکتا النظرائف کے حوالہ سے رقمطراز ہے کہ ماموں نے چالیس مخالف اہل علم کو اس بحث کے لئے کہ خلیفہ برحق بعد پیغمبر کون تھا۔ جمع کیا اور ان سے مناظرہ کر کے ثابت کیا کہ حضرت علی پیغمبر کے دینی اور خلیفہ برحق ہیں۔ دوسرے لوگ غاصب ہیں۔ اور اس کے زمانہ میں جن دانس کے امام برحق اور خلیفہ مطلق علی بن موسیٰ الرضا ہیں۔ ماموں کا حاجب صلیح دینی بھی شیعہ تھا۔ جس نے تیس آدمی ہمراہ لے کر سوتے میں امام کو قتل کر دیا۔ ان

الاصغرین

مگر صبح کو معلوم ہوا کہ امام زندہ ہیں (جلال العیون صفحہ ۳۷۷ جلد دوم)

امام نہم

نام محمد لقب تقی ولادت ۱۹۵ ہجری

وفات ۲۲۰ ہجری مدت امامت ۱۸ سال

آپ بھی ماشاء اللہ سبیکہ نامی ایک لونڈی کے مہلن سے پیدا ہوئے۔ بعض شیعوں نے بسبب صغریٰ کے آپ کی امامت سے انکار کیا۔

(جلال العیون صفحہ ۳۹۰ جلد دوم)

ایک روز آپ کھیل رہے تھے۔ کہ ماموں اس راستے سے گزرا سب لڑکے بھاگ گئے آپ کھڑے رہے ماموں نے پوچھا تم نہیں بھاگے حضرت نے جواب دیا یہ گمان نہیں کہ تم کس کو بے حرم عقوبت کر دو۔ پس حضرت کو بلا کرام الفضل اپنی دختر کا آپ سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا۔ بنو عباس معتز بن ہوشے مگر ماموں نے کوئی پرداہ نہ کی پس ماموں ملعون نے اسی مجلس میں اپنی دختر ام الفضل کا تزویج آنحضرت سے کر دیا۔ اور بہت سا مال دیا۔ ام الفضل ملعونہ اس وجہ سے حضرت کی طرف متوجہ نہ ہوتی تھی کہ حضرت اور عورات کی طرف متوجہ ہوتے تھے (یاد رہے کہ حضرت کی عمر اس وقت صرف گیارہ سال تھی۔ شاید ان حضرت صاحب کی سنت پر واجد علی شاہ لکھنوی عمل کرتا رہا) وہ باپ سے شکایت کرتی تھی۔ کہ حضرت والدہ علی نقی کی طرف زیادہ توجہ کرتے ہیں۔ ۵۲۱۸ میں ماموں بعذاب الہی داخل جہنم ہوا۔ اس کے بعد معتز خلیفہ بنا اس نے حضرت کو بخداد طلب کیا۔ حضرت نے بوقت

ردانگی علی نقی کو اپنا وصی مقرر کیا۔ ۲۲۰ھ کو آپ بغداد پہنچے۔ اور زہر سے شہید کئے گئے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ دائق باللہ نے آپ کو شہید کیا ام الفضل بھیک مانگتی ہوئی مر گئی۔

حضرت بغداد پہنچے تو خلیفہ نے شربت حاض بھیجا جس میں زہر تھا پی کر شہید ہوئے۔ ایک چور کو خلیفہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ بعض نے کہا اس کا ہاتھ گٹے سے کاٹنا چاہیے۔ بعض نے کہنی کے قریب سے کہا۔ حضرت نے فرمایا صرف چار انگلیاں کاٹ دو۔ اس پر ہنگامہ ہو گیا کہ انگلیاں کاٹنے کا حکم دینے والا کون ہے۔ آخر خلیفہ کے ایک وزیر نے خلیفہ کے ایما سے آپ کو کھانے میں زہر دے کر مار ڈالا۔

ملا بے چارے کو یہ بھی معلوم نہیں کہ شربت میں زہر تھا۔ یا ام الفضل نے زہر دیا یا وزیر کے گھر زہر دیا گیا۔ اس بات پر ہی دیگر باتوں کا اندازہ لگائیے۔ اور پھر اسے یہ بھی معلوم نہیں کہ معتصم کے حکم سے زہر دیا یا دائق کے حکم سے۔ وہ اس بات سے بھی بے خبر ہے کہ چوری کی سزا کے لئے ہاتھ کہاں سے کاٹا جاتا تھا۔ اس نے اس واقعہ کو ایسے انداز میں بیان کیا جیسے یہ کوئی بالکل عجیب اور نرالا واقعہ تھا۔ پھر قطع بد کا حکم قاضی کے دربار سے ہوتا تھا۔ خلیفہ کے پاس ایسے معمولی مقدرات کے آلے کا کیا مقصد۔ مگر ملا صاحب کی بے علمی، بے خبری ان سے ہر وہ بات کہلاتی چلی گئی۔ جسے وہ کسی نہ کسی طرح اپنے امام کو... علام الغیوب ثابت کر سکتے۔

امام دہم

نام علی نقی - ولادت - ۲۱۲ یا ۲۱۴ ہجری
مدت امامت سارے تیس سال - وفات

آپ بھی ما شاء اللہ لوندی زادہ تھے۔ ماں کا نام سمانہ مغربیہ تھا محمد بن عبد اللہ حاکم مدینہ نے متوکل لعین کو لکھا کہ علی نقی کو یہاں سے بلا دو ورنہ یہاں فساد ہو جائے گا۔ حضرت نے بھی متوکل کو خط لکھا اس نے محمد بن عبد اللہ کی بجائے محمد بن فضل کو مدینہ کی گورنری تفویض کی۔ پھر اس نے ابراہیم بن عباس کو لکھا حضرت کو بغداد پہنچا دو۔ جب آپ بغداد پہنچے تو متوکل شقی نے آپ کی ہلاکت میں بہت کوشش کی۔ مگر کامیاب نہ ہوا تو آپ کو سرحد اسے میں بھیج دیا۔

ایک روز متوکل نے کہا قسم بخدا میں اس کو ضرور قتل کروں گا۔ وہ دعوے دروغ کر کے میری حکومت اور دولت میں رخنہ اندازی کرتا ہے یہ کہہ کر چار غلام تہرکی تیار کئے۔ کہ جب حضرت آئیں اور میں اشارہ کروں تو قتل کر دینا۔ جب حضرت دربار میں پہنچے تو وہ ملعون تخت سے اتر کر حضرت کے استقبال کو دوڑا اور بڑی تعظیم و تکریم کی۔

متوکل کے سامنے ایک شخص نے شکایت کی کہ حضرت نے بہت مال اور ہتھیار جمع کئے ہیں۔ اس نے سعید کو تالاشی کے لئے بھیجا۔ کچھ نہ ملا۔ پھر متوکل نے برکتہ السباع میں داخل کر دیا۔ یعنی شیروں اور چیتوں کے باڑے میں ڈال دیا۔ سب نے اپنے منہ حضرت کے پاؤں پر رکھ دیئے۔

معلوم نہیں ملا مجلس ایسی ویسی داستان سرائی سے کیا تاثر پیدا کرنا چاہتا ہے۔ وہ اس وقت کے خلفاء کو ایسا ہی کمینہ، کم ظرف، بزدل اور مکار سمجھتا ہے۔ کہ وہ ان حضرات کو چوروں کی طرح قتل کرنے کے منصوبے بناتے ہیں۔ مگر کامیاب نہیں ہوتے۔ پھر انہیں انعام دیتے ہیں۔ یہ حضرات بار بار گھروں میں اسلحے بھی جمع کرتے ہیں۔ مگر جیب تلاشی ہوتی ہے۔ ہر در کرامت تمام اسلحہ کم ہو جاتا ہے۔ اور یہ تمقیہ کی ردا اور ڈھ کر غبن ہو جاتے ہیں۔

فہم عن ذکر ہم معروضون

گیارہواں امام

نام حسن عسکری ولادت ۲۳۱ ہ
وفات ۲۶۰ ہ مدت امامت ۲۶۲ ہ

ان صاحب کا سب سے بڑا کمال یہ ہے۔ کہ ان کے بعد امامت کا زمانہ غیوبت شروع ہوتا ہے۔ اور ظاہر امام ختم ہو جاتے ہیں۔ تو بیرون در چہ کردی کہ درون خانہ آئی

یہ بھی سوسن یا سلیل نامی ایک لونڈی کے بطن سے تھے۔۔۔ راوی بیان کرتا ہے کہ سب لوگ ان کو بنی ہاشم پر مقدم رکھتے تھے۔ اور فضیلت دیتے تھے۔ اور کہتے تھے وہ امام رافضیوں کے ہیں۔ ایک شخص نے اہل مجلس سے سوال کیا کہ ان کے برادر جعفر کا کیا حال تھا۔ اس نے کہا جعفر کون ایسا تھا کہ اس کے حال سے کوئی سوال کرتا۔ یا اس کا نام حسن عسکری کے نام کے ساتھ لیا جاتا۔ واضح ہو کہ جعفر ایک مرد قاسق و فاجر و شراب خوار و بد کردار تھا۔ اور مثل اس کے رسوا اور بے عقل اور بدکار کوئی دوسرا میں نے نہیں دیکھا۔ (حیرانی کی بات یہہ ہے۔ کہ آج ساٹھویں پینسٹھویں پشت میں فاطمیّت سے اپنا شجرہ جاکر ملانے والے تو بھنگ پیئیں، بھنگڑے ڈالیں، ڈاڑھیاں منڈائیں، ٹیٹیں رکھیں۔ گلیوں میں مست سا بیڈوں کی طرح ڈکارتے پھریں۔ مگر آل نبی اولاد علیؑ کہلانے

لے دوستی صاحب توجہ کریں۔

کی وجہ سے مستجاب الدعوات اور صاحب راز سمجھے جائیں۔ مگر چند پشتوں کے واسطے سے فاطمہ تک پہنچنے والا دس آئمہ کے صلب میں پرورش پانے والا اس قدر بدکار قرار دیا جائے۔

اصل میں اس جعفر غریب کا جرم صرف یہ تھا کہ اس نے شیعوں کی ہمنوائی میں اس عظیم دردِ غ کوئی میں ان کا ساتھ نہیں دیا تھا۔ جو قائم آل محمد کی اصطلاح کے روپ میں وضع کی گئی تھی۔ جعفر نے ان کے جھوٹ کا بھانڈا اس طرح چھوڑا ہے میں لا کر پھوڑا کہ آج تک شیعان علیؑ اس زخم کو چاٹ رہے ہیں۔ مگر مندل ہونے میں نہیں آتا۔

ان عقل کے اندھوں کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ نبی کی وفات کے بعد تین چار مومن رہ گئے۔ حسن کے مرنے پر سب مرتد ہو گئے۔ حسینؑ کی شہادت پر چار مومن باقی رہے۔ پھر کئی دور ایسے آئے کہ ایک بھی نظر نہ آیا۔ اور اللہ کو ان کی حرکات پر بار بار غصہ آتا رہا ہے۔ پہلے

قائم آل محمد کے ظہور کا زمانہ سترہ ہجری قرار دیا۔ مگر ناراض ہو کر ۱۰۱ھ کو دیا۔ پھر ناراض ہو کر شیعوں کو اندھے کنویں میں دھکیل دیا۔ یہ عجیب خدا ہے جسے یہ معلوم ہی نہ ہو سکا۔ کہ ساٹھ یا ستر ہجری میں تمام مومنین عظام اس قسم کی بد فعلیاں کریں گے کہ مجھے غصہ آجائے گا۔ اور ۱۰۱ھ سال کی دوڑ لگائی۔ مگر دناں پہنچ کر پھر اللہ جی کا دعویٰ ٹھس ہو گیا اور یہ بھی اچھی رہی کہ اگر ستر یا ۱۰۱ھ سال کے وعدوں کے مطابق امام قائم آل محمد نزول فرما ہو جاتے۔ تو باقی آئمہ کہاں جائے۔ ملا

مجلسی جیسے رئیس المحدثین ان کی طرف یہ لطائف کیسے منسوب کرتے اور ۱۰۱ھ سال کے بعد اللہ جی نے یہ فرمایا کہ جب تک تمہاری تعداد

۳۱۳ پوری نہیں ہوگی قائم آل محمد نزول اجلال نہیں فرمائیں گے۔ میں تو کہتا ہوں ۳۱۳ کے معاملہ میں بھی اللہ جی کو بدار ہو گیا ہے۔ جب ایک وقت ایک شیعہ بھی باقی نہ رہا تھا اور سنی اگر شیعہ شود حکم کا قراصلی دار د پھر شیعہ کہاں سے آئیں گے۔ خواہ خواہ قائم آل محمد کسی غار میں چھپ کر ۳۱۳ کا انتظار کر رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے انہیں بھی بدار ہو گیا ہے۔ واہ رے میرے شیعہ دوستو!

ذرا عقل سے کام لو اور ہوش کرو۔ کیوں اپنی فریب خوردگی میں عوام کا الانعام کو اپنے فریب کا شکار بنا کر اپنی عقبی کے ساتھ ان کی عقبی بھی تباہ کرتے ہو۔

یحملون اور زاہر علی ظہور ہم۔ الاسار ما ینزلون خیر! لیجئے رب قائم آل محمد کی پیدائش کا افسانہ بھی مجلسی جی کی زبان سے سن لیجئے۔

خلیفہ ملعون نے فرزند سعادت مند امام حسن عسکری کے متخص میں کوشش کی اور ملازموں کو حکم دیا کہ حضرت کا مکان گھیر لیں۔ اور سب حجروں میں تلاش کریں۔ شاید پا جائیں۔ اور عورات قبیلہ کو بھیجا کہ کنیزان امام حسن عسکری کی تفحص کریں۔ کہ مبادا ان میں سے کسی کو حمل ہو۔ ایک عورت نے کہا ایک کنیز حضرت میں احتمال حمل ہے۔ خلیفہ نے تحریر کیا خادم کو اس کنیز پر موکل کیا جائے کہ جو یائے حال رہے۔

(جلال الجیون صفحہ ۸۰۸ جلد دوم)

جس کینز پر احتمال حمل تھا۔ دو سال تک اس کے جوہارے احوال رہے
مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ پس موافق روایات اہلسنت میراث آنحضرت درمیا
مادر جعفر کذاب کہ برادر حسن عسکری تھا۔ تقسیم کی۔ اور اس کی مال
مدعیہ تھی کہ میں اس کی دھیہ ہوں اور قاضی پاس اس نے ثبوت بھی
بہم پہنچایا (صفحہ ۹۔ ۱۰ جلد دوم)

لیکن خلیفہ ملعون پھر بھی تفحص احوال صاحب العصر بنا۔ اور تلاشی
سے باز نہ آتا تھا۔ (صفحہ ۹۔ ۱۰ جلد دوم)

امام علی نقی نے ایک خط بزبان فرنگی لکھ کر دو سو اشرافیاں دیکر کا فود
کو بغداد کے پل پر بھیجا۔ وہ ایک لونڈی خرید کر لایا۔ حضرت نے اپنی
بہن حکیمہ کو کہا یہ لونڈی امام حسن عسکری کے حوالے کر دو۔ ایک
روز حسن عسکری کے گھر تھی۔ حضرت نے کہا پھر بھی آج یہیں قیام
کر و اس شب وہ فرزند گرامی متولد ہوگا۔ جس کے سبب سے خدا
وند عالم نہ مین کو پھر ایمان و ہدایت سے زندہ کرے گا۔ میں نے
کہا نہ جس میں تو کوئی آثار حمل نہیں۔ حضرت نے فرمایا۔ دیکھتی جاؤ
..... امام العصر پیدا ہوئے۔ امام حسن عسکری آئے تو بیٹے
نے باپ کو سلام کیا۔ چند روز میں وہ پسر دو سال کا ہو گیا۔
اور چند روز بعد جوان ہو گیا۔

اس داستان سے چند امور مستنبط ہوتے ہیں۔ جعفر کو شیعہ
اس لئے کذاب کہتے ہیں کہ اس نے حسن عسکری کے متعلق کہا کہ
اس کے کوئی بیٹا نہیں۔ دوسرے یہ بات توجہ طلب ہے کہ خلفاء
وقت کو اس کرید کی کیا ضرورت تھی۔ ۲۵۵ھ معتمد بالله عباسی

کے زمانہ میں آپ کی پیدائش بیان کی جاتی ہے۔ ان آئمہ کے زمانہ میں،
حسین بن علی سے لے کر ۲۵۵ھ تک جو بارہویں امام کا سال پیدائش ہے
۳۶ علویوں نے مختلف وقتوں میں خروج کئے۔ جن میں سے چار نے بشمول
حضرت امام حسین امویوں کے زمانہ میں خروج کیا۔ اور ۳۲ نے عباسیوں
کے زمانہ میں۔ ان میں چند ایک تو ہمسر نکالتے ہی پکڑے گئے مگر چند ایک
نے خوب ہڑ بونگ مچائی اور آخر اپنے کیفر کردار کو پہنچے ان میں سے
حسین الانطس ۱۹۹ھ، علی بن حسین الانطس محمد بن جعفر (صادق) تو
ایسے بدکردار تھے۔ کہ چند روزہ بغاوت کے زمانہ میں کعبہ کے ستونوں
تک سے سونا اتار لیا۔ لوگ ان کے ظلم سے چیخ اٹھے اور مکہ چھوڑ کر جاکر
نکلے۔ شیعہ مورخ مصنف عمدة المطالب نے داخل مال اسعبد صفحہ ۳۸
لکھ کر ان کی بدکرداریوں کی تصدیق کی ہے۔

موسیٰ بن جعفر کو شیعہ خود زید النار کہتے ہیں۔ اسے دیہواز کی گورنری
ملی تو اس نے وہاں پہنچ کر عباسیوں کا قتل عام شروع کر دیا اور ان
کے محلات جلا دیئے

(عمدة المطالب صفحہ ۲۰۸)

حسن بن زید نے المستعین کے زمانہ میں قتل و غارت کا بازار گرم
کیا۔ سب صحابہ شروع کیا۔ عربی نام تک ترک کر دیئے۔

(عمدة المطالب - مقاتل الطالبین صفحہ ۱۱۹)

اسماعیل بن یوسف بن ابراہیم نے ۲۵۱ میں بغاوت کی۔ کعبہ
کا وقفی خزانہ تک لوٹ لیا۔ لوگ مسجد نبوی میں ادائے فریضہ سے بھی
رک گئے۔ (طبری ج ۱۱ ص ۱۳۶ - عمدة المطالب وغیرہ)

۲۵۵ھ

الاحقر محمد بن یوسف نے ۲۵۷ میں خردج کیا۔ وہ بھی قتل و غارت اور
فساد میں اپنی مثال آپ نکلا (عمدة الطالب صفحہ ۹۲)
یہ چند ایک نام ان کے پیش کئے گئے ہیں کہ امویوں اور عباسیوں نے
تو ان لوگوں پر بھی ظلم نہیں کیا جو بار بار ان کے خلاف خروج کرتے رہے۔ صرف
وہی قتل ہوئے جو میدان جنگ میں سامنے آئے۔ ورنہ جس نے ہتھیار پھینک
دیئے اسے صرف امان ہی نہ دی گئی بلکہ بے حساب مال دے کر رخصت کیا
مگر ان زائد قسم کے علویوں سے عباسیوں کو کیا ڈر تھا۔ جو دینی اور علمی
قسم کے گوشہ نشین سے لوگ تھے۔ یہ سب را فضیوں کا بہتان افتراء
اور عظیم جھوٹ کا پلندہ ہے۔ پھر اسی بات کو دوسرے انداز میں دیکھیے
عباسیوں کے حرم میں درجنوں علوی شہزادیاں تھیں۔ ان کی موجودگی میں
بلاوج کسی مسکین علوی پر ظلم کا بیان کرنا شیطانی ذہانت کی اختراع ہی
کہی جاسکتی ہے۔

۱۔ فاطمہ بنت عبد اللہ بن جعفر (صادق) عباس بن عیسیٰ بن موسیٰ
بن محمد الامام بن علی بن عبد اللہ بن عباس کے نکاح میں تھیں۔ عباس
کے مرنے کے بعد فاطمہ نے علی بن اسماعیل بن جعفر (صادق) سے
نکاح کیا۔

۲۔ خدیجہ بنت عمر بن علی بن عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم الامام بن
محمد عباسی کے نکاح میں تھیں۔ (حجرۃ الانساب ص ۴۴)

۳۔ یحییٰ بن عمر بن یحییٰ بن حسین بن زین العابدین جس نے ۲۵۰ میں

سے تفصیل کے لئے حقیقت مذہب شیعہ دیکھیے۔

خردج کیا۔ اس کے دادا کی بہن یعنی زین العابدین کی سگی بھوپھی ہوتی
باللہ عباسی کے نکاح میں تھیں۔

۴۔ ام کلثوم بنت حسن بن زید بن محمد بن اسماعیل پہلے خلیفہ عباسی
عبد اللہ کے نکاح میں تھی۔ اسی حسن بن زید نے ۲۵۰ میں خردج کیا
اور عباسیوں کے شعاع سیاہ لباس کو رواج دیا۔

۵۔ ام موسیٰ یا ام الحسن بنت زین العابدین بھی عبد اللہ عباسی کے
نکاح میں تھی۔

۶۔ فاطمہ بنت زین العابدین داد عباسی کے نکاح میں تھی۔

۷۔ ام الحسین بنت زین العابدین ابراہیم بن محمد بن علی بن عبد اللہ
عباسی کے نکاح میں تھی۔ (لمخص نسب قریش ص ۶۲)

ان مصاہرہ تعلقات کا استعاب طویل وقت کا مقتضی ہے۔

اسے مشتے نمونہ از خروارے سمجھئے۔ اور ایک بار پھر صفحہ ۲۲۷ پر
برنگ بازگشت ڈالئے۔ امویوں یا عباسیوں کے مزعومہ آئینہ کی داستا
صرف کذب و دروغ باقی کا پلندہ نہیں۔ بلکہ افتراء و بہتان کی بھونڈی اور
سوقیانہ انداز کی کوششیں ہیں۔ اموی اور عباسی خلفاء اپنی بلند
کرداری، عالی حوصلگی، سخاوت و بخشش، جود و کرم، عطا و بخشش
درگزر اور عفو میں اپنی مثال آپ تھے۔ ان کے سامنے بیستوں علوی باغی
پابند دار در سن ہو کر پہنچے۔ انہوں نے انہیں صرف معاف ہی نہیں بلکہ مال و
دولت کے ڈھیروں کے ڈھیر دیکر رخصت کیا۔ مگر ملا مجلسی جیسے تاریخ نویس
بے بہرہ لوگوں جو سیت اور یہودیت کی دکالت میں عوام کو دین سے برگشتہ
کرنے کے لئے جودل میں آیا قلم کے ذریعے قرطاس پر بکھیرتے رہے۔

حرف آخر

سیدنا حسینؑ کے علاوہ ۶۵ علویوں نے مختلف دلتوں میں خردوج کئے
 سب سے پہلے زین علی بن الحسین نے ۵۱۲۲ میں ہشام بن عبد الملک
 کے زمانہ میں کوفہ میں خردوج کیا اور سب سے آخر میں عبد اللہ بن عبید اللہ
 بن علی بن حسین بن علی بن الحسین بن زین العابدین نے ۴۵۸ ہجری
 میں شام میں امیر المومنین المصطفیٰ باللہ عباسی کے زمانہ میں خردوج کیا
 گویا ۲۳۶ سال میں امویوں اور عباسیوں کے خلافت ایک ہی خاندان
 کے ۶۵ افراد نے خردوج کیا۔ یعنی تقریباً ہر ساڑھے تین سال کے بعد
 خردوج ہوتا ہے۔ ان میں سے بعض خردوج کرنے والوں نے ایسی
 بری حرکات کیں اور اس قدر قتل و غارت کا بازار گرم کیا کہ لوگ
 چیخ اٹھے۔ مگر سادات امویہ اور سادات عباسیہ کی عالی حوصلگی،
 بلند اخلاقی، عفو و کرم، جود و احسان اور درگزر و عفو کی داد دینا
 پڑتی ہے۔ کہ انہوں نے علویوں کی ہر بغادت کے بعد ہر شرارت کے
 بعد ہر عذر و قریب کے بعد انہیں نہ صرف عطیات سے نوازا بلکہ بعض
 کو بڑے بڑے عہدے بھی تفویض کئے۔ مگر یہ لوگ ایسے بد طبیعت،
 بد خصلت، بد اعمال، اجسان فراموش اور شریرا بطبع ثابت ہوتے
 رہے۔ کہ اتنی عنایات کے باوجود اپنی حرکتوں میں باز نہ آئے۔ ملا مجلسی
 بار بار جن لوگوں کو ملعون ملعون کہتے نہیں تھکتا۔ وہ تو اس کے
 آئمہ اور ان کے خاندان والوں کے دشمن تھے۔ مجلسی کہتا ہے کہ فاطمیوں کی

نبات الرسول کے مکتوب مفتوح کے سلسلہ میں بجائے مجھ
 سے گفتگو کرنے کے چند بغدادی قسم کے شیعہ زعماء نے
 اپنے عقیدہ مندوں کے سامنے اپنی ساکھ قائم رکھنے کیلئے
 مجھے جہل، شریر، اور خبیث قسم کے القابات سے نوائے
 کی کوشش فرمائی ہے۔ میں ان کی ان کوششوں کی بھی
 کسی وقت ضرور داد دوں گا۔ فی الحال اب جو کچھ ان
 کے ہاتھوں میں پہنچ رہا ہے۔ اس کی طرف توجہ فرمائیے۔

انشاء اللہ

اصول کافی کے ذریعے اگلی نشست میں ان کی صحبت سے
 مستفیض ہونے کی کوشش کروں گا۔

والسلام علی من اتبع الهدی

اولاد کو زندہ دیواروں کو میں چنوا دیا جاتا رہا۔ اس عقل کے اندھے
 سے کوئی پوچھے۔ اگر سوا دس سو سال تک اموی یا عباسی اس طرح
 قتل عام جاری رکھتے تو آج دنیا میں علویوں کا ایک بچہ بھی منظر نہ آتا
 دنیا کی تاریخ میں ایسی ایک مثال بھی نہیں ملتی کہ کسی باغی کے خاندان
 کو عطیات اور جاگیروں سے نوازا گیا ہو۔ مگر یہاں خاندان تو
 دہکنار خود ان باغیوں کے لئے خزانوں کے منہ کھول دیئے۔ اور جاگیریں
 اور افسریوں سے نوازا۔ یہی وجہ تھی کہ ان کا کوئی نہ کوئی چند سالوں
 کے بعد پھر آمادہ فساد ہو کر خرد و زح کر بیٹھتا۔ اگر تاریخ کی نظائیر کی طرح
 ایک باغی کو بھی قرار واقعی سزا مل جاتی تو سب کی ترکی تمام ہو جاتی۔

۵۲۶۶۳



ایضاً فیض القرآن
 فیض نگر
 پوسٹ آفس بڑا ہنگ

تحمل بمبر فیض میرپور (آزاد کشمیر)